

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و ننگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

22

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیم الامت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و آداب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنَّ اِلٰهَنَا لَيَقَاتِلُ اَشْرَفِيَا

سلسلہ معارف اشرفیہ جلد نمبر ۲۳

یعنی

ایک عظیم اسلامی انسائیکلو پیڈیا

دفعہ بیستم جزو دوم

کلیدِ منشوی

جلد ۲۲

از حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نورانیہ مرقدہ



ناشر

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قصہ اس شخصے کہ دعوی پیغمبری میکرد گفتندش کہ خورده کہ
 نہیں آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعوی کرتا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا کر لیا ہے
 گج شدہ و یا وہ میگویی گفت اگر چیز بے یافتہ کہ خورده نے زین شد
 کہ حق بنا اور کس کہ ہے۔ ہم نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز لایا جو کہیں کہایتا نہ ملتی ہوتا
 مے و یا وہ گفتے کہ ہر سخن نیک کہ با غیر آتش گویند یا وہ گفتے
 اور نہ کہ اس کرتا کیونکہ ہر پہل بات حق ۱۱ ہوں سے کہتے ہیں کہ اس بچے ہیں اگرچہ
باشند اگرچہ دران گفتن مامور باشند
 وہ اس کہتے ہیں (احادیث جانب سے) معقول ہیں

۱۱ آں کہے۔ یہ ایک سوا
 تھا جس نے اناس سے کہہ کر
 ہر کہ نہوت کا دعوی کیا
 تاکہ اس کے نہ دیکھ سکے
 کہ اس نے اپنی گفتگو میں
 ایسے جملے استعمال کیا تھا
 جن کے دوسری ہو سکتے تھے
 ایک مسنی نہوت کے دوسرے
 پر موقوف ہو سکتے تھے دوسرے
 مسنی کا نہوت سے کہنے کا حق
 نہ تھی۔ جان کر کہ وہ اس
 سفر سے لے اپنے دوسرے
 کا مطلب بتا یا تھا کہ وہ
 کہ اس سے دنیا میں آیا ہے
 اور اس کا اٹھنا ہے نہ کہ
 ہم سے دنیا میں بھیجا ہے۔
 آتا رہا۔ لوگوں نے کہا کہ اگرچہ
 کا مطلب یہ ہے تو ہم سب
 بھی ملک ہم سے دنیا میں
 آئے ہیں لہذا ہم سب رسول
 ہیں تیری کیا خصوصیت ہوگی
 اہل حق خداستید میں سفر سے
 نے اہل کو جواب دیا جیسا کہ تم
 بھی ملک ہم سے آئے ہو۔
 لیکن ایسے اندھے میں سے آئے
 ہو کہ نہ تمہیں راستہ کو چاند
 حزل کا۔
 ۱۱ بچہ سفر سے لے کہ تم
 لوگ سوتے ہوئے بچہ کی طرح
 ملک ہم سے راستے لے کر گئے
 دنیا میں آئے ہو۔ اور جیسا کہ
 میں ملک ہم سے پیدا ہوئی کی
 حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔
 بیچ میں پاؤں حواس پیش
 میں چہ ہا نہیں تھا اور وہ ہر
 ۱۱ تھا۔ ۱۱ لوگوں نے شاہ
 سے اہل کو سزا دیے کا صاحب
 کیا اور شاہ نے اس کو بہت کڑوا

آں کے می گفت من پیغمبرم
 ایک شخص کہتا تھا کہ میں پیغمبر ہوں
 گردش استند و بر بندش بشاہ
 لوگوں نے اہل کہتے تھے اور ان کو ہلاک کیا تھے
 خلق بروے جمع چوں مورد بلخ
 ملک میں پر چوٹیوں اور غیروں کی طرح میں تھے
 گر رسول آنست کا یاد از عدم
 اور اگر رسول وہ ہوتا ہے وہ ہم سے آئے
 ما از سبجا آمدیم اینجا غریب
 ہم اس ملک سے آئے ہیں یہاں مسافر ہیں
 داوایشان را جواب آں خوش رسول
 اہل بھلے رسول نے اہل کو جواب دیا
 ایں نہ استید اے قوم از قضا
 اے قوم! تم نہیں سمجھتے کہ قضا ہر سے
 بچو طفل خفته ایں جا آمدید
 تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح بیان آگئے ہو
 از منازل خفته بگذاشتید و ست
 تم سوئے ہوئے اور یہ بچہ کی منزل سے گذر گئے
 دز ہم پیغمبر ایں فاضل نرم
 اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہیں
 کلاں بھی گوید رسولم از انکہ
 کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی جانب سے مصل ہیں
 کہ چہ کمرست و چہ تزدیر چہ فتح
 کوئی کرے اور کیا شکاری اور کیا مال ہے؟
 ما ہم پیغمبریم و مختشم
 تو ہم سب پیغمبر اور مختشم ہیں
 تو چرا مخصوص ناشی اے ارب
 اے اختصار! تو کیوں مخصوص ہوگا؟
 کالے گردہ کو رو نادران فضول
 کہ اے اندھ اور بہرہ اور نادانوں کے گردہ
 بیخبر اینجا رسیدید از علمی
 تم اندھے ہیں بے خبری میں بیان آگئے ہو
 بیخبر از راہ و از منزل بلید
 تم راہ و منزل سے بے خبر تھے
 بیخبر از راہ و از بالا و پست
 راہ اور نشیب، فساد سے بے خبر

۱۱ تھا۔ پیغمبروں۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیام دیتی ہے۔ یہ انسان تھا نہ تمام کائنات سے افضل تھا
 نیز یہ مسنی بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

دیجی بھیل ملایم ترین
 لاغر۔ کتے تو ان چوکر دو بہت
 کمزور ہے مگر پرورش نہ
 کر کے لایکت۔ شاہ نہر پا
 کربلے سزا کے اس کر
 سمجھا دے۔
 ملے کہ جرمی میں جانے سے
 مانہ سداغ سے بہرہ لگاتا
 ہے سرتراں شاہ نے سنائی
 میں میں سے پہچا کہیں
 کاہنے والا ہے اور کیا کام کر
 ہے گفت۔ اس نے کہا کہ اسکا
 سے دارالام میں آیا ہوں۔
 دارالاسلام سلاطین کا مکرملہ
 بلا۔ دارالام سلاطین کا مکرملہ
 دیا۔ آجے میں چاند کی طرح
 ہوں ہندو زبیر کوئی گھر
 میں ہے نہ کوئی ہفتین ہے
 لے آؤ۔ بادشاہ نے
 قہر کا جس سے کہا کہ تو نے کیا
 کہا یا تھا اور ناخدا کے لئے
 تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔
 اس نے کہا اگر کچھ برتاویں
 بنیبری کا دعویٰ کیوں کرتا
 دعویٰ۔ ان دوگوں میں بنیبری
 کا دعویٰ ایسا عجیب و غریب
 جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی
 خوش کرے۔

ماہ بیداری رواں گشتیم و خوش
 ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے
 دیدہ منزل ہازصل و ازاساس
 جزا اور نسیب سے منزل کو دیکھا
 شاہ را گفتند آشنخوش بکن
 دگر نے بادشاہ سے کہا اسکو شکر میں ڈال دینے
 شاہ دیدش پس نزار و بسضعیف
 شاہ نے اس کو بہت لافسدا اور کمزور دیکھا
 کے تو اس اور افشردن یا زدن
 اس کو کب بھیجنا یا مارا جاسکتا ہے
 بیک باؤ گویم از راہ خوشی
 لیکن میں اس کو غلطی سے کہوں گا

از درائے پنج و شش تا پنج و شش
 اپنے پانچ اور چھ کے درمیان سے پانچ اور چھ والی بگڑا
 چون قلا و دواں خمیرہ شاس
 را بہرہ کی طرح باغبان اور درہ شاس بنکر
 تا نگوید جس اویج این سخن
 تاکہ اس میں کسی کوئی ایسی بات نہ کہے
 کہ یک سلی میرداں نحیف
 کہ وہ کمزور ایک ملایم سے مر جائیگا
 کہ خوشیشہ گشتہ است اور ابدن
 کیونکہ اس کا بدن شیش کی طرح ہوجائیگا
 کہ چرادراری تو لاف سرکشی
 کہ تو بھڑکسی کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

کہ درستی نایدا اینجا ہیج کار
 کیونکہ جس جگہ سستی کا نام نہ ہوگی
 مرداں را دود کرد از گردے
 دگر کو اس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا
 پس نشاندش باز پریش زجا
 قہر کو بٹھا یا پھر اس سے دھن پرچھا
 گفت اے شہرہ مہتم از دارالاسلام
 اس نے کہا اے بادشاہ! میں دارالاسلام کا ہوں
 نے مرا خادست و نے یک ہفتین
 دیر مگر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے
 پادشاہ از روی لاش گفت با
 بادشاہ نے مذاق میں ہنسا اس سے کہا
 اشتہاداری چه خوردی بامدا
 تجھے بہرک ہے؟ تو نے تیرے کب کھا یا ہے؟
 گفت گزنام بندے بخاک تری
 آئے کہا اگر میرے پاس ایسا ہوتا ہوتا

کہ بنیبری سرگند از غار مار
 کیونکہ سانپ زہی سے قدرے باہر آتا ہے
 شہ طعیے بود و نرمی و دردی
 بادشاہ عرض ہوا تھا اور نرمی کی بات تھی
 کہ کجادراری معاش و ملتجا
 کہ تو مدد دار و فکا کا مال دکتا ہے؟
 آمدہ ز انجا بدیں دارالاسلام
 اس جگہ سے جس دست کے گھر میں آیا ہوں
 خاند کے کردست ماہے دزدیں
 چاند نے زمین پر کب گھر بیٹھا ہے؟
 کہ چه خوردی و چه داری چت ساز
 کہ تو نے کیا کھا یا ہے؟ اور تیرے پاس ناشہ کیلے گا
 کہ خنیں مشرتی ویرلاف بباد
 کہ تو اس قدر دشت میں اور شہن اور بھڑکے بھڑکے
 کے گتم من دعویٰ پیغیبری
 میں ہنسبندی کا دعویٰ کب کرتا ہے؟

مولانا نے رُبعِ اول کے آخر میں فرمایا تھا۔ گردابِ نمان مرتزبانے

شرح بڑے۔ از حسدِ ایلانِ دلت فارغ شدے۔

اب اس کے مناسب ایک شخص کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے ایک شخص نے دعوے بتوت کیا۔ لوگ اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے سس پوچھا کہ تو نے کیا کھایا ہے جو اتنا مدہوش ہوا کہ تجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کتنا بڑا دعوے کر رہا ہوں اس پر اس نے کہا کہ حضور اگر میرے پاس کچھ کھانے کو ہوتا تو میں ایسا دعوے کیوں کرتا۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں۔ لوگوں نے اسے گرفتار کیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ دعوے کرتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور لوگ وہاں چیونٹیوں اور مٹیوں کی طرح جمع ہو گئے اور اسکی کہا کہ یہ کیسا مکر اور کیسا فریب اور کیسا جال ہے۔ تجھ میں رسول کی کوئی بات نہیں۔ بجز اس کے کہ تو عدم سے آیا ہے پس اگر عدم سے وجود میں آنا ہی رسالت ہے تو ہم سب رسول ہیں۔ کیونکہ ہم بھی عدم سے وجود میں آئے ہیں اور ہمارا وطن اصلی بھی عدم ہے اور عالم وجود میں ہم مسافرانہ حیثیت سے ہیں پھر تو رسالت کے ساتھ مخصوص کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ سنکر اُس قائل مدعی رسالت نے جواب دیا کہ اے اندھے! اور احمق! اور بیوقوف! لوگو! تقدیر الہی نے تمہاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے

تم اپنے اور میرے اندر فرق نہیں سمجھتے تم اتنا نہیں سمجھتے کہ تم یہاں اپنے اندھے پن کے سبب بے خبر آئے ہو۔ اور سونے ہوئے بچے کی طرح آئے ہو کہ نہ تم کو راہ کی خبر تھی نہ منزل کی۔ تم منزلوں سے سونے اور بے ہوشی کی حالت میں گذرے ہو۔ نہ تم نے رستہ کو جانا۔ اور نہ اس کی اونچ نیچ کو۔ برخلاف میرے

کہ میں بیداری کی حالت میں ماورائے عالم ناسوت سے چلا۔ اور اسی حالت میں عالمِ ناسوت
 میں آیا۔ میں منزلوں کی جڑ بنیاد سے واقف ہوں۔ اور راہبروں کی طرح واقف اور...
 راہ شناس ہوں۔ پھر میں اور تم دونوں یکساں کیسے ہو سکتے ہیں اس پر لوگوں نے
 بادشاہ سے کہا کہ حضور! اسے سزا دیں تاکہ یہ اس قسم کی باتیں نہ کرے۔ جب بادشاہ
 نے دیکھا کہ وہ بہت دہلا پتلا اور کمزور ہے کہ ایک تھپڑ میں مر جائیگا اور اسلئے وہ
 شکنجہ میں کئے یا مار کا تھل نہ کر سکے گا کیونکہ اس کا جسم شیشہ کی طرح کمزور ہے۔ تو
 اسکی خیال کیا کہ اسکو سزا نہ دینی چاہیے۔ ہاں اسکو نرمی سے سمجھانا چاہیے کہ تو ایسی سرکشی
 کیوں کرتا ہے کیونکہ اس جگہ سختی کام نہ دیگی۔ بلکہ نرمی کام دیگی اسلئے کہ نرمی مخالف کے
 قابو میں لانے کے لئے اکسیر ہے چنانچہ نرمی سے سانپ بھی بل سے نکل کر قابو میں آ جاتا
 ہے۔ یہ خیال کر کے اسنے لوگوں کو اسکی پاس سے ہٹا دیا اور کہہ دیا کہ تم جلد
 ہم خود نبٹ لیں گے۔ بادشاہ چونکہ نرم تھا اور نرمی ہی اس کا شیوہ تھا۔ اسلئے اسنے
 اسے پاس بٹھلایا اور کہا کہ آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کی بود و باش اور ٹھکانہ کس
 جگہ ہے۔ اسنے کہا کہ جناب! میں دارالامن عالم غیب کا رہنے والا ہوں اور اس
 دارالامت دنیا میں آیا ہوا ہوں۔ یہاں نہ میرا گھر ہے نہ کوئی دوست۔ میں بمنزلہ
 چاند کے ہوں اور دنیا بمنزلہ زمین کے۔ اور چاند زمین میں گھر نہیں بناتا۔ اسلئے میرا
 یہاں کوئی گھر نہیں۔ بادشاہ نے دل لگی سے کہا کہ جناب نے کچھ کھایا ہے اور کیا کھانا جناب کو
 اور دوپہر کو کیا کھانا مرغوب ہے اور اس وقت کچھ بھوک ہے یا نہیں اور صبح آپ نے
 کیا کھایا تھا کہ اسکی نشہ میں آپ اس قدر مست اور مغرور ہیں اسنے جواب دیا۔ کہ
 جناب! اگر کسی قسم کی روٹی سوکھی ہوئی یا تر میرے پاس کھانے کو ہوتی تو میں پیغمبر
 کا دعوے ہی کیوں کرتا۔ یعنی اگر میں سچا نبی ہوں جیسے میرا دعوے ہے تب تو یہ سوال...
 نمونہ بھی ہے لیکن اگر میں جھوٹا ہوں تو بھی یہ سوال نمونہ ہے کیونکہ اس وقت میرا یہ دعویٰ پیٹ

کے لیے ہوگا۔ پس میرا دعوے پیغمبری کرنا خود دیں ہوگا اس کے میں نے کچھ نہیں
کھایا۔ اسلئے یہ سوال بالکل لغو ہے۔

اسی قصہ کو یہاں تک پہنچا کر مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تلاش کرتا تھا اور پھر کمال
کوئی عیش نہیں کرتا ہے نہ
اس سے یہ توقع کرنا ہے کہ
ہو ایک اور شکل کے
ترجہ پہاڑ سے تم جو کچھ
وہ بلا گرفت آواز سے تھا
خاق بڑا آواز سے تھا۔
بہت سال اس قوم کا ہے کہ
کے پیغام سے ان کو کوئی متا
نہیں ہے۔ مگر تو ان اکران
کے پس میں میں ممت کا
پیغام لاؤ تو بہت کچھ تو ان
کریں گے۔

لے کر تھیں۔ اکران کر پیغام
دو گھنٹوں تک ایک مشرقی
وہ تم پر عاشق ہے اور قصہ
غریب ہوتا ہے۔ دو تری
اگر انہیں خدا کی طرف بلاؤ تو
ناگوار ہوتا ہے۔ اذہاں یہ
پیغام دو کرنا دینا ہے کہ
کی طرف رجوع کرو۔ فقہ تو
یہ لوگ اس پیغام پر پہنچا
کی جان کے دشمن بن جاتے
ہیں۔

تلاش کرتا تھا۔ لوگ اللہ کے
پیغام کو جو زد کرتے ہیں تو
دین کی حمایت میں نہیں کرتے
ہیں بلکہ وہ ان کو اس نفا
دینا دیکھتا ہے اس لئے
زد کرتے ہیں۔ اور ان کی
پیغام تلخ لگتا ہے۔ اور ان کی
شال اس کو دکھائی دے
جو ان کو دکھاتا ہے۔

ہمچناں باشد کہ دل جستن کوہ
ایک ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دنیا کا شکر کرنا
فہم وضبط لگتہ مشکل بخت
شکل ہو کر کی بھر ہو کر نہیں کا شکر کیا ہے
میکند افسوس چوں تنہا
مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اڑا کر
از حوائی جاں کرا باشد دعا
پتھر سے کس کو جان کی امید ہوتی ہے؟
پیش تو بہند جملہ سیم و سر
ترے سامنے سب پانی اور سر کو دینا گے

عاشق آبد بر تومی داند
وہ تم پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور تم جانتا ہے
کہ بیاسوی خدا کے نیک عہد
کے قول و قرار کے ہے: اللہ کی جانب آ جا
چوں بقا ممکن بود فانی مشو
جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو
تو برائے جمیست دین و دینر
ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں
تلخ شال آید شیدن ایں سیا
ان کو یہ بات مستحکم کرنا مستحکم ہوتا ہے

دعوی پیغمبری بالیں گروہ
تلاش کرتا تھا۔ اس لئے پیغمبری کا دعوی کرنا
کس کوہ و سنگ عقل و دان بخت
پہاڑ اور پتھر کے کس شخص نے عقل اور دان بخت نہیں
ہر چہ کوئی باز گوید کہ ہماں
تو کہ کہ کہ کہ وہ اس کو دھڑا رہتا ہے، کہ وہی
از کجا ایں قوم و پیغام از کجا
کہاں یہ قوم، کہاں پیغام (دعا ہے)
گر تو پیغام نے آری در
اگر عودت کا پیغام لائے اور سوتا

کہ فلاں جا شاہدے می خواند
کہ فلاں جا شاہدے می خواند
وہ تو پیغام خدا آری جو شہد
اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے
از جہان مرگ سوی برگ نو
موت کی دنیا سے سارے ممالک کے عالم کو پہنچا
قصہ خون تو کنند و جان و سر
تیرے خون اور جان اور سر کا قصہ کریں گے
بلکہ از خفیدگی بر خانماں
بلکہ تمہارے قابض کی وجہ سے

سبب عداوت عام و میگا زیتن ایشان با ولیائے خدا کہ بخت
عام کی عداوت اور ان کے خدا کے ادیان سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ
شان میخوانند و آب حیات ابدی ارشاد می نمایند
ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے آب حیات کی طرف راہنما کرتے ہیں

زخم گہرے کے زخم ہوں گے
لے اگر کئی شخص اس کے پہا
اگلا نہ تیرے تو دہرے کا تیش
ماتا ہے۔

سے خاتمہ مختصر مہم بہ نیاہ
اور زاریں مہم ہوں اور پھلتے
اتر چکے تھے ہوں تو گھر کا
زیاہ لائیں اتارے۔ خانقاہ
ان دنیا داروں کی حرص کے
زخم ہیں اور گھر لڑائی زخموں
کے پھلتے ہیں۔ چند اکر کا
مسکن ویران ہے اگر اس کو
کوئی بنداد اور کتب شہروں
کی غریب شاہکار تو دہرے کو ہفتے
کے لئے تیار دے گا مگر تیار ہے
اگر کوئی اندیشہ نہیں اگر کسی
باتیں سنا کر تو یہ خیال دہرے
میں خالق آتا ہے۔

لے کر توجہ دینا اور توجہ
باتوں پر کرتے ہیں کہ یہ بات
کہاں تیاں ہیں۔ کہتے یہ خود
پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ
یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا
بنادتی ہیں تیرے گاں جن
لوگوں کے دل مر رہے ہونگے
جسے یہ باتیں انگوڑی زندگی
بہشت تھی ہیں عقل کا کائن
اور ایمان کا نور و طاکر تھی
جسے۔ دل خند۔ اس دل را
کی ان باتوں سے دل نہ چرا
وہ تیرے سرکش نفس پر
تجھے کا نور دیدگا۔

تجھے حرقہ دے۔ یہ بیوقوف
تجھے تاج سنا دے گا تیرے
دل کی گہری گہوں دے گا
باک کریم۔ تیکس ان باتوں
کے سننے والے کہاں ہیں
آپ حیات کے طالب
مفقور ہیں۔ تو یک خوار
عشق میں اگر ایک ذات
عشاق پر چلتے تو تو عشق

خرقہ بر ریش خرقہ سیدہ سخت
پتی کہ ہے کے زخم پر سخت چسپی ہوئی ہے

جھٹتہ انداز و تیش اس خرز در
دہرے کا یقین تکلف کی وجہ سے دہرے کا زخم
خاصہ پنجہ ریش و ہر جا خرقہ
خمسہ جگہ پاپن زخم ہیں اور ہر جگہ پتی
خانماں چوں خرقہ آئیں حل پش
گھرا رہی ہے اور یہ حرص زخم ہے
خانماں چند ویران ست پس
چند کا گھر بار مسرت ویران ہے

گر بیاید باز سلطانی زراہ
اگر شاہیں باز راستہ ملے کر کے آئے

شرح والالکلی باغستان و جو
دارالسلطنت اور باغ الہ نبر کہ تفصیل
کہ چہ باز آورد افسانہ کہن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا

کہنہ الی شاند و بوسیدہ ابد
پرانے اور ہمیشہ کے لئے طے ہوئے وہ ہیں
مردگان کہنہ را جاں میداد
پرانے مردوں کو جاں عطا کر دیتی ہے
دل مدد از دل پر لے روح بخش
روح بخشنے والے مشرق سے دل نہ چرا
سرمزد از سرمه قرا تاج دہ
سرمہ سر نہالے تاج بخشنے والے سرمہ چھا

باکہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو
کس سے کہوں ہر دہرے گاؤں میں نہ کہوں؟

تو یک خواری گریزانی ز عشق
تو ایک ذات کی وجہ سے عشق ہے جاگ جائیلا
عشق را صد ناز و استکبارست
عشق کے سیکڑوں ناز اور غرور ہیں

چونکہ خواہی بر گنی زو لخت لخت
جب تو اس سے منہ نہ کیوے آکالے

جب تو اس سے منہ نہ کیوے آکالے
جب تو اس سے منہ نہ کیوے آکالے

جہذا آں کس کز و پر ہیز کرد
عشق لعل ہے۔ دہرے جہاں سے ہی گیا

بر سرش چھسیدہ و زخم غرقہ
ایکپ کی، نمی میں افس پر چھکی ہوئی ہو

حرص ہر کہش باشد ریش میش
جس کو نیا دہرے ہو گیا انکے زخم زیادہ ہو گئے

نشود اوصاف بغداد و طلبش
وہ بغداد اور طلبش کی غریب نہیں ستا ہے

صد خبر آرد بدیں چنداں شاہ
ان چندوں کو بادشاہ کی سیکڑوں خبریں ملنے

پس برو افسوس دارد ہر عدو
توجہ دشمن اس مذاق ادا ہے گا

کز کزاف و لاف میا فاد سخن
کہ بیوردہ اور شہنشاہ کی باتیں کہہ رہا ہے

ورنہ آں دم کہنہ را تو میسند
ورنہ اس دم کہنہ را تو میسند

دہرے بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے
تاج عقل و نور یاں میداد

عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے
کہ سوارت میسند بر پشت خوش

کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر دے گا
کو ز پلے دل کشاید صد گرہ

کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سیکڑوں گہرے گھوڑے
سوئے آپ زندگی بوندہ کو

آپ حیات کی جانب دوڑیو لا کون ہے؟
تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟
عشق با صد نازی آید بدست
عشق سیکڑوں نازوں سے اترے گھٹا ہے

عشق چون انی ست انی مغرور
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے
چوں درخت آدمی و بیخ عہد
انسان درخت کی طرح ہوا اور (وفادار) عہد بڑھ کر
عہد فاسد بیخ بوسیدہ ہوؤ
غراب عہد، شری ہوئی جڑ ہو سکتا ہے
شاخ و برگ نخل اگرچہ سبز ہوؤ
نخل کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں
و زندار و برگ سبز و بیخ ہست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ اٹھ جائے
تو مشورہ بے لعلش عہد جو
تو اس کے طے سے دھکا نہ کھا، عہد کی جڑ کڑ

در حریف بیوفامی ننگ گرد
بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کر سکتا ہے
بیخ را تیمار می باید بچہد
جود کی کوشش سے خلافت کر لی جائے
وز شمار لطفہ سیریدہ ہوؤ
اور ہیرائی کے پھلوں سے کھلا ہوا ہوتا ہے
افساد بیخ سبزی نیست ہوؤ
جود کی غراں کے ہوتے ہوئے سبزی نہیں ہوتی
عاقبت پیروں کند صبر برگ دست
انجام کار سبکدوش پتے ادا نہیں کئے
علم چوں قشرست عہدش مغرور
علم چھلکا جیسے اس کا عہد ادا نہیں کرتا

کو جھڑو نہا سکتا ہے تو لے
ن عشق کا نام شایہ
اس کی حقیقت سے آگاہ
نہیں ہے عشق بہت بگڑ
اور نازوں بھرا ہے بہت
معبیثوں سے ادا لگتا ہے
سلہ عشق، عشق وفادار
ہے وہ وفادار لگا کو حاصل
ہوتا ہے وہ بے وفا کی
طرف نظر ہو کر بھی نہیں
دیکھ سکتا ہے بیخ عہد اٹھ
کی اصل اور جڑ وفاداری
اور درخت کی جڑ کی حفاظت
ضروری ہے، عہد فاسد
لے شاخ جس درخت کی
جود کی گئی ہو اس کے پتوں کی سبزی
کو نہیں دیکھ سکتا ہے
جڑ درخت ہے، پتوں کے
جھڑ جانے سے کوئی نقصان
نہیں ہے پتے ہوا جائیں گے
تو شکر کسی انسان کے علم سے
دھوکہ نہ کھا جائے، دیکھنا
پائے کے انہیں وفادار لگا کہ
ہے یا نہیں وفادار کسی انسان
کا جوہر ہے۔

جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اس درخت کی طرح ہے جو جڑ بھگ جائے سے پھلوں سے محروم ہو گیا ہو۔

در بیان آنکہ مرد بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثر دولت
اس کا بیان کہ بیمار انسان جب بیماری میں لگ جاتا ہے اور غریبوں کی دولت
نیکو کاراں بر بدین شیطان صفت شود و مانع خیر گردد و از حسد
کا اثر دیکھتا ہے شیطان پیدا ہو جاتا ہے اور حسد سے خطایں کی طرح بھٹائی پھیلنے لگتی
پہچوں شیطان کہ خرمن سوختہ ہم را خرمن سوختہ خواهد
بجہا ہے کیونکہ جس کا شیطان مل گیا ہو سب کو بھٹے ہوئے کلیان کالا پاتا ہے
اَنَا يَتِ الَّذِي يَشْهَى عَبْدًا اِذَا صَلَّى
کہا کرتے ہیں دکھا میں کو جو بندہ کہ سوختا ہے جبکہ نماز پڑھتا ہے

لکھ دیکھنا۔ انسان جب
خود بھلا نہیں ہے (مرد) ہوتا ہے
تو دوسروں کی بھلائیوں سے
شیطان کی طرح بھٹنے لگتا ہے
اور پچھتاہے وہ بھی بھلائیوں کو
محروم ہو جاتا ہے اور مال و دولت
کا تحفہ انھیں کو نماز پڑھتے
نہ دیکھ سکتا تھا۔ واقعہ یہ کہ
تمام انسان باطل انسانوں
پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہے
ہرگز نیک کاتب کو نیک کا
دیکھنا چاہتا ہے مگر خواہی
اگر انسان اس انہی صفت
بچا جائے تو خود کو کامیاب بنا

و ایاں را چوں بر بینی کردہ شود
جب تو ادا ملے گا تو سو مند دیکھتا ہے
ہر کہ را باشد مزاج طبع مست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مست ہو
مگر خواہی رشک الیسی بیا
اگر شیطان کا سامنے نہیں کرنا پاتا ہے تو کہا
تو جو شیطان نے شوی آنجا حسود
تو جو شیطان کی طرح اس وقت حاضر ہوتا ہے
او نخواہد پیچا کس را تند دست
وہ کسی کو تصدق دیکھنا پسند نہیں کرتا
از در و عوے بدر گاہ وفا
دھوکے کے دھانے علم پر کر، خاک و گلابیں
دیکھنا

پس موعائے خشک ہیں آنیک بخت

لے نیک بخت! خشک وہا کہ چھڑے

گزرنہ داری دانہ ایند زراں عا

آزیرے اس دانہ نہیں ہے دانہ تالے اس تالے

پچھو مہم درد بودش دانہ

میں درد کہ حضرت مہم آنکے پس درد تھا دانہ تھا

زانکہ وافی بوداں خاتون راد

کیونکہ وہا خاتون وصال تھیں

آں جماعت راکہ وافی بودہ اند

جو راکہ وصال دار ہوتے ہیں

گشت دریا ہا شکم پر داز شاں

دریا ان کے پردیش کرنے والے سخن ہیں

گشت دریا ہا سحر شاں و کوہ

دریا اور پہاڑ ان کے تابع و مناسبت ہیں

ایش خود اگر امیتا نہ بہر شا

و دکھانے کے لئے اکرم ہے

آں کر امتہائے پنہاں شاں اک

ان کے وہ پوشیدہ گناہیں ہیں کہ وہ

کاراں دار خود آں باشد لہ

وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ ابی ہوتے ہیں

بلکہ باشد در ترقی دیم

بلکہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں

کز شاں دانہ می خواہد دخت

جو کہ دانہ بکیرا ہے و دخت چاہت ہے

بخشدت نخلی کہ نعم مناسعی

تجہ کجور غارت کرے کایونک اپنے جو کوشش

سبز کرداں نخل را صاحب فنی

صاحب تہہ ہونے میں کجور کو سرسبز کر دیا

بے مرادش دادیزداں صد مراد

اللہ نے ان کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دیدیں

برہمہ اصناف شاں فرورہ اند

تمام طبقوں پر ان کو نصیب دے دی گئی ہے

صحن میدانہا تاندا رداں

میدانوں کی دست آویز کے مانڈے رداں اسکی

چار عنصر نیز بندہ آں گروہ

اس جماعت کے ہاں چار عناصر بھی لاپہنے

تا بہینند اہل انکاراں عیاں

تا کہ شکین واضح طور پر دیکھ لیں

در بناید در حواس و در پیاں

حواس اور بیان میں نہیں مستہیں

دائماں نے منقطع نے مسترد

مستل، منقطع ہوتے ہیں، مسترد

ہست آں بخشندہ صبا کرم

وہ عطا کرنے والا کریم ہے

لے تجو مہم حضرت مہم

نے کجور کی مجلس میں مولیٰ حق

ابنہ ان کو درد تھامی ہے

دخت آگ آگیا ان کو موت

اٹکے مہم کھانے والے

سبک اللہ ہیں مکتوف نظر

موتی نے تابوت میں میا میں

رہتے تھے ایدھوت برتن

لے کھول کے بیٹ میں میا میں

رہتے ہوئے ہندش پانی

ہا کہ صبر مختلف جگہ بتا دیا

چے لاک اپنی ہوا جیتی لے

انہما کی سدا کی

لے حق خود بکھرے عس

دگوں کو دکھانے کے لئے

پاتے ہیں آں کو استہائے بیک

باہن کو استہائے جوام کک بکھڑا

سے غنی ہوتی ہیں وہا صل

نہیں اور وہ مہم بڑھتی

رہتی ہیں مہم کو استقامت

فی الدین اتجاہ منت و غیر

شرح

اوپر ایک شخص کے دعوے نبوت کرنے اور لوگوں کے

اس کی تکذیب کرنے کا ذکر تھا۔ اب مولانا مضمون ارشاد کیا

کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور منطاط انتقال مطلق دعوے پیغمبری ہے۔ خصوصیت

کذب دعوے کو اس میں دخل نہیں فیض اس مضمون میں پیغمبری سے مراد مطلق احکام
خداوندی کا پہنچانا ہے خواہ پہنچانے والا نبی ہو یا نائب نبی۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب
حل سنو! مولانا فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اسکی تکذیب کرنا کچھ بعید نہیں کیونکہ خیر وہ
تو جھوٹا تھا یہ تو سچوں کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ اسلئے ان کے سامنے پیغام رسانی حق
سجائے کا دعوے کرنا یونہی بے سود ہے۔ جیسے پہاڑ سے طالب تعقل ہونا۔ بھلا کوئی
پہاڑ اور پتھر سے بھی طالب تعقل ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ مسائل دقیقہ کو سمجھ
اور یاد رکھے۔ کوئی بھی نہیں۔ کیونکہ اسکی یہ توقع ہی فضول ہے اسلئے کہ اس کا تو یہ کام
ہے کہ جو تم کہو گے وہی وہ کہہ دے گا۔ اور یوں دل لگی کر یگا جیسے دل لگی بازیک
کرتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی یہ توقع رکھنا کہ وہ مسائل احکام
الہیہ کو سمجھیں گے اور اس بنا پر ان کے سامنے دعوے پیغام رسانی کرنا بے سود ہے کیونکہ
یہ بھی ان کو سنکر مسخرہ پن کریں گے۔ پسے کجایہ قوم کجا پیغام خداوندی۔ کیونکہ یہ
تو پتھر ہیں اور پتھروں سے توقع فہم و فبول کون رکھ سکتا ہے۔

ان کی یہ حالت ہے کہ اگر تم کسی عورت یا رُپے پیسے کا پیغام لاؤ اور یوں کہو کہ
فلان مقام پر ایک پری زاد تمہیں بلاتا ہے اور تم پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور گو تم اسے جانتے
ہو۔ مگر وہ تمہیں جانتا ہے۔ تو اس کو خوشی سے قبول کر لیں گے اور تمام مال و دولت بلکہ
جان تک تمہارے سامنے حاضر کر دیں گے لیکن اگر تم خدا کا شیریں پیام لاؤ۔ اور کہو کہ خدا
تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ تم اس جہاں فانی دے دے مگر سامان سے۔ عالم باقی و باسٹر سامان
کی طرف چلو۔ اور جبکہ تمہارے لئے بقا ممکن ہے تو خواہ مخواہ فانی نہ ہو۔ تو اس کا نتیجہ
ہوگا کہ تمہارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ اور تمہارے جان لینے اور سرتار کرنے کے
دُر پے ہو جائیں گے۔ اور یہ غیرت دین و ایمان کی بنا پر نہ ہوگا (کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو اسکو
صرف مدعی کا ذب تک محدود رہنا چاہیئے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مدعیان صادق کے

ساتھ بھی ان کا یہی بڑا ذہن ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس کا منشا محبت دینی نہیں ہے، بلکہ منشا اس کا حب دنیا ہے اور دنیا کیساتھ دوستی کے سبب ان کو یہ بیان اچھا نہیں معلوم ہوا اور ان کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے گدھے کی چانچ جب گدھے کے زخم پر کپڑا خوب چپک جاتا ہے تو جس وقت تم اس کو جدا کرنا چاہتے ہو تو وہ یقیناً تکلیف سے دلتی پھینکتا ہے۔ پس وہ شخص بہت ہی اچھا ہے جو اس سے بچے اور اُس کے زخم کو نہ چھڑے اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دے کیونکہ وہ زخم پر سے کپڑا اکھڑنے والے پر یقیناً دلتی پھینکتا ہے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ سچا

زخم ہوں۔ اور ہر زخم پر کپڑا چپکا ہو۔ اور زخم کی حالت اتنی خراب ہو کہ اس سے خون ویسپ جاری ہو اور کپڑا خون وغیرہ میں ڈوبا ہوا ہو۔ ایسی حالت میں تو بالاولیٰ دولتیاں بھینکے گا۔ پس لوگ گدھے ہیں اور ان کے حرص زخم اور امور دنیویہ کپڑا۔ پس جس کے اندر جس قدر حرص زیادہ ہوگی اسی قدر زخم زیادہ ہوں گے اور اُسی قدر ان سے کپڑا اٹھڑانا یعنی تعلقات قطع کرنا زیادہ ناگوار ہوگا۔ اور ترک تعلقات دنیویہ ان کو اسے بھی ناگوار ہونا چاہیے کہ دنیا ایک دیرانہ ہے اور لوگ اُلٹے۔ اور اُنوں کا گھربار تو دیرانہ ہی ہوتا ہے۔ وہ بغداد اور طبرس کے اوصاف سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دیرانہ کو چھوڑ کر وہاں جانا۔ تو درکنار۔ ان اُلٹوں (دنیا داروں) کے پاس اگر کوئی شاہی باز (عارف حق) آتا ہے اور بادشاہ کے سینکڑوں عجیب عجیب حالات بیان کرتا ہے اور دارالسلطنت (عالم غیب) اور باغ (جنت) اور نہروں (انہارِ جنت) کے حالات بیان کرتا ہے تو ان میں سے ہر دشمن اس کا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ باز (عارف) کیسا پرانے بنیاد قصہ لیکر آیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کا پتہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ کہتا ہے سب نفاظی اور شیخی سے کہتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے کہنہ اور ناکارہ اور ہمیشہ مڑے گلے رہنے والے اور

نا قابل اصلاح معترضین ہیں ورنہ اہل اللہ کا کلام تو پُرانوں کو نیا اور ناقصین کو کامل بنا دیتا ہے اور عرصہ دراز کے مردہ دلوں کو حیات روحانی بخشتا ہے اور انکو تاج عقل اور نور ایمان بخشتا ہے۔ جب عارف کی یہ حالت ہے تو لے اہل دنیا تو تم اس جان بخش داریا سے اپنا دل نہ چڑاؤ۔ بلکہ اسکو اس کے حوالہ کر دو۔ تاکہ وہ تم کو عزت کے گھوڑے پر سوار کرے اور تم مقرب عند اللہ ہو جاؤ۔ اور تم اس عزت بخشے اور تاج شاہی عطا کرنے والے سے سرکشی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے دل کے پاؤں ان سینکڑوں گریہوں کو کھول دے گا۔ جس سے وہ ناسوت میں مجبوس ہو رہا ہے۔

مولانا جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کو لوگوں کی نااہلیت سے تنگی لاحق ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ میں یہ مضامین کسے بیان کروں اس خراب آباد دنیا میں زندہ اور صاحب دل کون ہے جو میری بات کو سنے اور سمجھے اور اس آبِ حیات کا طالب کون ہے جو اس کی طرف دوڑے۔ کوئی بھی نہیں پھر میرا کہنا فضول ہے۔ اگر کوئی ناقص کہے کہ میں عاشق حق ہوں۔ اور میں اس کلام کا طالب ہوں۔ تو میں اسے کہتا ہوں کہ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم ایک ذلت سے اس عشق کو سلام کرو گے اس لئے تم عاشق نہیں ہو اور عشق کی تو تم کو ہوا بھی نہیں مگر بلکہ تم نے عشق کا صرف نام سن لیا ہے۔ عشق حق یوں آسانی سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سینکڑوں ناز اور بہت کچھ سخت اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے وہ بہت سے ناز کر کے اور خوب آزمائش کے ماتھے آتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ خود بادشاہ ہے اس لئے اپنے طالب کے اندر بھی وفاداری دیکھتا ہے اور وہ وفاداری کو چاہتا ہے۔ بے وفا کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ پس اگر تم عشق کے طالب ہو۔ تو وفادار بنو۔۔۔۔۔ یاد رکھو کہ آدمی بمنزلہ درخت کے ہے اور علم بمنزلہ پتوں کے اور وفائے عہد حق سبحانہ بمنزلہ (جسٹر کے اور الطاف و عنایات حق سبحانہ بمنزلہ ثمرات کے۔ پس تم کو چاہیے کہ پوری کوشش سے جڑ کی حفاظت کرو۔ اور وفائے عہد حق سبحانہ یعنی تقویٰ میں

خلل نہ آنے دو۔ کیونکہ اگر وفائے عہد میں خلل آئے گا تو جڑ خراب ہو جائیگی۔ کیونکہ عہد فاسد
 بمنزلہ بوسیدہ جڑ کے ہے پس درخت آدمی ثمرات الطافی حق سے محروم ہو جائیگا
 دیکھو! اگر اس درخت کی شاخیں اور پتے سبز ہوں یعنی علم آدمی کو حاصل ہو
 اور جڑ خراب ہو۔ یعنی تقوٰے میں خرابی ہو تو یہ سبزی شاخ و برگ مفید نہ ہوگی لیکن اگر
 سبز پتے نہیں ہیں اور علم دین میں نقصان ہے مگر جڑ یعنی تقوٰے درست ہے تو اس
 اثر سے سینکڑوں پتے پھوٹ آئیں گے اور سینکڑوں طرح کے علوم اسے حاصل ہونگے
 پس تم کو کسی کے علم سے دھوکا نہ کھانا چاہیے بلکہ وفائے عہد یعنی تقوٰے ڈھونڈنا چاہئے
 ایک وجہ تو اسکی وہ تھی جو ابھی بیان کی گئی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف علم بمنزلہ چھلکے
 کے ہے اور وفائے عہد بمنزلہ مغز کے۔ پس وفائے عہد مطلوب ہوگی نفس علم
 مطلوب نہ ہوگا۔ مگر تم خود تو کیا دفا کرتے۔ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ جب تم دیکھتے ہو کہ
 اہل وفا نفع اٹھا رہے ہیں اور ان کی دفا کے ثمرات ان کو ملتے ہیں تو تم شیطان کی طرح
 ان پر حسد کرتے ہو۔ اور ہونا بھی یہی چاہیے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس مزاج اور طبیعت
 میں غلّ ہوتا ہے وہ دوسروں کی تندرستی نہیں چاہتا۔ پس اگر تم اس رشک و حسد...
 شیطانی سے بچنا چاہتے ہو تو دعوائے خودی کو چھوڑ کر دفا اختیار کرو اور جبکہ تم اپنے
 اندر دفا نہیں رکھتے تو خاموشی اختیار کرو۔ کیونکہ گفتگو اکثر اوقات دعویٰ ماومن
 یعنی دعویٰ خودی سے خالی نہیں ہوتی۔ اسکی تمہارا دعویٰ چھوٹے گا اور دفا تمہارے
 اندر پیدا ہوگی۔ کیونکہ جب تک گفتگو سینہ کے اندر ہوتی ہے تو اس میں یہ خاصیت ہے
 کہ اسکی کمالات روحانیہ کی جو کہ بمنزلہ مغز کے ہیں آمد ہوتی ہے اور کمالات مذکورہ کو اس
 سے بہت ترقی ہوتی ہے لیکن جب وہ زبان پر آجاتے ہیں تو وہ کمالات خرچ ہونے
 لگتے ہیں پس تم خرچ میں کمی نہ کرو۔ تاکہ وہ مغز کمالات باقی رہے۔
 یاد رکھو! کم گو شخص کے اندر غور و خوض کا مادہ بہت ہوتا ہے لیکن جب

آدمی زیادہ بولنے لگتا ہے تو وہ مغز فہم وغیرہ رخصت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب پوست زیادہ ہوتا ہے تو مغز کم ہو جاتا ہے اور جب پوست کم ہوتا ہے تو مغز زیادہ ہے اسکی تصدیق کے لیے تم پختہ اخروٹ، بادام اور پستہ وغیرہ کی حالت پر غور کرو۔ پس تم کو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

پس تم وفادار بنو اور بے وفائی اور مخالفت کو چھوڑو۔ کیونکہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے وہ شیطان ہو جاتا ہے جو کہ اہل اللہ کی دولت پر حسد کرتا ہے اور جس وقت تم حق سبحانہ کے عہد طاعت کو پورا کر دگے۔ حق سبحانہ اپنے کرم سے تمہارے عہد جزا کو ملحوظ رکھیں گے اور اسے پورا کریں گے چونکہ تم دفائے حق سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہو۔ اسلئے تمہارے گوش جہت میں اذ کو دینی اذ کو کفر نہیں پہنچا اور تم جزائے حق سبحانہ سے حالاً ناواقف ہو۔ پس تم کان لگاؤ اور اقل اوقول بعہد حق کو سنو۔ اور اس حکم پر کاربند ہو۔ تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے اوف بعہد کفر پر عمل ہو اور تمہیں اس کا نتیجہ ملے۔ ہمارے عہد اور ہمارے فرض یعنی طاعت کی ایسی مثال ہے جیسے خشک دانہ زمین میں ہونا کہ اس کے زمین کو فائدہ اور زیادتی حاصل ہوتی ہے اور نہ مالک زمین کو اس کی تو نگری حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ صرف اس میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ مجھے اس قسم کی چیز کی ضرورت ہے جو کہ تو نے عدم سے دی ہے۔ یعنی میں اس کے مناسب جزا چاہتا ہوں میں نے وہ تیری نعمت کھالی۔ اور اب یہ دانہ بطور نشانی کے لایا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس قسم کی نعمت ہمیں اور دیجئے پس جس طرح بیج بونے میں خود اپنا ہی نفع ہے یوں ہی طاعت میں ہی خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ عمل و طاعت بمنزلہ دانہ کے ہے۔ تو اب تم کو چاہیئے کہ ثمرات کے لیے صرف دعا نہ کرو کیونکہ درخت مقفنی ہے دانہ افشانی کو اور اس کے بدول توقع ثمرات لا حاصل ہے لیکن اگر تمہارے پاس دانہ اور طاعت نہیں ہے تو دعا ہی کرو کہ حق سبحانہ اسی دعا ہی سے تمہیں درخت یعنی

نتائجِ حمیدہ عطا فرمائیں گے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی سعی اور کوشش ہے اور کوشش جو بھی ہو اچھی ہے۔ چنانچہ مریم علیہا السلام کے پاس دانہ نہیں تھا صرف درد اور سوز تھا۔ اسی سے حق سبحانہ نے ان کے لیے نخل کو سرسبز کر دیا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام چونکہ وفاتے حق سبحانہ میں ثابت قدم تھیں۔ اسلئے حق سبحانہ نے ان کو بدوے انکی طلب کے سیکڑوں مرادیں عطا فرمائیں اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ جو لوگ وفاتے حق میں ثابت قدم تھے انکو تمام عالم سے بڑھا دیا ہے اور وہ انعامات ان پر کئے گئے ہیں جو اور کسی پر نہیں کئے گئے۔ چنانچہ دریاؤں نے ان کے لئے اپنا پیٹ خالی کر دیا اور وہ خشک ہو گئے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوا۔ اور ان کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے میدانے ان کے اسرار کا قفل نہیں کر سکتے۔

[فائدہ: گشتِ دریا ہائیکم پر دازِ شان " کو الحاقی شعر سمجھا گیا ہے] نیز ان کے

لیے دریاؤں اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا گیا ہے۔ فیضِ عناصرِ ربہ ان کے غلام ہیں یعنی بحکمِ الہی اوقاتِ خاصہ میں خرقِ عادات کے طور پر ان کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں ان کی یہ کرامتیں تو بطور نشانی کے ہیں تاکہ اس درپچہ سے منکرین کو آپ کی وہ مخفی کرامتیں مشاہد ہو جائیں جو حواس میں نہیں آسکتیں اور بیان میں نہیں سما سکتیں۔ کیونکہ یہ فانی ہیں اور نہ

باقی اور کار آمد دُہی شے ہے جو ہمیشہ رہے کہ نہ تو ختم ہو۔ اور نہ واپس لی جائے بلکہ ہمیشہ برہمتی رہے اسلئے کہ اس کا دینے والا صاحبِ کرم ہے جو نہ اپنا اکرام روکتا ہے کہ وہ ختم ہو جائے۔ اور نہ واپس لیتا ہے کہ مسترد ہو جائے۔ بلکہ ہمیشہ بڑھاتا رہتا ہے جسکی ترقی ہوتی رہتی ہے

در مناجات

۳۰ اے دہندہ چونکہ پہلے

وفا داری اور عہد کی پابندی
کا ذکر کیا تھا تو سنانے اسکے

لئے دعا شروع کر دی ہے
جے ثباتی میں عہد پختہ نہ رہتا
اور رجن کاموں میں استعجال
اور پابندی ضروری ہے نہ
میں اس شرف ہو جائیوے
نفس کو پابندی عطا کرے۔

لے گا ترازو کا پلاہ میں اسی
ترازو کا پلاہ جو قیمت میں احوال
کو تولیے کیلئے قائم کیا جائے گی۔
مترنگوں بہرہ دے میں جوئے
بہرہ ضروری خشک دجے
انسان شیطان صفت ہے
خضع ہونا ہے۔

اے دہندہ قوت تمکین و حیثیت

اے روری اور استعجال اور پابندی عہد کی پابندی
اندر اس کا ریکہ ثابت ہو رہی است
نہیں وہ جس پابندی کے ت اہل ہے

اندر اس کا ریکہ دار داس ثابت
وہ نام جو پابند ہوا ہو

صبر شان بخش و کفہ میں اں گراں

اے کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلاہ
وز حسودی باز شاں خراے کریم
اے کریم ! اں کو حسد سے بھالے

خلق رازیں بے ثباتی دہ نجات

مخلوق کو اس میں پابندی ہے نہات دہندے
قائم دہ نفس را کہ منتہی است
نفس کو نیکاد عہد کی پابندی دہ پلاہ جائیوے

قائم دہ نفس را بخشش حیثیت

نفس کو شکا دے اہل کو زندگی بخشش
وارہاں شاں از دم صورت گراں

بہرہ دیوں سے اں کو نہات دے
تا نہا شد از حد دیو و جیم
تا کہ وہ خند کی وجہ سے مردار شیطان نہ بنیں

شرح

چونکہ اوپر دوام کرامت و تقرب عند اللہ کا ذکر تھا جو مستلزم

تھا دوام طاعت کو۔ اسلئے مولانا دوام طاعت کی توفیق

کی مناجات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "اے غذا اور تمکین و ثبات

و استقامت دینے والے خدا ! مخلوق کو اس ڈھل بیل پن سے چھڑا دے اور جس کام

میں استقامت ہونی چاہیے۔ اس پر نفس کو استقامت عطا فرما۔ کیونکہ یہ اس پر قائم...

نہیں رہتا بلکہ اسگ بھر جاتا ہے اور جو کام اپنے بہتر نتیجہ کے لحاظ سے باقی رہنے والا ہو۔

یعنی طاعت۔ تو اس پر نفس کو جلا دے۔ اور اس ذریعہ سے اسے حیات بخش انکو صبر

علی الطاعة نصیب فرما۔ اور ان کی نیکیوں کے بدلہ کو بھاری کر۔ اور تو انہیں

صورت نگروں یعنی صورت میں مجبوس لوگوں کے پھندوں سے چھڑا دے۔ (غالباً مراد

صورت نگروں سے نفس شیطان ہیں) اور ان کو بند گان خاص کے حسد سے نجات دے

تا کہ یہ لوگ اس حسد کی بدولت شیطان نہ ہو جائیں۔

در لیم فانی و مال و جسد
فانی کنترن ادر مالی اور جسم میں
بادشاہاں میں کہ لشکر می کشند
بادشاہوں کو کہ لشکر کشی کرتے ہیں
عاشقان لبست ان پر قنذر
گندہی عجزوں کے عاشق
وہس ورامین خسرو شیریں بخواں
وہس لڑکائیں، خسرو اور شیریں کا عشق بڑھلے
تا افتاشند عاشق و معشوق نیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق ہوں فنا ہو گیا
پاک الہی کہ عدم برہم مند
خدا (فنا ہے) پاک ہے کیونکہ عدم کو بھارتا ہو
در دل نہ دل حسد ہا سر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جلتے ہیں
ایں زمانے کہ ہمہ مشفق تر اند
یہ عرصہ جس کے زیادہ شفقت کرنا ہی
تا کہ مر دالے کہ خود شکیں دل اند
یہاں تک کہ مر د جو خود مسکول ہیں
گر نکرے شرع افسون لطیف
اگر خربت پاکہ نہ اندیر، مستور نہ کرتی
شرع بہر دفع شر را می زند
شرعت شر کو دفع کرنے کیلئے ایک تدبیر کرتی ہو
از گواہ و از یمین و از نگول
گواہ اور قسم اور قیم کے انکار کے ذریعہ
مشل میزانی کہ خوش کرد و دود
خداوند کی طرح کہیں میں دھن عاشق خوش
شرع چوں کیل و تر از و دان
شرع کی طرح کیل و تر از و دان
خبر سے کہ قیامت بیاں ہو زندگ کی طرح سمجھ
گر تر از و نبود آن جسم از جلال
اگر تر از و نہ ہو تو وہ جسم جگہ سے کی دور ہے

چوں ہی سوزند عامہ از حسد
عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟
از حسد خوشان خود را می کشند
حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں
کردہ قصد خون جان یکے گز
ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں
تا چہ کردند از حسد آں ابلہاں
ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے
کہ نہ چیزند و ہواشاں ہم پنجیز
کیونکہ ناچیز تھے انسان کی محبت ہی ناچیز تھی
مر عدم را بر عدم عاشق کند
عدم کو عدم پر عاشق بنا جاتا ہے
نیست او بہت را مضطر کند
معدم اور مر د کو کہ بے ہیں کرتا ہے
از حسد و دضرة خود را می خوردند
حسد کی وجہ سے دوسرے اپنے آپ کو کھا جاتے ہیں
از حسد اندر کد میں منزل اند
حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟
برادریدے ہر کے جسم حریف
ہر شخص مخالف کا جسم ہمارا اوقات
دیو را در شیشہ رنجت کند
بھوت کو دھن کی دھن میں نہ کرتی ہے
تا بہ شیشہ در و دیو فصول
تا کہ بہرہ بھوت، دھن میں آجسائے
جمع می آید یقیں در منزل و جد
یقیناً حلقہ بر جاتے ہیں غافل میں اور نہ ملکیں کی
کہ بد خصماں رہند از جنگ و
کیونکہ جگہوں والے ان کے ذریعہ سے لڑائی اور نہ سوزت
کے رہا از دم جیف اھیال
ظلم اور جھڑپ کی وجہ سے کہ جھڑپ لگے؟

نہیں نہ لڑا نہ ہے نہ بہت نہ جانتا نہ ہوا نہ ہو کر نہ کرتا نہ ہے

حسد مرا ایسی چیز دیر ہوتا
حسد جو عورتی ہے، باخشاں
باضاہد رشتہ داروں کو محض
حسد کی وجہ سے قتل کر دیتے
ہیں۔ باخشاں، غالی اور بھرت
کے لازم سے بڑے مشغولوں کے
حشق میں عاشق ایک دوسرے
کو قتل کر دیتے ہیں۔ دوسرے بھی
مسفوق کے عاشق راہیں غفلت
کو قتل کی غرض و خیریں کے
عاشق نے فراموش کر دیا۔
لے باخشاں، جس حد کے
تجربہ میں عاشق بھی باہر اور
مشغول ہیں ہمیشہ زندہ رہا۔
پاک عشق ہو تو ذات الہی
سے جو ہمیشہ باقی رہے والی
ہے کہ عدم، غالی مشغول کرنا
کر دیتا ہے غالی کو غالی و عشق
بنادیتا ہے ورنہ وہ عاشق
جاچے آپ کہ بے دل کہتا ہے
انکے دل میں حسد سر جھارتا
ہے رہتا ہے حسد تو دھن
شفقت کا اتار نہ ہوا ہے کہ
دھن محکم میں جتنا ہی ایک
سویں دوسری سو کی کو کھاتے
جاتے ہیں۔
لے اگر دالے جب موت
کا یہ چلے تو سنگدل مردوں کے
احوال کا اذان دے۔ انہیں غرض
ہی کہ اس امداد کے لاکھ کھرتا
مستور ہے کہیں کو کس کے ذریعہ
ملے آگاہ، اگر ملے کہ پس
کہ ہیں تو شرت کیلئے جس
گاہ جب کہ بھلتے ہیں وہ
تو طے سے قسم لیا جاتی ہے
جس کی قسم اور ہے امداد پر
نہ لایا جاتا ہے سنگدل قسم ہے
ان کا کہ عشق پہلے نہ تھیں
کو ملنے کر کے یا طرہ لایا
ہی ہے یہ کہ تر از و فریق

ملحق کر رہا ہے۔ خیر۔
شرعی فیصلہ نہیں کیلئے اس
طرح امام اطمینان ہوتا ہے
جن طرح ہرگز نہ کرنا
کر فیصلہ کرنا امام اطمینان
ہوتا ہے۔ جنت و جہنم
چند گری۔

کے جس جب نہاکی ناہیا
ہیروں میں خدا اور ملک کا
یہ حال ہے تو غریب نصرت
میں خداوند ملک کا امانہ
خود ملک اور آقا میں شیطان
تو ماسد ہوتا ہی ہے انسان
بھی خدا کے شیطان میں
ہیں جا کا ہے۔ اگرچہ غریب
میں شیطان کی دلیس تانی
گئی ہیں ایک جتن ایک پس
تو جتن شیطان جو کسی ماسد
میں خود عاجز آتا ہے تو ہر
انسان میں سے شیطان کر
اپنی مدد کیے جا رہے۔ انسان
خدا میں شک ہوتا
کے کہ شیطان اور اس پر کر
انسان شیطانوں کو پکارتا ہے۔
یاد رہے کہ شیطان خود کر
عزت کے۔ اگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا
ہے تو جتن اور انسان شیطان
اپنے غرض سے جتن کر کے
اگر کسی سے شک ہوتا ہے

پس دریں ہر دوزخ شت بے وفا
تو اس ہر دوزخ ہر بے وفا (دعا) میں
پیش دران اقبال و دولت چوں
تو اس ہر دوزخ ہر بے وفا (دعا) میں
اے شیطانیں خود خود کہہ نہ اند
وہ شیطان خود ہر بے وفا (دعا) میں
واں بنی آدم کہ عیساں گشتہ اند
وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ اپنے
از بے برخواں کہ شیطانیں پس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان
دیو چوں عاجز شود از اقبال
شیطان جملہ انسان کے خدا میں پڑھ لے کہ عاجز آجاتا
کہ عیساں یارید با ما، یارینے
کہ ہماری دوست ہو، مدد کرو
گر کے راہ زند اندر جہاں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہنمائی کرتے ہیں
وہ کے جاں بردار شد در دین
اگر کسی نے جان پھال اور دین میں ہلکے ہو گیا
ہر دوزخ خایہ زندان حسد
دوزخ حسد سے دانت پیچنے ہیں

اس ہر رشکست خصمی وجفا
پورا رشک اور جھگڑا اور غم ہے
چوں شود جتنی و انسی در حسد
جتن اور انسان کے خدا میں ہوں گے؟
یک زماں از رہنری خالی نیند
تو ہی رہنمائی کے لئے ہیں رہنمائی کے خالی نہیں ہیں
از حسودی نیز شیطان گشتہ اند
وہ بھی خدا کے دوزخ سے شیطان ہیں گئے ہیں
گشتہ اند از مسخ حق بادیو نفس
انسان ہوتا ہے کہ جس کے شیطان کے ہم نہیں جتنے
استعانت جوید از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے
جانب مانیر، جانب دایینے
ہمارے جانب، اور ہمارے جانب داری کرو
ہر دو گوں شیطان کاید شادمان
تو دوزخ قسم کے شیطان غرض ہوتے ہیں
نوحہ میار زنداں دور شک مند
دوزخ رشک کرنے والے دوتے ہیں
بر کے کہ دادا دیب اور از خرد
اس شخص پر جس کو مستانہ نے من بکھا دی ہو

وہاں

شرح

یہاں مولانا اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ پر حسد ہوتا
جس کا انہوں نے شعر ”ہر کہ او عیساں کند شیطان شود“

کہ حسود دولت نیکاں شود۔ دوزخ حسودی باز شاں خراے کریم دعویٰ کیا
ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ دیکھو! نعمتہا تھیں فانیہ اور اموال و ابدان کے بارہ میں عام
لوگ کیسے چلتے ہیں۔ مثلاً کوئی راحت میں ہے۔ دوسرا اسے دیکھ کر جلتا ہے یا کسی کے

پاس مال ہے اور دوسرا اُسے دیکھ کر جلتا ہے۔ یا کوئی تندرست ہے اور دوسرا اُسے دیکھ کر جلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اور دیکھو! بادشاہ جو کہ شکر کشتی کرتے ہیں۔ اسکی یہ حالت ہے کہ حد سے اپنے عزیزوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اور سناں جو لوگ ان حسینوں پر عاشق ہوتے ہیں جن کے اندر گوہ بھل ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کا خون کرنے اور اس کی جان لینے کے درپے ہوتے ہیں۔ چنانچہ دیس اور امین۔ خضر اور شیریں کا قصہ پڑھ لو۔ اور دیکھ لو کہ ان احمقوں نے کیا کیا۔ اور ان کے حسد کا نتیجہ کیا ہوا یہ ہوا کہ عاشق بھی مٹ گیا اور معشوق بھی۔ حالانکہ نہ ان عاشقوں میں کوئی خوبی تھی اور نہ ان کے معشوق میں کچھ تھی۔ پس جبکہ عاشقانِ رمی بھی کوئی چیز نہیں اور ان کے معشوق بھی لاشے ہیں تو بے ساختہ دل سے نکلتا ہے کہ پاک ہے وہ خدا جو اعدام کو گڈ ٹڈ کرتا۔ یعنی ایک عدم کو دوسرے عدم پر عاشق کرتا ہے اور اسی دل میں جو حقیقت میں دل نہیں ہے حسد پیدا کرتا ہے۔

اس قسم حق سبحانہ کی قدرت اور قوت کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ وہ موجود حقیقی اعدام کو یوں مضطر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ تم کو امثلہ بالا سے معلوم ہوا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب پھر مضمون سابق سنو۔ یہ عورتیں جو اپنی نرم دلی کے سبب سب سے مشفق ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے کہ حسد سے ایک سوت دوسرے سوت کو کھائے جاتی ہیں اسگ سمجھ لو کہ مرد جو کہ سنگ دل ہیں ان کا حسد کس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہوگا۔ شریعتِ مطہرہ کا بڑا احسان ہے کہ اس شخص قوانینِ ضوابط مقرر کر کے اس کے مفاسد کی روک تھام کر دی۔ ورنہ اگر شریعت یہ پاکیزہ تدبیر نہ کرتی تو ہر شخص اپنے مقابل کے ٹکڑے کر ڈالتا۔ ہذا شریعت نے اس مفسدہ کا انسداد کیا۔ اور وہ قوانین و ضوابط پر رائے زنی کرتی ہے۔ اور شیطان یعنی حاسد کو حجت کے شیشہ میں

بند کرتی ہے یعنی اسے قانون سے مغلوب کرتی ہے چنانچہ مدعی سے کہتے ہیں گواہ لاؤ۔ اور اگر وہ گواہ نہیں پیش کر سکتا تو مدعا علیہ سے کہتے ہیں کہ قسم کھاؤ اس پر اگر وہ قسم کھا لیتا ہے تو اُسے چھوڑ دیتی ہے اور اگر قسم سے انکار کرتا ہے تو اس پر ڈگری کرتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان شیشہ میں بند ہو جاتا ہے یعنی حاسد مغلوب اور مجبور ہو جاتا ہے۔

اس قانون کی ایسی مثال ہے جیسے ترازو۔ کہ اس میں دو مخالف ہر حالت میں متفق ہو جاتے ہیں مثلاً جب کسی شے کے وزن میں اختلاف ہوتا ہے تو ترازو کو حکم بنتے ہیں۔ اور جو فیصلہ وہ کرتی ہے اسے فریقین بخوشی تسلیم کرتے ہیں جس سے یہی حالت قانون شرعی کی ہے کہ جب دو شخصوں میں نزاع ہو جائے تو شریعت حکم بنتی ہے اور اس کا فیصلہ ہر دو فریق کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اگر ترازو شریعت نہ ہو تو کوئی فریق بھی اپنے جھگڑا لوہے کے سبب ظلم اور مکر کے شبہ سے نہیں چھوٹ سکتا اسلئے ضرورت ہے اس ترازو کی۔

خیر! یہ مضمون تو استطراوی تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ جب اس مدار اور مکر وہ اور بے وفا دنیا کی یہ حالت ہے کہ اس کے بارہ میں اس قدر رشک اور عداوت اور ظلم ہے تو اس اقبال اور دولت میں تو بالاد لے ہونا چاہیے۔ جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔ پس تم سمجھ سکتے ہو کہ اس حسد میں جن دانش کی کیا حالت ہوگی پس اہل اللہ کا محسود ہونا ثابت ہو گیا۔

اب سنو! کہ شیاطین تو قدیمی دشمن ہیں اور محفوظی دیر کے لیے بھی راہزنی سے فارغ نہیں ہوتے۔ ان کا تذکرہ ہی کیا ہے کہبت تو یہ ہے کہ وہ آدمی بھی جو گناہوں کا بیج بوجھکے ہیں اور گناہ کرنے کے عادی ہو گئے ہیں حسد سے شیطان ہو گئے ہیں۔

اسلئے شیطان دو قسم کے ہو گئے اول شیطان الجن دوم شیطان الانس۔ چنانچہ

قرآن میں ان کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیطان انسی مسیح حتی سبحانہ
 سے شیاطین الجن کے ہم جنس ہو گئے ہیں [یہ مضمون مستنبط ہے قرآن سے نہ کہ عین
 ترجمہ آیت] جسوقت شیطان الجن مکہ سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ شیاطین الانس
 سے مدد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے معین ہو۔ ہماری مدد کرو۔ اور تم ہماری طرف
 ہو لہذا ہماری طرفداری کرو۔ اور اگر وہ کسی کی راہزنی کرتے ہیں تو اس کے دونوں قسم
 شیاطین کو خوشی ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی ان کی گھات سے بچ کر اپنی جان لے جاتا ہے
 اور گمراہ نہیں ہو سکتا۔ تو یہ دونوں حاسد ماتم کرتے ہیں اور جس کسی کو کوئی مصلح عقل دیتا
 ہے یعنی اسکی تربیت کر کے نفع و نقصان سمجھتے اور نقصان سے بچ کر نفع حاصل کرنے
 کے قابل بنا دیتا ہے تو یہ دونوں حاسد حسد سے دانت پلستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا
 کیوں ہوا۔

پیریدین شاہ ازاں مدعی نبوت کہ آنکہ رسول راستیں باشد
 بادشاہ ۷ نبوت کے مدعی اور نبوت کا کہہ سنا رسول پر اور ۴۰
 وثابت شود بالوچ باشد کہ کے را بخشد و یا بصحت و خدمت
 ہوئے و جس کے پاس کیا جاتا ہے کہ کسی کو بخشنے اور اس کی صحت و خدمت
 اوچ بخشش یا بند غییر نصیحت کہ زبان میگوید
 سے نہ کیا بخشش اپنی کے سوائے اس نبوت کے جوہ زبانی کرتا ہے

لہ ہر دو۔ دو فرقہ کہ کشید
 بنی کرنے والے پر فضیلت بخوت
 جس پر حسین بادشاہ نے
 اس سفر سے پر چکا کہ
 سے صاحب دینی اور دوسری
 کو کیا فائدہ ہے۔ ہاں ہے۔
 بسن اب یا اس میں پس اور یا
 اوقات کے کہ سے کے عرض
 میں ہے۔ جس پیداد افغان
 کی یا کسی میں اور میں۔
 تاکہ ملنے والوں کو کیا بلدی
 ماس برتے ہے۔ ملت مسزو
 نے کیا آپ ہے بتا ہے کہ وہ
 کو کیا فائدہ ہے جرماد میں
 کہ ماس نہیں ہوتا ہے۔

شام پیریدین کہ بارے حی صیت
 بادشاہ نے اس پر جھاکا ہتری اور سے فائدہ کیا ہے
 یا چرخشد ہر کے را در سخن
 بادشاہ نے اس میں کسی کو کہ دیتا ہے
 صیت نفع از خدش درویش
 اس کی صحت میں اس کی خدمت سے کیا فائدہ ہے؟
 گفت نوال صیت کش حاصل شد
 اس نے کہاں کیا چیز ہے جو جس کو حاصل نہ دے؟

یا چہ دولت ماند کو واصل شد
 یہ کہ کسی دولت نہ جی جو جس کو نہ ملے؟

۱۵ گیم، اس سر سے کہا
 میں نے ماہ کریری دہی وہ
 دہی نہیں ہے جو کسی برے نبی
 کے پاس آئی ہو لیکن شہد
 کی گئی کہ جو دہی آئی تھی اس
 سے تو کم درج کی نہیں ہے
 دہی کے دو قسم ہیں، ایک تو
 وہ کام نہاد دہی جو کسی نرست
 کے نہ دیکھی گئی ہو پر داخل ہو،
 دوسرے سنی اشداسے اور
 دل پر کسی بات کے آنے کے
 ہیں، سب سے نے دوسرے سنی
 مراد ہے، دہی، آدھی، تڑا پی ک
 میں ہے و آدھی زندقہ، دہی
 انصاف ابن اعدی بن اعدی
 بیوفا و من الشیخہ رحمہ
 بیتر شوق، اور تیرے رب
 نے شہد کی گئی کہ وہ کام کیا
 کہ پہلے انوں میں سے اور
 دہیوں سے، اور ان سب چیزوں
 سے ہے، یہ چیزیں ان ہلتے رہا
 لے کر تو قرآن پاک میں حضور
 کو خطاب کے فرمایا گیا ہے
 يَا اَعْطِيْنَاكَ الْكَوْثَرَ
 بے شک ہم نے تجھے کوثر
 کی ہے، کوثر یعنی جنت میں
 ایک مہل ہے جہاں اس سے
 آسمان کے ظاہری دریا بہتی
 فیوض نرادی ہیں، یا اگر شاید تو
 فرعون صفت ہے کہ تیرے
 لئے کوثر کو نہیں دیا گیا
 کوثر ان کے لئے دیا گیا
 کا پانی پانی دریا جگہوں
 میں گیا تھا، تو یہی حوضان
 آسمان کی اس کوثر ہے یہاں
 نہیں ہوتا، اس سے فوجیں
 کو نر دیا گیا ہے، یہ کوثر میں
 شخص نے حضور کی کوثر سے
 سیرانی ماس کی ہے کہ اس
 کی حالت اختیار کر، اشداسے
 حدیث شریف میں ہے عن

گیم کہ اس وحی نبی گنجہ نیست
 میں نے، یا کہ یہ خدا کے ایک کی دہی نہیں ہے
 چونکہ ادھی الرب الی الخلد است
 چونکہ اشداسے شہد کی گئی کہ وہ کام کیا، نازل ہوا ہے
 او بنور وحی حق عزوجل
 اس نے اشداسے دہی کی دہی کے زور سے
 ایں کہ گرفتار است بالامی رود
 یہ کہ ہم نے قدرت بخش ہے اور ہوا گیا ہے
 نے تو اعطیناک کوثر خواتمہ
 کیا ہے، ہم نے تجھے کوثر دیا ہے، نہیں ہے
 یا اگر نہ عونی و کوثر حیل
 یا شاہ قریون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟
 تو بہ کن بیزار شواہر عدو
 تو بہ کرے، اخلاک، ہر دہی سے بیزار ہیں جا
 ہر کہ را دیدی ز کوثر سرخرو
 تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے
 تاحب اللہ آئی در حیب
 تاکہ تو اس نے خدا سے محبت کی کی شواہر میں تہا ہے
 ہر کہ را دیدی ز کوثر خشک لب
 تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے
 زانکہ او بوجہل شد یا لولہب
 کیونکہ وہ اور جس کا اور لب ہے
 گرچہ بابائے تو بہت نام تو
 خواہ وہ بیزار آپ یا ان ہو
 از خلیل حق بیاموز ایسر
 اسے (حضرت، اور ان سے سیکھ لے
 تاکہ انحضرت اللہ آئی پیش حق
 تاکہ تو اللہ کے سامنے اس نے خدا کی محبت کیا ہے
 تاخوانی لا و الا اللہ را
 جب تک تو لا اور الا اللہ نہ پڑے گا

ہم کم از وحی دل ز نبوتیت
 پھر بھی شہد کی گئی کہ دل کی دہی سے کم نہیں ہے
 خانہ وحیش پر از جلو اشداسے
 اس کی دہی کا گھر شہد سے پھر گیا ہے
 کرد عالم را پر از شمع و گل
 دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا
 وحیش از زنبور کے کمتر بود
 اس کی دہی، شہد کی گئی ہے کہ کم ہوگی؟
 پس چرا خشکے و تشنہ ماندہ
 پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟
 بر تو خوں گشت ما خوش اعلیل
 اے بیچارہ، جو تو پھر خون اور انکار ہوئی گئی ہے
 کو ندارد آب کوثر در کردو
 جس کے کہ وہ میں آب کوثر نہیں ہے
 او محمد خوست باو گیسر خو
 وہ کوثر کے مزاج والا ہے، اس کی حالت اختیار کر
 کز دخت احمدی با اوست
 کیونکہ اس کے پاس احمدی درخت کے سبب ہیں
 دشمنش میدار چوں مرگ و تب
 اس کو موت اور بیماری کی طرح دشمنی ہو
 دور شوز و تانیفتی در کرب
 اس سے بھاگ جا، تاکہ محبت میں نہ پھنسے
 کو حقیقت بہت خوں شام تو
 کیونکہ وہ دراصل بیرون پینے والا ہے
 کہ شد او بیزار اول زید
 کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے
 تا نکیر و بر تو رشک عشق دق
 تاکہ تیرے اور برشق کا رشک محبت زائل ہو
 در نیابی منبع ایں راہ را
 اس طریقہ کا سامنے نہ پائے گا

کیوں اس کوثر سے سیراب نہیں ہوتے یا تم فرعون ہو اور وہ کوثر آبِ نیل ہے جو کہ تمہارے لیے خون ہو گیا ہے اور تم اس سے سیراب نہیں ہو سکتے اگر ایسا ہے تو فوراً توبہ کرو اور تمام ان دشمنوں سے بیزار ہو۔ جو یہ آب کوثر اپنی تو نبی میں نہیں رکھی۔ اور معارفِ الہیہ سے بے بہرہ ہیں اور جس کو تم اس آب کوثر سے سُرخرو پاؤ اور دیکھو کہ وہ اس آب کوثر سے منتفع ہے وہ محمدِ خصلت ہے اس کی موافقت کرو۔ تاکہ تم خدا کے لئے دوستی کر نیوالوں کے شمار میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ ایسے لوگ درختِ احمدی سے سببِ حاصل کئے ہوئے یعنی آپ کے فیض سے مستفیض ہیں۔ ان کے ساتھ دوستی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی خدا کے ساتھ دوستی ہے۔ اور جن کو تم اس آب کوثر سے خشک لب، اور بے بہرہ پاؤ ان کو یوں ہی دشمن جانو جیسے موت یا تپ۔ کیونکہ وہ یا ابوجہل ہے یا ابولہب۔ پس ان سے دور رہنا چاہیئے تاکہ تم تکلیف میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ خواہ وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ حقیقت میں وہ تمہارے خون پینے والے ہیں۔

اور یہ سبق تم کو خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے سب پہلے اپنے باپ آذر سے بیزاری کی تھی۔ پس تم بھی ایسا ہی کرو۔ تاکہ حق سبحانہ کے سامنے تم یوں آؤ کہ بغضِ اللہ کے ساتھ متصف ہو۔ اور اس بغض کی ضرورت اس لئے ہے کہ تم پر رشکِ عشقِ معترض اور طعنہ زن نہ ہو۔ کیونکہ اگر تم خدا کو بھی چاہو گے اور اس کے دشمنوں کو بھی۔ تو عشقِ تم پر طعنہ زن ہو گا اور تم کو جھوٹا مدعی قرار دیگا۔ پس حاصلِ کلام یہ ہے کہ جب تک تم لا الہ الا اللہ نہ پڑھو گے اور خدا کے سوا سب کو کالعدم نہ سمجھو گے اس وقت تک تم کو راہِ عرفان نہیں مل سکتا ہے۔

داستان آں عاشق کہ ہمشوق خود بر می شمر دہد تہائے
اُس ماضی کی داستان جو اپنے مشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

و وفا لائے خود را و شبہائے دراز تجائی جُنُو بَم عِن المَصْاحِبِ
اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کوئی کے جہلمستوں سے دوسرے ہیں
را و بینوائی خود را و مگر کشمگی روز ہائے دراز و می گفت کہ
کہ اور اپنی بے سودمانی اور دراز کی بکر کی پاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے
مَنْ جَزَائِسِ خِدْمَتِ عَلَامِ اَگر خدمتے دیکر ست مرا ارشاد کن
اس خدمت کے برابر کیا نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے
کہ ہرچہ فرمانی منتقام اگر دنا کش رفتن ست چوں غلیل علیہ
کیونکہ جو آج نہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابی بکر کی طرح آگ میں گھٹنا ہو
السلام و اگر درد دہان نہنگ دریا افتادست چوں یوس علیہ
خواہ حضرت یوس کی طرح تاکے کے شنبہ میں جانا ہو خواہ
السلام و اگر نہ تھا و بار کشتہ شدت چوں جبریس علیہ السلام و اگر از
حضرت جبریس کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت
گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام و وفا و جانبا می
شعیب کی طرح اندھا بننا ہو اورا خیال کی ہاں بازی اور وفا کی تو
ابنیا را شمار نیست جواب گفتن معشوق او را
ابنیا کوئی ہی نہیں ہے اور مشوق کا اُس کو جواب دینا

۱۔ غلیل اضر حضرت بلالؓ
عشق خداوندی کی وجہ سے
مزدوں کی آگ میں گھٹے چلے
حضرت یوسؓ عشق کی وجہ
سے گھیل کے پست میں رہے
جبریسؓ جبریس کو بار بار قتل
کئے شہید کیا شعیبؓ حضرت
شعیبؓ عشق خداوندی میں
رنے والے اندھے ہو گئے
تھے۔

۲۔ رزم جنگ جہان۔
بھلا کی میں کسی کو نہ
سوسا۔ جس کا اور ہر
شام کہ بے سروسامی رہا۔

آں یکے عاشق بہ پیش یار خود
ایک عاشق اپنے مشوق کے سامنے
کوہِ بڑائے تو چنیں کردم چنیاں
کہ میرے تیری خاطر ایسا کیا
مال رفت زور رفت نام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا
بہیضم خفتہ یا خنداں نیافت
کس معنے نے مجھے سوتے یا نہ پاتا
آہو نو شیدہ بود از تلخ و درد
اُس نے جی میں گناہات اور تلخ بے تن

می شمر داز خدمتے اذکار خود
اپنی تمام اور خدمت گننا رہا تھا
تیر با خورم دریں رزم ویناں
اس جنگ میں تیر اور بھلا کھایا
برمن از عشقت بے ناکام فرت
مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرمیاں ہوئیں
بہیضم شام با سروساماں نیافت
کس شام نے مجھے سوسروساماں نہ پاتا
او تفصیلاش یکایک می شمر د
و اُس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا

داستان۔ اس قصہ سے یہ بناء مقصود ہے کہ عاشق کو مشوق کے برابر ہرگز سے دست کش ہونا چاہیے۔

لہ بڑھ گئے۔ اپنے تعلق
 احسان جتانے کیلئے نہیں رہا
 راہ تھا بلکہ اپنی محنت کا ثمر
 پیش کر رہا تھا۔ ماکھن ہندو
 کے لئے اشارہ کافی پر تھے
 لیکن ماضی کا مزاج تھیں
 کو پاہن ہے تھیں۔ ماضی
 اپنے شکریہ کو بڑھ کر بیان کرتا
 ہے۔ پھل پانی میں غوطہ کھا کر
 ماضی ہوتا ہے۔
 لہ ماضی۔ اس ماضی نے
 اپنے دور سے ماضی ہندو
 ہیں ماضی کو سائیں جن میں
 سے میں نے ایک بھی پوری
 نہیں بیان کی ہے۔ آئے ہیں
 ماضی میں ایک اگلی جہل
 تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ
 سمجھ سکا تھا اس اگلی گری سے
 شمع کی جوت آئے پیدا تھا۔
 جوت۔ ماضی نے کہا میں یہ
 مساب تو برداشت کر رہا ہوں
 ہوں اب جو کم ہو اس کے لئے
 میں آواز ہوں۔
 لہ گزشتہ ماضی۔ اگر کو ہو تو
 حضرت ابراہیم کی طرح ایک
 میں کو باذن تو چاہے تو حق
 یعنی کی طرح کے حق کرے۔
 دوزخ میں حضرت ماضی کا حق
 مشہور ہے۔ تھیں تھے
 کسی حکم سے خود نہ ہو سکا۔
 گفت: ماضی نے ماضی کی
 تمام تھیں شکریہ کہ تو
 نے یہ سب کہہ کیا لیکن ماضی
 کا اصل تھانہ ہے وہ دنیا
 ماضی نے کہا وہ کیا ہے ماضی
 نے جواب دیا کہ وہ دنیا ہے
 کا کو تھانہ ہے۔ بلکہ ماضی۔
 لہ تھانہ میں تھانہ تھانہ
 ہوتے تھانہ
 تھانہ تھانہ تھانہ تھانہ
 تھانہ تھانہ تھانہ تھانہ
 تھانہ تھانہ تھانہ تھانہ

بڑھ گئے مینے بل می نمود
 احسان جتانے کے نہیں بلکہ ظاہر کر رہا تھا
 ماضی میں ایک اشارت بس بود
 ماضی میں نے ایک اشارہ کاہن ہے
 میسند تکرار گفتن بے ملال
 وہ بے تکلف بات تو دہرا رہا تھا
 صد سخن میگفت ال در در کہیں
 پڑنے دور سے ماضی ہندو باہر کہہ رہا تھا
 آتش بودش نمیدانست چیست
 اس کے اندر کیا کہہ تھیں وہ نہ جانتے تھا کیا ہے؟
 بعد گریہ گفت اینہا رفت لیک
 رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کہہ رہا لیکن
 ہر چہ فرمایں بجاں استاد ام
 تھیں تھیں جان سے ماضی ہوں
 گرد آتش رفت باید چوں غلیل
 اگر حضرت ابراہیم کی آگ میں کودتا ہو
 دوزخ گریہ چوں ضعیف اعلمی شوم
 اگر میں دوزخ میں دے دوں (حضرت ضعیف کی طرح ماضی ہوں)
 ورنہ جو یوسف چاہ و زندگم کنی
 اگر حضرت یوسف کی طرح تو مجھ کو زندہ رہا
 رخ نگر و انجم نگر و م از تو من
 میں خود ماضی کا میں خود نہ کرنا نہ کرنا
 گفت عشق تو ایں ہر کی لیک
 ماضی نے کہا، یہ سب کہہ تو نے کیا، لیکن
 کا چہ اصل اصل عشق ست و لا
 کہ وہ دوستی اور ماضی کی جوت کی جوت ہے
 گفت عشق عاشق ہو کا اصل عشقیت
 اس سے ماضی نے کہا، فرمائیے وہ جوت کیا ہے؟
 تو ہمہ گزری نغزی زندہ
 تو نے سب کو گزری تو رہا نہیں۔ زندہ ہے

بر درستی محبت صد شہود
 محبت کی تہائی پر سیکنڈوں گراہ
 عاشقان را تشنگی زان کے دور
 اس سے ماضی کی جوت کب تھیں ہے؟
 کے اشارت بس کند حوا زلال
 پھل پانی کے بدلے اشارہ پر کہہ رہا تھا
 در شکایت کہ گفت یک سخن
 شکایت میں نے کہا، ایک ہی نہیں کہہ رہا تھا
 لیکن سخن فہم از تفاسیر میگفت
 لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے دور رہا تھا
 اس زبان ارشاد کن تو یار نیک
 اب بت تو ایچا دوست ہے
 بر خط تو پاؤں سر نہ ہاں ام
 تیرے قدم پر میں سر نہ ہاں ام رکھ رہا ہے
 ورنہ جو یوسف چاہ و زندگم کنی
 اگر حضرت یوسف کی طرح تو مجھ کو زندہ رہا
 دوزخ گریہ چوں ضعیف اعلمی شوم
 اگر میں دوزخ میں دے دوں (حضرت ضعیف کی طرح ماضی ہوں)
 ورنہ جو یوسف چاہ و زندگم کنی
 اگر حضرت یوسف کی طرح تو مجھ کو زندہ رہا
 رخ نگر و انجم نگر و م از تو من
 میں خود ماضی کا میں خود نہ کرنا نہ کرنا
 گفت عشق تو ایں ہر کی لیک
 ماضی نے کہا، یہ سب کہہ تو نے کیا، لیکن
 کا چہ اصل اصل عشق ست و لا
 کہ وہ دوستی اور ماضی کی جوت کی جوت ہے
 گفت عشق عاشق ہو کا اصل عشقیت
 اس سے ماضی نے کہا، فرمائیے وہ جوت کیا ہے؟
 تو ہمہ گزری نغزی زندہ
 تو نے سب کو گزری تو رہا نہیں۔ زندہ ہے

گر میری زندگی یابی تمام
 اگر تو مجھے مائل زندگی مائل کرے گا
 چوں شنوداں عاشق بیخوش
 جب ہر بخش عاشق نے یہ سنا
 ہمدراں دم شد دراز و جان
 ہنس وقت لیٹ گیا اور جان دے دی
 مانداں خندہ برو و قہر ابد
 وہ مسکراہٹ ہمیشہ کیلئے اس پر وقف رہی
 نور مہ آلودہ کے گرد ابد
 چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟
 اوز جملہ پاک و اگر دو ہماہ
 وہ سب سے پاک رہ کر چاند کی طرف جاتی ہے
 وصف پاک و وقف نور مہ آ
 پاک کی صفات ہمارے دھن بر وقت ہے
 زان نجاسات رہ و اگر دو
 آن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے
 از جی بشنید نور آفتاب
 حروف ہا سورج کی روشنی نے سنا
 نے ز گلشنہا برونگے بماند
 زانس پر بیٹوں کا عیب رہا
 نور دیدہ سوائے دیدہ باز گشت
 آنکھ کی روشنی آنکھ کی طرف ٹٹ آئی
 چونکہ زیں ویرانہ نورش باز گشت
 ایک اس دیوانے سے اس کا نور واپس ہو گیا

نام نیکوئے تو ماند تا قیام
 حشر تک سپر ایک نام زندہ رہے گا
 آہ سرے بر شیداں جان تن
 جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری
 ہچو گل در بخت سر خندان شاد
 ہنس خوشی بھول کی آج سر سے دیا
 ہچو جان و عقل عارف بے کبد
 جس طرح بلا حلف عارف کی عقل اور جان
 گر زنداں نور بر ہرنیک ببد
 خواہ وہ چاندنی ہرنیک اور نہ پر پڑے
 ہچو نور عقل و جان مٹوی آکھ
 جہ طوطا و دستان کی جانب منہ اور جان کا نور
 تابش گر بر نجاسات رہ آ
 اگر ہمیں کی ہنگ راستہ کی نجاستوں سے ہے
 نور حاصل نگرود بد رگی
 نور کو برائی حاصل نہیں ہوتی ہے
 سوائے اصل خوش باز آمد شتاب
 وہ نور اپنی اصل کی طرف ٹٹ آئی
 نے ز گلشنہا برونگے بماند
 زانس پر باغوں کا رنگ رہا
 ماند در سود لے اوصحرا و دشت
 جنگل اور میدان اس کے تصور میں رہ گئے
 ماند در صحر لے دیدہ باز گشت
 آنکھ کے جنگل میں آئینہ رہ گیا

جو شہر عاشق نے مشرق
 تو جہاں باہر نہیں ایک
 شہر ہے کہ اور جان دے دی
 ہنس عاشق کی موت کے
 وقت کی مسکراہٹ ابھی ہے
 نور مہ عارف کی روح کی
 مسان چاند کی چاندنی کی کلوت
 ہے جس طرح چاندنی خواہ
 گندہ گریں بر گندہ گریں
 مسافرت ہے جس میں جان
 عارف کی روح گلبے
 سہ آرزو چاندنی ہنس
 صورت پاک و نور کی طرف
 وٹ جاتی ہے کسی صفحہ
 عارف کی روح کی طرف مسافرت
 وہ نور کی طرف واپس ہو
 جاتی ہے زان میں نجاستوں
 پر سے چاندنی گذری ہے
 آن کا وہ کوئی تر قبول نہیں
 کرتے ہے از جی عارف
 کی روح نفس غم سے جس
 کے ہاتھ میں قرآن پاک ہیں
 کہ ہے باقیہ النفس
 انھیں نور حق الی نور
 رایتہ قرآنیتہ اسے نفس
 شہر نورانی اور بندہ جو
 کر اپنے رب کی طرف ٹٹ جاتا
 ہے جس روح عارف پر
 دنا کے اپنے رے کا کوئی اثر
 نہیں رہتا ہے نور مہ
 کی روح کی واپس کی دوسری تہ
 ہے کہ نور کی روشنی اس میں
 واپس آجاتی ہے جواب دینے
 باقیہ نفس نہیں رہتا

اوپر مولانا نے فنا کی ترغیب دی تھی اب اس کے مناسب قصہ بیان
 فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک عاشق اپنے دوست کے
 سامنے اپنی خدمتیں اور اپنے کارنامے گن رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں نے تیرے لیے

شرح

یہ کیا اور وہ کیا۔ میں نے اس معرکہ میں نے تیسروں اور سناؤں کے زخم کھائے
میرا مال بھی جاتا رہا میری قوت بھی ضائع ہو گئی۔ میری آبرو بھی گئی اور تیرے عشق میں مجھے
بہت سی ناکامیاں پیش آئیں۔ کسی نے صبح کو مجھے سوتا یا ہنستا نہیں پایا۔ اور کسی نے شام کو
مجھے بائسٹر سامان نہیں پایا۔

غرض کہ جو کچھ اس شخص مصائب پھیلے تھے سب تفصیل وار ایک ایک بیان کئے اس
مقصود اس کا معشوق پرا حسان رکھنا نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنی محبت کے سینکڑوں گواہ پیش
کر رہا تھا۔۔۔ شاید کوئی کہے کہ اس کے لیے اجمال کافی تھا اس قدر تفصیل کی کیا ضرورت تھی
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اشارہ اور اجمال تو عاقلوں کے لئے ہے عشاق کی پیاس تو اس سے
نہیں بجھتی اور ان کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی۔ جب تک اپنا جوش پورا ختم نہ کر لیں
وہ تو بار بار ایک بات کو کہتے ہیں اور اکتاتے نہیں اور اکتائیں کیونچہ۔ ان کی حالت تو ایسی
جیسے پھلی اور عرض حال کی ایسی مثال ہے جیسے شیریں پانی۔۔۔ یہ پھلی کہیں اشارہ
کی بنا پر اس پانی سے سیر ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔

خیں! تو وہ اپنے درد قدیم کے متعلق شکایت میں سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا جن میں
سے میں نے ایک بات بھی نہیں کہی اور اس کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کو وہ نہیں
جانتا تھا۔ کہ کیا شے ہے۔ ہاں مگر اس کی گرمی سے شمع کی طرح رو رہا تھا جب خوب دھکا
تو کھاکہ اچھا یہ باتیں تو گزرتھیں۔ اب آپ بتلائیں کہ میں کیا کروں آپ جو کچھ بھی کہیں میں اس کے

لئے تیار ہوں۔ اور آپ کے حکم کا مطیع ہوں۔ اگر غلیل کی طرح آگ میں جانا ہو۔ یا یحییٰ علیہ
السلام کی طرح آپ میرا خون مباح کریں یا آپ یہ چاہیں کہ میں شعیب علیہ السلام کی طرح
اندھا ہو جاؤں۔ یا یونس علیہ السلام کی طرح پھلی کے منہ میں چلا جاؤں یا آپ مجھے یوسف
علیہ السلام کی طرح کنوئیں میں ڈالیں یا قید کریں یا مجھے عیسائی کی طرح فقیر کریں تو میں

ان سب باتوں کے لیے تیار ہوں اور تم سے نہ پھیروں گا۔ میرا جسم اور میری جان دونوں آپ کے حکم کے لیے ہیں آپ ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

یہ سب قصہ سنکر معشوق نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے کہا مجھے سب تسلیم ہے اور یہ کام ضرور تم نے کئے۔ مگر خوب کان کھول کر سنو! اور خوب سمجھو! کہ جو کام عشق و محبت کی اصل الاصل ہے وہ تم نے نہیں کیا۔ اور یہ کام جو تم نے کئے یہ سب فروغ محبت ہیں عاشق نے کہا کہ اچھا فرمائیے کہ وہ اصل الاصل کیا ہے میں اس کے لیے تیار ہوں اس کا جواب یہ ملا مر جانا اور مٹ جانا۔ تم نے سب کچھ کیا۔ مگر تم مرے نہیں بلکہ ہنوز زندہ ہو۔ یہ دلیل ہے تمہاری خامی کی۔ پس اگر تم عاشق جا بننا نہ ہو تو مر جاؤ۔ اگر تم مر جاؤ گے تو کامل زندگی حاصل ہو جائیگی یعنی قیامت تک نیک نام رہو گے جب اس عاشق کافی نے معشوق کا یہ حکم سنا تو ایک سرد آہ بھری اور فوراً چت لیٹ گیا اور جان دیدی اور پھول کی طرح ہنسی خوشی سرد دیدیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خوشی ہمیشہ کے لئے اس پر وقف ہو گئی اور وہ ایسا ہو گیا۔ جیسے عارف کی بے رنج عقل اور جان کہ ان کو کسی رنج کا سامنا ہی نہیں ہوتا (فائدہ) اس پر کوئی یہ شبہ کرے کہ اہل اللہ کے رنج کا انکار مشاہدہ کا انکار ہے اس لئے کہ رنج دو قسم کا ہوتا ہے ایک طبعی دوسرا عقلی جس کو روحانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ سواہل اللہ کو رنج طبعی ہوتا ہے نہ کہ عقلی۔ اور مولانا رنج طبعی کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ رنج عقلی کا انکار کیا ہے فلا اشکال۔ اب ہم رنج طبعی اور عقلی کے فرق کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ سنو! جس شخص کے بہت بڑا ذہن نکلا ہو۔ اور وہ اس کو بہت تکلیف پہنچا رہا ہو۔ اس میں جس وقت وہ شگاف دلواتا ہے۔ اس وقت اس کو شگاف کی تکلیف ہوتی ہے جو کہ طبعی ہے مگر عقلی رنج نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس مجھے صحت ہو جائیگی (فاخرقا)، ہم نے کہا ہے کہ عارف کی عقل و روح رنج سے آلودہ نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نور ماہتاب ہر قسم کی اشیاء پر پڑتا ہے مگر ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سب سے پاک

ہوتا ہے اور بحالت پاکی چاند کی طرف لوٹ جاتا ہے اور یہ رجوع ایسا ہی ہے جب نور عقل سبحان کا خدا کی طرف رجوع۔ پس جس طرح نور میں تلبس آثار اشیاء نہیں ہوتا۔ یوں ہی نور عقل روح میں بھی نہ ہوگا۔ اور باوجود تعلق باشیاء مولد و مرید کے وہ پاک صاف حق سبحانہ کی طرف لوٹ جائے گا۔ و ہذا ہو المدعی۔

اب مولانا نور حسی کے متعلق مزید تاکید گفتگو کرتے ہیں تاکہ اس نور عقل و روح کی حالت کو مدہو جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ وصف پاکی تو نور ماہتاب پر گویا کہ ختم ہے۔ کیونکہ اگر وہ نجاسات راہ پر پڑتا ہے تو رستہ کی ان گندگیوں سے اس نور میں کچھ نقصان اور حجابی نہیں آتی۔ علیٰ ہذا القیاس نور آفتاب کی بھی یہی حالت ہے کہ جبہ حکم جمع سنا ہے تو فوراً اپنے اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے اور نہ کھٹکھٹ کی غار نجاست اسکو لاحق ہوتی ہے اور نہ باغول کا رنگ اس میں ہوتا ہے بلکہ جس طرح صاف آیا تھا یوں ہی صاف چلا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آنکھ کا نور بے تلبس شے آنکھ میں واپس ہو جاتا ہے اور صراطِ درشت اس کے عشق میں پھنسے ہوئے رہ جاتے ہیں، اور جبکہ بس ویرانہ سے اس کا نور واپس ہوتا ہے تو صحرائے مرنی ہر کا بکارہ جاتا ہے۔

(فائدہ: ماند در صحرائے دیدہ بازگشت میں بازگشت بمعنی کشادگی ہے جو کہ کنایہ ہے تجتیر سے) خلاصہ یہ کہ نور ماہتاب و نور آفتاب و نور چشم گو نجاسات وغیرہ پر پڑتے ہیں مگر ان سے متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ پاک صاف اپنی معدن کی طرف واپس ہو جاتے ہیں پس یہی حالت نور و روح و عقل کی ہے کہ وہ بھی رنج و راحت و دیوی سے متاثر نہیں ہوتا۔ اور پاک صاف حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔



یکے پر سیداز عالمے عارفے کہ اگر در نماز کے بگرنید باواز و آواز و تو
 کہ نمازش طہل ثنویانہ جوابے او کہ نام آں آب دیدہ است اما کہ آن
 اور وہ کہے اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھو ہوئے
 گرنید وچ دیدہ است اگر شوق خدا دیدہ است او میکرنید یا از
 کایان ہے تو یہ کہ روئے دلے نے کیا بکھا ہے؟ اگر اس نے اشتغالے کا شوق دیکھا ہے وہ
 پیشانی گناہ نمازش تہا نشود بلکہ کمال گیر کہ لا صلوة الا بحضرة
 رذا ہے یا نہا کی پیشانی ہے نماز تہا نہ ہوگی بلکہ کمال ماس کرش کی کہ نماز تہا نہیں ہوتی مگر
 القلب و اگر بخوری تن یا فراق فرزند دیدہ است نمازش تہا نشود
 حضور طلب ہے اور اگر اس نے جہان تکلیف یا اولاد کی خیانت دیکھی ہے اس کی نماز غریب ہوتا ہے
 کہ اصل نماز ترک تن است ترک فرزند ابراہیم علیہ السلام وار
 کی کہ اصل نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی
 کہ فرزند اقر بان میکروانہ تہ تکمیل نماز و تن را با تش غر و دمی
 سببیں گئے لئے لڑنے کو قرآن کریم ہے تھے اور ہم کو فرود کی آگ لے سجد کر رہے
 سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدین خصال کہ
 تھے اور اس حضور کو انہی مسکنوں کا حکم ہے کیونکہ تم اشباع کرو اور اقباع
 فَاَتَّبِعُوا وَاَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيفًا قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةً
 کہ ابراہیم کی قس کا جو حنیف ہے بے شک تبارک سے لئے
 حَسَنَةً فِیْ اِبْرٰهٖمَ
 ابراہیم میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پر سیداز مفتی براز
 ایک شخص نے چپکے سے معنی سے دریافت کیا
 آں نماز او عجب باطل شود
 وہ اس کی عمرہ نماز باطل ہو جائے گی
 گفت آب دیدہ ناش بہر حسیّت
 فرمایا اس کا نام دیکھو ہوئے کایان؟ کہیں ہے؟
 آب دیدہ تاج دیدہ است از نہاں
 آگ کے انہی نے ہر شیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟

طہ آب گشت چلے مصرع
 میں دایں شہ کے معنی
 میں ہے اور دوسرے مصرع
 میں معنی انشاپ ہے چپکے چپکے
 سلاسلے پہلے شہر میں ہوگی
 روشنی کا بیان کیا تھا ایک
 سے متعلق ایک حدیث کا بیان تھا
 طہ آب دیدہ یہ سجد ہمار
 کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور
 آواز نہ کرے تو نماز ناسد
 ہوگی یا نہیں جواب کا خلاصہ
 یہ ہے کہ اگر یہ کاب و رہے
 اور اس دیکھو ہوئے کایان تو
 اب یہ تحقیق کی جگہ ہے کہ اس
 نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے
 یہ آگ کا کایان بنا ہے اگر اس نے
 خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے
 اور اگر یہ آواز نہ کرے تو یہ نماز
 کا کمال ہے اور اگر اس نے عرض
 یا بچے کی جہان دیکھا ہے اور
 اس سے یہانی ہوئے ہے ہاں
 تو نماز غریب ہوتا ہے براز
 یعنی آہستہ سے۔ فوج آواز
 سے رہا۔
 طہ بگرنی یہ غرور کردہ
 کہیں برا ہے۔ حالت
 شہرنگی یا تو عاجزی آں
 جہاں میں شوق و غریب خلل
 کا نام دوزخ ہے اگر روئے
 کا سبب کوئی دینی تکلیف یا
 رنج ہے تو سبب کی وضاحت
 ہوگی۔
 طہ راجحان۔ وہاں میں نماز
 اور وہاں میں نماز میں سبب
 تھا، ہوگی یا نہ ہوگی کہ اس
 زانکہ کہیں کی حالت میں اس
 کا دل اللہ کے فیروہ ثابت
 ہے جس میں آواز نہ کیا
 نماز نہیں ہوتی اور اس سے ملو

مفتی نے جواب دیا کہ آب دیدہ کے کیا معنی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پانی جو دیکھی ہوئی شے سے بہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا دیکھ کر رویا ہے۔ اور غور کرنا یہ ہے کہ آب دیدہ نے خفیہ کیا دیکھا ہے کہ وہ اپنی چشمہ سے روانہ ہوا۔ پس اگر وہ آواز سے رونا خدا کے شوق میں ہے یا اس ندامت کے سبب ہے جو اسکو نماز میں گناہ پر ہوئی ہے یا خدا کے خوف سے ہے۔ تو وہ رونا نہایت عمدہ ہے کیونکہ وہ آتش دوزخ کو دور کرنے والا ہے اور بلاشبہ اسکی نماز کامل ہوگی۔ اور لامحالہ اسے قرب حق میسر ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر اسکی عالم غیب دیکھا ہے یعنی عالم غیب اس کے گریہ کا سبب ہوا۔ تو اس کی نماز کو اسگ رونق حاصل ہوگی۔ اور اگر رنج نفسانی اور تکلیف یا غم مرگ سے ہو تو سوت بھی ٹوٹ گیا اور تکلا بھی۔ یعنی نماز بالکل تباہ ہوگئی اور کیا دھرا سب غارت ہو گیا۔ اور اگر فغان غم مرگ فرزند سے کی ہے جسکی اس کے دل اور اسکی جان کو تکلیف اور صدمہ ہوا ہے تو اسکی نماز کچھ بھی قیمت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ اغیار بے تعلق رکھتا ہے اور اس کا دل ان میں پھنسا ہوا ہے پس اس کی نماز بے شبہ باطل ہوگی اور اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ نماز کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اپنی خودی کو اپنی آل و اولاد کو چھوڑ دے۔ اور یہ حقیقت صورت مفروضہ میں نہیں پائی گئی اسلئے نماز نہ ہوگی۔

[فائدہ ۱: یہ مضمون خطابی ہے نہ کہ برائی۔ پس اس پر عدم جامعیت کا شبہ نہیں ہو سکتا] صاحبو! تم خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سبق لو۔ اور اسکی طرح اولاد کو خدا کے لیے قربان کر دو۔ اور مردود مردود کی آگ میں اپنے کو ڈال دو۔ یعنی نفس شیطانی کی مخالفت پر صبر کرو۔

خیر تو خلاصہ یہ ہے کہ تم کو جاننا چاہیے کہ تمام گریہ یکساں نہیں ہیں بلکہ رونے رونے میں فرق ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آگئی سنو!

لے کر تہہ سے جس قدر ہے
 یہ بتانا ہے کہ شیخ کا حال تھا
 نزدیک کا تھا کیا نہ تھا شیخ
 شیخ سے مراد پور تھا نہیں ہے
 بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل
 اور معرفت برسی ہوتا ہو خواہ
 وہ کس کے احباب سے بچہ ہو
 جیسے کہ معرفت میں ہے گویا یہی
 یا معرفت میں ہے انہوں کے کتب
 میں ہے۔
 لے کر ہر بار۔ اس ہاں
 مریدوں کو سمجھا کر کہتا ہے
 دلوں کو شیخ کے رونے سے
 نہ سمجھتا تھا اور نہ عقلی
 تھا اور شیخ کا دین ایسا ہوتا
 ہے کہ تین سال ہا ہوں کے
 بعد ہی میرے آجائے نہ نیست
 سمجھتا۔
 لے کر شیخ نے فرمایا
 زویش لی اذہن فوایش
 منشار قضا وضا دھما ہے
 لے زمین لیت دی گئی تو میں
 نہ اس کے مشقوں اور مشقوں
 کو کہ یا یعنی برسوں کام نہیں
 میں ہر گز شیخ کا یہ نہیں
 کی تعلیم ہو شیخ کو روئے ہوتے
 دیکھ کر کہتے تھے۔

میرے در آمد خدمت شیخ و ازین شیخ پیر من میخواستم بلکہ پیر
 ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے پیر مراد ملازم مراد نہیں ہے
 عقل و معرفت اگر عیسیٰ علیہ السلام است گہوارہ و عیسیٰ
 بلکہ عقل و معرفت کا لفظ اگر مرید علیہ السلام گہوارہ میں اور عیسیٰ علیہ السلام
 علیہ السلام است مکتب کو دکان مرید شیخ را گریاں پیدا و نیز
 ہفتہ کے کتب میں ہوں مرید نے شیخ کو روئے دیکھا اس رونے میں
 موافقت کر دو بکریت چوں فارغ شد بد را آمد مرید دیگر کہ
 موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور اپنا مرید دوسرا مرید جو
 از مال شیخ واقف تر بود از سر غیرت و در عقب او نیز بیرون
 شیخ کے مال سے لیا وہ حالت تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے اپنا
 آمد گفتش کہ اے برادر من مرا گفتہ باشم اللہ اللہ تائید نشی
 اس لئے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوجھا
 ونگونی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کسی سال ریاضت
 اور نہ کہنا کہ شیخ دوئے میں بھی رویا کیونکہ تین سال بغیر ہوا کی محنت کرنی
 بے ریا باید کرد و از عقبات و دریا ہائے پُر زہنگ کو پہاڑے
 چاہئے اور گھاٹیوں اور ناگوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور
 بلند تر شیر و بیلنگ می باید گذشت تا بادل گریہ شیخ برسی
 جیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گزرا تا پہاڑے پھر شیخ کے اس رونے کو تو شیخ کے
 یا نہ رسی اگر برسی شکر زویش لی الا سرحض بسیار گونی کہ
 یاد بھیجے گئے اگر کچھ ملے۔ تو میرے لئے زمین سمٹ دی گئی ہے۔ کا بہت شکر ادا کر
 آجائے شکرست کہ آں گریہ حضور قلب باخذ
 کیونکہ وہ شکر کا موقع ہے کیونکہ وہ دعا حضور قلب ہے

پیر اندر گریہ بود و در نفسیر
 پیر رونے میں اور نفسا میں تھا
 گشت گریاں آبا چشمش روید
 رونے لگا آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے
 یک مرید اندر آمد پیش پیر
 ایک مرید پیسہ کے پاس اندر آیا
 شیخ را چوں دید گریاں آں مرید
 جب اس مرید نے شیخ کو روئے دیکھا
 گوشتور یکبار خست و کرد و بار
 گوشتور ایک بار تو بار ہوتا ہے
 چو نہک لاغ املاکت دیالے سیار
 جب کوئی بار بار سے مذاق کر لے

بار اول از رہ تقلید و نوم
 بہل بار دیکھا دیکھ اور مختلف سے
 کہ بخند و چو ایشاں آں زماں
 اس وقت بہر اُن کی طبع ہنستا ہے
 باز او پر سد کہ خندہ برجہ بود
 بھر وہ ہر ہنستا ہے کہ ہنس کس بات پر تھی؟
 پس مقلد نیز مانند گرت
 تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے
 پر تو شیخ آمد و منہل ز شیخ
 شیخ کا عکس اور شیخ کا جھنڈ ہے
 پر تو شیخ ست آں تقلید شیخ
 شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے
 چوں بسد در آب نوے بر کج
 جیسا کہ ٹوکر کی پانی میں اور جگہ شیخ بہرے
 چوں جدا گرد ز جو داند عنود
 جب وہ ہرے عیدہ ہر باجی تو جھکا اور اوجاگی
 آگیت ہم بدانند از غروب
 چاند کے غروب سے شیش بھی چان لے گا
 چونکہ خیش را کشاید ابرم
 جب آٹھ کھڑا ہوگا کہ حکم کی آگ کو کھولے گا
 خندہ آید ہم براں خندہ خودش
 اُس کو اپنی اُس ہنسی پر ہی ہنسی آئے گی
 گویند از چنہیں رہ دور دراز
 وہ کہے گا، اتنی دور دراز مسافت ہے
 من در اں وادی چکوہ خود دور
 میں اس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح
 من چہ می بستم خیال آں چہ بود
 میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا

کہ ہی بیند کہ می خندند قوم
 کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں
 بخند از حالت خندیدگان
 (اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے غبر ہے
 پس دوم گرت بخند چوں خود
 پھر جب ہنستا ہے وہ بارہ ہنستا ہے
 اندراں شادی کا اور دسرت
 اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے
 فیض شادی ز فریدان بل شیخ
 فیض اور خوشی، ذکر فریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے
 چوں بہیند شادی و تائید شیخ
 جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے
 گرز خود دانند اں باشد خداج
 اگر وہ اس (خوشی) کو اپنی جان کے سمیٹ کر بھیج دے
 کاندرواں آب خوش از جوی بود
 کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی، نہر کا تھا
 کاں لُح بود از مینہ تابان خوب
 کہ وہ جگہ مدہ روشن چاند کی تھی
 پس بخند چوں مسر بار دوم
 تو دہم کے دوسری بار سکرانے کی طرح نکلتا ہے
 کہ در اں تقلید بر می آمدش
 جو اُس کو تقلید میں آتی تھی
 کایں حقیقت بود ایں سرار راز
 جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار راز تھے
 شاہ میگردم از عیاد و سور
 اندھے ہی سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟
 در گستم شست نقش می نمود
 میرے شست اس سے نہ وہی نقش دکھا دیا

لہ گرتہ رستے والا گرتہ ہوا
 بہر ایک بار تو دوسروں کو
 ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر
 لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم
 کہ دوبارہ ہنستا ہے۔ شوق
 تکلف، تجربہ سنی یاد ہنسنے
 میں بہرے کو ہنسی کے سبب
 کا علم نہیں ہوتا ہے۔ آزار
 پھر جب وہ لوگوں سے ہنس
 کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو
 دوبارہ ہنستا ہے۔
 لہ پش مقلد چو شخص کسی
 کی دیکھا دیکھ کر کہتا ہے گنگ
 مثال بہرے کی کسی ہے بر تو
 اُس پر شیخ کے ہلکی کا فریاد
 ہے اور اُس سے ملکر خوش
 پارخ مائل ہوتا ہے تو یہ
 کا تقلید ہی اصل میں شیخ کا
 افرح ہوا ہے چوں سید اگر
 ٹوکر کی نہیں پڑی ہوتی ہو
 اور اُس میں پانی بھرنا سہا ہوا
 آئینہ میں سوچ کی یا جگہ پڑی
 ہر تو پش پانی یا جگہ کو
 ٹوکر کی یا آئینہ کا پانی کھنکھ
 غل ہے چو جگہ۔ فیض جگہ
 سرکش۔
 لہ آگیت۔ جب ٹوکر
 نہر سے باہر نکل جائے گا
 چاند ڈوب جائے گا تو لڑکی
 اور آئینہ کو معلوم ہو جائیگا
 کہ وہ پانی اور جگہ ان کی
 زخمی تھم۔ خندہ تو حکم ہوا
 خا قلم اقلیل الا کھیلو
 سقندری مات چھو کر رات
 میں جات کی کہہ۔۔۔
 سحر بار دوم۔ پہلے ہی خواب
 لہ گرتہ۔ اب سہرا ہے
 ماں احوال کے بارے میں
 سمجھا کہ وہ جو کچھ مائل
 حاورہ تو مائل شیخ کا مائل تھا

آتی ہے پھر وہاں سے صادق خود راہ ہوتی ہے۔ خندہ آمد۔ اب جب حقائق مختلف ہوجاتے ہیں تو
 مزید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

اب وہ اور میں اس سے کس
تسلیم تھے۔ حق دہاں میں
حقیقت تک پہنچا تھا
اور غرضی نہ تھا یہ پیر
میرے ناصر علم و ادب کا
ایک خیال پیر جس نے
جوساک امیں راہ سلوک کا
تجربہ وہ حقیقت تک
کہاں پہنچ سکا ہے۔

۱۱۔ فکر طفلان طفلان و فکر
تو صرف دایہ اور دودھ اور
کھانے پینے کی معمول چیزوں
تک ہوتا ہے۔ آنکہ مقلد
کی مثال بچہ کی ہے۔ کچھ
تفقی۔ یہ مقلد غرور ان
ہمساز تک پہنچ کر لاشع
کرسے گا یا وہ اس مقلد سے
تو یہ اس کو بصیرت سے
اور دور کر دے۔ آج جو غرور
دنکرا اس کے پاس سراپا
وہ میں نے یہاں صرف
کر ڈالا۔

۱۲۔ مقلد۔ یہ اسرار
اور راز طفل دہاں سے خارج
نہوں نے ہی راہ ظاہری طوم
کا کر کے اس کو چھوڑ کر
اور باطن کی وقت اختیار
کر جب تو مریدان بنے گا۔
تا نکھار۔ جب انسان مجاہد
کرسے گا تو میراں کو ایک
بلا مانے دل میں نظر آئے گا
اور اس مجاہد میں طوم ظاہری
سے بحث کرنے دے گا۔
۱۳۔ طفلان طفلان و فکر
میں ہے۔ ولفظ کفر متناہی
آدم و طفلان طفلان فی اللہ
والتصور ہم نے ہی آدم کو
عزت دی اور ان کو خشکی
اور ستم میں موار کیا۔
۱۴۔ طفلان طفلان فی اللہ
ظاہری کے علاوہ طفلان طفلان

طفل رہ را فکر تہ مراد کجاست
راہ سلوک کے بچہ میں مردوں کی جو کہاں ہے؟

طفل راجہ فکر آید در ضمیر
بچے کے دل میں کیا خیال آسکتا ہے؟

فکر طفلان دایہ باشند یا کہ شیر
بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے

آں مقلد بہت چون طفل علیل
مقلد۔ بیمار بچہ کی صفت ہے

آں تمیق در دہل و در شکار
ایشکال اور دہلیز میں غور

مایہ کاں سر نہ ستر و ست
دوسرا یہ جو اس کے باطن کا شہ ہے

اے مقلد! بخار اے واپس آ جا
تا بخار اتے دگر بینی دروں

پیک اگرچہ در میں جا با تگت
تھکے اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے

او حتمًا ہم بود فی اللہ و فی
وہ صرف ان کو ہم نے خشکی میں چلا دیا ہے

کون خیال او کو تحقیق راست
کیا اس کا خیال اور کیا حسیح تحقیق

یا چہ اندیشہ کند بچوں کہ پیر
یا وہ بڑے کا دل بچہ کا سوچ سکتا ہے؟

یا مویز و جوز یا گریہ و نفیہ
یا مٹنی اور اخروٹ یا دوا اور چلا

گرچہ دار و بحث باریک و ذیل
اگرچہ نازک بحث اور ذیل رکشا ہو

از بصیرت می کند اور اسال
اس کو بصیرت ہے نہ صحت دیدن ہے

برود و در اشکال گفتن کا رست
سب کا ریا اور اشکال بیان کرنے میں گادیا

ز و بخواری تا شوی تو شیر مرد
وقت کی جانب جا۔ تاکہ تو شیر مرد بنے

صفدران در محاش لا یفقهون
ان کی محاش میں بہار وہ نہیں سمجھتے ہیں

چوں بدیارت بگست رگت
جب دریا میں پہنچا۔ رگ ٹوٹا ہے

آنکہ محمول ست بحر اوست کس
جو سمندر میں چلا یا ہوا ہے وہ بہار ہے

اے شذہ دروہم و تصویبے دو تو
لے وہ! دروہم اور تصویب میں تغیر نہا ہے

اہمۃ حال مرید مقلد

مرید مقلد کے حال کا لفظ

گریہ میگرد و فقی آن عزیز
اس معزز کی طرح رونے کا

گریہ می دید و ز موجب بے خبر
دونا دنگ اور سب سے بے خبر تھا

آن مرید سادہ از تقلید نیز
وہ محلا مرید بھی تقلید میں

او مقلد وار بچو مرد کر
اس نے تقلید میں بچے کی طرح

انچھوڑت ہیں گئے مقتدران میں بخاری ظاہری عباد میں جس سارا کہ نہیں سمجھتے ہیں۔ ہیکٹ مشہور ہے
ہر مرد سے وہ کار سے خوشی لاپنے والا ہے وہ داریں نہیں ہیں سکتے دہاں تیرا کہ کی خدمت تک

چوں بے بگریست متحد کروست
جب بہت روٹھا اُس نے سدا کیا اس دعا ہو گیا
گفت اے گریاں چو ابرو بیخبر
اُس نے کہا، اے بے خبر ایک طرح رو بہو اے!
اللہ اللہ اللہ لے وانی مرید
اے وفادار مرید! خدا کے لئے
تا نگوئی ویدم اک شہ می گریست
یہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ درویش تھا
گریہ کنز جہل و تقلید ست فطن
وہ درویش جو اعلیٰ اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے
تو قیاس گریہ بر گریہ مساز
قرآن کو رونے پر قیاس نہ کر
ہست آں از بعد سی سال جہا
وہ (دانا) تین سالہ مجاہد کے بعد ہے
ہست زان سوی خرد و صد حل
وہاں عقل سے آئے تلو مرے ہیں

از پیش آمد مرید خاص گفت
 اعلیٰ کے لیے ایک خاص مرید تیری سے ہلا
 بروفاق گریہ شیخ از نظر
 دیکھ دیکھی شیخ کے رونے پر
 گریہ در تقلید ہستی مستفید
 اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے
 من جو او گریہ تم کا میں منکر است
 میں اسکی طرح رویا کیونکر یہ اسکی گھٹیلے کا ہجو کرنا
 نیست پچھوں گریہ اسے اس مؤمن
 وہ اس اماندار کے رونے کی طرح نہیں ہے
 ہست زیر گریہ بدایں راہ دراز
 اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ
 عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد
 عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی
 عقل را واقف بدان اس قافلہ
 ہنس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

فی الخضر سے علوم باطن کے
 مدار اور جس کیفیت میں
 دنیا کے جرائم اور رائے کے
 زیادہ بخش کرنا ہے۔ آتے
 خانہ۔ ۱۰۔ وہ الساق جو
 وہم اور خیالی تصور پر چھڑا
 سن مایہ زنی میں شہین
 زرق و برق میں مسیح کے
 رونے کے۔ بہت نادان
 تھا۔

۱۱۔ گفت۔ اس خاص
 ٹرے کے رونے والے مرید
 سے کہا کہ تیری ہی شیخ
 کی دیکھا دیکھ دیا ہے۔ آتہ
 خدا کے لئے تو اپنے رونے کو
 شیخ کے رونے کی طرح بیکجا
 کرتے۔ تیرا دروازہ قلیلہ
 میں تھا اور تیرے رونے
 سے یہ خبر تھا۔ اگر تکلیف
 تیرا کہ شیخ کی خصلت کا
 احکا مراد محقق۔ انظار
۱۲۔ ترقی۔ اپنے رونے کو
 شیخ کے رونے پر قیاس نہ
 کر لینا اور لوں میں زمیں و
 آسمان کا فرق ہے۔ بہت۔

چلے گا روانہ شاہ کی بنیاد
 ہے جو تین سالہ جہاد کے بعد
 حاصل ہوا ہے۔ اصل حق بنیاد
 پر بدعتا مہمل نہیں ہو سکتا۔
 لکھ کر تیرا شیخ کا روانہ
 غم و رنج ہے۔ نہ فروغ
 جنت سے لگنا شیخ کا راجہ
 شوق فداوندی ہے۔ ہے۔
 غریب تو شیخ کا رونا اور مینا
 منجانب اللہ ہے عقل اور دلی
 بنیاد پر رونے سے اس کا کوئی
 تعلق نہیں ہے۔ آیت دیدہ۔
 شیخ کی بیسی آنکھیں ہیں
 کہ وہ عالم حبیب کا مشاہدہ
 کرتی ہیں ایسا ہی اسکا رونا
 ہے اندک کے آنکھیں انھیں

نہیں ہیں۔ انہی بیخ میں چڑھا
کاشادہ کرتا ہے وہ عقل نہیں
ہیں۔

لے شبت۔ بطرح رات،
دن کے احوال نہیں جان سکتی
ہے اسی طرح عقل اور دم
شیخ کے مشاہدات کو نہیں
جان سکتے ہیں۔ پیشہ پختہ
جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے
جھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا
خوری کے ذوق سے کیسے
واقف ہو سکتا ہے کسی حال
شیخ کے مشاہدات اور عقل
کا ہے۔ چونکہ قدیم۔ قدیم کے
سانے حادثہ زاد جو مصفا
ہو جاتا ہے تو حادثہ قدیم
کی حقیقت کیسے ہو سکتا ہے
لے دقت جبران جو کہ
قدیم حادثہ کو نشانہ کرتا
ہم رنگ بناتا ہے ایسا
صفیات خداوندی کا کشف
ہرگز بشریت کو ممکن نہ رہتا ہے
قد نظیر اسکی بہت مثالیں
ہیں کہ حادثہ اور قدیم میں
فرق ہے۔ آئی، حروف
منقطعات یا قرآن کے عام
لے ایچ نام حضرت عیسیٰ
کے مصلی پر چھ رنگ مارنے
اور عام چھ رنگ میں بہت بڑا
فرق ہے۔ ہر آلف قرآن پاک
کے حروف خدا کی دربار سے
نازل ہوئے ہیں ان کو عام قرآن
کی طرح نہ سمجھنا چاہئے ان کو
جو کلمات کہتے ہوں گے وہ
عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے
بہت۔ ظاہری بناوٹ تو
آغوش کی بھی ایسی ہی تھی
جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے
لے گوشت۔ ہر جسم ایسی اجزا
سے بنتے ہیں جس سے آغوش

چوں قدیم آید مرث گرد و غبت
جب قدیم آئے حادثہ بیکار ہو جاتا ہے
برعکس چوں زد قدیم بخش کند
جب قدیم حادثہ پر چھا جاتا ہے اسکو جبران کر دیتا ہے
گز خواہی تو بیابی صد نظیر
اگر تو چاہے تو سنو مثالیں حاصل کر لے
ایں آلم و حسم ایں حروف
یہ آلم و حسم یہ حروف
حرف ما اند بدیں حرف از بڑوں
نظا ہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں
ہر کر گیر داو عصلے ز امتحاں
وہ شخص جو آزمائش کے لئے لائے لائے ہاتھ میں لے لے
عیسویست ایں دم نہ ہر بار دے
یہ سانس مینوی ہے ہر ہوا اور سانس نہیں ہے
ایں آلم و حسم اے پدر
اے باا! یہ آلم و حسم
ہر الف لائے چمی ما ند بدیں
ہر الف و ہم ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟
گرچہ ترکیبش حروف لے ہام
اے سرور! اگرچہ اس کی بناوٹ حروف سے ہو
ہست ترکیب محمد محمد پوست
محمد کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے
گوشت دار پوست دار استخوان
دہر جسم گوشت رکھتا ہے کھال رکھتا ہے ہڈی رکھتا ہے
کاندیں ترکیب آند محمد جزات
اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے

پس کجا داند دیے راحث
تو حادثہ قدیم کو کیا جانے؟
چونکہ گردش نیست ہر نگش کند
جب اس کو معدوم کر دیا اسکو ہم رنگ کر دیتا ہے
لیک میں پر و نادر ام اے فقیر
لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے
چوں عصائے موسیٰ آمد رد و قوف
جاننے میں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں
لیک باشد در صفات ایں بول
لیکن ان کی صفات سے عاجز ہیں
کے بوچوں لیں عصا وقت بیا
بیان بقوت وہ اس (موسیٰ کی) لائے کی طرح کہتا!
کہ برآید از فرج یا از غے
جو کہ خوش یا غے سے آئے
آمدست از حضرت موسیٰ البشیر
انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں
گر تو جان اری بدیں پیش میں
اگر تو دیکھ رکھتا ہے، ان آنکھوں سے نہ دیکھ
می نہ اند ہم ہر ترکیب عوام
لیکن وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے
گرچہ در ترکیب ہر تن جنس او
اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے
ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کسی ایسی بناوٹ میں وہ (آدم) ہوں گے
کہ ہمہ ترکیب ہا اشتد مات
کو تمام بناوٹیں مات ہو گئیں

حروف قدیم میں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی
فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی لائے اور عام لائے میں۔ حرف ما۔ قدیم اور حادثہ حروف ہر
کیساں ہیں لیکن انکے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ ما عام اور موسیٰ کے خاص ہر بہت فرق ہے۔

ہچنات ترکیب تم از کتب

اسی طرح قرآن کے تم کی بناوٹ

زائکہ زیں ترکیب آیدندگی

کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے

اثر دھاگرد شگاف بحر را

اثر دھا بھانے میں سمندر کو بھاڑ دیتے ہیں

ظاہر شس ماند بظاہر اولیک

ظاہر بظاہر کے ظاہر ہی اولیک کے اندر ہے لیکن

گریہ او خندہ او نطق او

اسکا رونا، اسکا ہنسا، اس کا بولنا

عقل او وہم او وحس او

اس کی عقل، اور اس کا وہم اور اس کا احساس

چونکہ ظاہر ہا گرفتہ احوال

احوال نے چھوڑ کر ہری احوال کو پسند کیا

لاجرم محبوب گشتند از غرض

وہ یقیناً مقصد سے محروم ہو گئے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس ہیں

ہست بس بالا و دیگر انشیب

ہست بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں

پہنچ فغ صور در در ماندگی

بسیار کا مجازی (قیامت) میں صور کا بھٹکانا

چوں عصا تم از واد خدا

تم عصا کی طرح غما کی غایت سے

قرص نال از قرص دورست نیک

دول کی ٹھیک، چاند کی ٹھیک سے بہت دور ہے

فہم او وخلق او وخلق او

انکی فہم، اس کی مافقت اور ان کے اعلان

نیست از ہے ہست محض ضعیف ہو

اسکا اپنا نہیں ہے، وہ محض انسان کی لا بگوری ہے

وان قاتق شد از ایشاں بس نہا

وہ باریکیاں ان سے بہت پوشیدہ ہو گئیں

کہ دقیقہ فوت شد در معرض

تاریخی میں کتنے فوت ہو گئے

کاں کینزک باخر خاتون چہ کرد

اس باندگی نے لی کے گم سے کیا کیا

کا جسم بنا ہے بیکں پر جسم کی

بناوٹ میں وہ آخر کار کیا

جو آفتاب کی بناوٹ میں ہیں

کا اندر، آفتاب کے جسم کی

بناوٹ سے وہ شمع کے ظاہر

ہوتے کہ تمام بناوٹیں بارہا

میں ہوتی ہیں۔ اسی طرح اسی

حروف سے جب قرآن کی کلمات

مکمل ہوتے تو وہ فصاحت

بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ

گئے۔ زائکہ اب ان کلمات

سے دلوں میں ایسی ہی زندگی

پیدا ہوتی ہے جس طرح غرض

سے قیامت میں جسموں کی

زندگی ہوگی۔

کلمہ اقدس خدا نے اس کلمہ

میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسے

سنان میں ہیں جس کی وہ انسان کے انسان سے نہیں ہو سکتا

شرح

ایک مرید شیخ کے پاس آیا کہ شیخ زور ملے سے پسے جبکہ اس

مرید نے شیخ کو روتے دیکھا تو خود ہی رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے

بھی آنسو جاری ہو گئے۔ یہ تو واقعہ تھا اب اس کے مناسب مضمون ارشاد ہی

سنو! مگر اس کے پہلے ایک مقدمہ سن لو۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت ایک دوست دوسرے

دوست سے مذاق کرتا ہے۔ اس وقت کان والا اگر ایک مرتبہ ہنستا ہے تو بہرا

دو دفعہ ہنستا ہے۔ کیونکہ بہرا پہلی دفعہ تو لوگوں کی تقلید میں اور بہرہ تکلف ہنستا

ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں اس وقت جو وہ بہرا ہنستا ہے تو اس کو

کچھ خبر نہیں ہوتی ہے کہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں لیکن اس کے بعد وہ پوچھتا ہے کہ بھائی تم کیوں ہنستے تھے اس کے پوچھنے پر لوگ ہنسی کا سبب بتلاتے ہیں۔ پس جبکہ وہ سنتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا۔ تو اب سمجھو کہ یہی حالت تقلید اور سالک غیر واصل کے ہے کہ جو خوشی اسے حاصل ہوتی ہے اس میں وہ بمنزلہ بہرے کے ہوتا ہے۔ اور یہ خوشی شیخ کا پر تو ہوتی ہے اور اس کا سر چشمہ شیخ ہوتا ہے۔

الغرض ایسے مریدوں کا غم اور ان کی خوشی ان کی ذاتی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا مبدی شیخ ہوتا ہے اور جبکہ اس کو بتائید شیخ کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ تو وہ خوشی شیخ کا پر تو اور اس کی تقلید ہوتی ہے اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے۔ جیسے ندی میں ٹوکرا پڑا ہو اور پانی سے بھرا ہو۔ یا شیشہ پر نور پڑا ہو پس اگر ٹوکرا اور آئینہ پانی اور نور کو اپنا ذاتی سمجھیں۔ تو یہ ان کا نقص ٹوکرا ندی سے جدا ہوگا اس وقت اسے معلوم ہوگا کہ وہ پانی ندی کا تھا۔ نہ کہ میرا علیٰ ہذا۔ جس وقت ماہتاب غروب ہوگا اس وقت آئینہ کو معلوم ہوگا کہ وہ نور میرا نہ تھا بلکہ روشن ماہتاب کا تھا۔ یوں ہی جس وقت شیخ سے اس مرید کا تعلق منقطع ہوتا ہے اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ حال تھا شیخ کا پر تو تھا۔ اور خود اس کا کمال ذاتی نہ تھا۔ لیکن جس وقت وہ مرتبہ تقلید سے گذر کر مرتبہ تحقیق پر پہنچتا ہے۔ اور حق سبحانہ کا زندہ کن اور حیات بخش حکم اس کو حیات روحانی عطا فرما کر اس کی آنکھیں کھولتا اور اس کو بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اس وقت وہ صبح کی طرح دوبارہ ہنستا ہے اور اس وقت اس کو اپنی اس ہنسی پر ہنسی آتی ہے جو کہ تقلید کی حالت میں اس کو آتی تھی۔ اور وہ کہتا ہے کہ اس قدر دور و دراز سے جہاں یہ حقیقت اور یہ راز اور بھید تھا۔ میں وادی تقلید میں اپنی اندھی پن سے دور ہی دور کیونکر خوش تھا۔

[خلاصہ یہ کہ وہ بصیرت حاصل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ جس وقت میں وادی تقلید میں سرگرداں تھا اس وقت اس حقیقت اور راز میں جو مجھے اس وقت حاصل ہے۔ اور مجھ میں

پہنچ کر اس کے چوہیں ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کھڑا کھڑا رہ جاتا ہے۔
 پس علمائے ظاہر غیر عارف محول نے فی البدیہہ اور صرف علوم ظاہریہ میں تیزی دکھانے
 والے ہیں۔ سیر فی اللہ میں ایک قدم نہیں چل سکتے۔ پس یہ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں۔
 آدمی تو وہی ہیں جو دریا میں چلتے ہوں اور سیر فی اللہ کرتے ہوں۔

اور اے ادہام و خیالات پر جھکے ہوئے شخص تو جان لے کہ ایسے لوگوں پر حق سبحانی
 کی بڑی عنایت ہے پس تو اس کمال کو حاصل کر۔۔۔ خیر یہ مضمون ارشادی
 تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ ہم نے کہا تھا کہ وہ عاری عن الکلمات مرید بھی براہ تقلید
 شیخ کی طرح رونے لگا وہ بہروں کی طرح مقلدانہ روتا تھا۔ اور سبب جانتا نہ تھا پس
 جبکہ وہ بہت زیادہ روچکا تو شیخ کی خدمت کی اس کے بعد رخصت ہو گیا۔ اُس کے
 پیچھے پیچھے فوراً ایک مرید خاص چلا اور کہا کہ اے بے شعور! ابر کی طرح شیخ کے اُس گریہ
 کی موافقت میں رونے والے جو کہ بصیرت سے ناشی ہے۔ تو اگرچہ تقلیداً حالت شیخ کو حاصل
 کئے ہوئے ہے مگر دیکھنا خبردار! یہ نہ کہنا کہ میں نے شیخ کو روتے دیکھا تو جس طرح
 وہ روتے تھے یونہی میں بھی روتا تھا۔ کیونکہ یہ انکار ہے شیخ کے کمال کا۔ کیونکہ اُس
 ظاہر ہوتا ہے کہ تو شیخ کو بھی اپنا ہی سمجھتا ہے۔۔۔ وہ رونا جس کا منشا جہل
 اور تقلید اور ظن ہے اُس ایمان خدا کے رونے کے مماثل نہیں ہو سکتا۔ پس
 تو اپنے رونے کو اس کے رونے پر قیاس نہ کرنا۔ اور دونوں کو یکساں نہ سمجھنا کیونکہ دونوں کے
 رونے میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے وہ رونا تین سو سال کے مجاہدات کا نتیجہ ہے
 اور اس رونے میں عقل کام نہیں کر سکتی چونکہ اس کے درمیان سینکڑوں منزلیں
 ہیں اسلئے عقل کو اس آنسوؤں کے قافلہ سے واقف نہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ اس کا رونا
 نہ غم سے ناشی ہے اور نہ خوشی سے اور عقل کی رسائی اسے گریہ تک ہے جس کا سبب
 غم یا خوشی ہو۔ پس عقل اس کو نہ جان سکتی ہے۔ ہاں اس سرچشمہ کمالات کا کامل

کے رُسنے کی حقیقت کو ذوقاً روح جانتی ہے۔

د عین الملح بجائے ضمیر غائبے لایا گیا ہے اور ملح جمع ہے ملتہ کی جس کے معنی ہیں سخن خوش و نمکین و المراد ہلہلہ الکلمات مطلقاً اس کا ردنا بھی اور اس کا ہنسنا بھی دونوں غیبی ہیں اور جس عالم سے وہم و عقل ہیں اُس سے اُن کو تعلق نہیں۔ اسلئے انکی حقیقت مدرک بالوہم و بالعقل نہیں ہو سکتی۔ اُسکی آنسو جن کا منشأ ذات حق سبحانہ ہے جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے۔ ویسے ہی ہیں جیسے اس کی دیکھی ہوئی ذات جو ان آنسوؤں کا منشأ ہے اور وہ دیکھی ہوئی ذات جو دیکھی ہوئی نہیں ہے دیکھی نہیں جا سکتی۔ یعنی ذات حق سبحانہ جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے اور عقل و حواس جسمانیہ سے وہ ذات اور حواس جسمانیہ سے مدرک نہیں ہو سکتی تو ضرور ہے کہ اسکی آنسو ہی مدرک بوہم و عقل نہ ہوں۔ اب ہم آنچہ اوہیدنت ال کو دن ساس الخ کو مدلل کرنا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو رات رفوچکر ہو جاتی ہے اسلئے رات نور صبح کو نہیں جان سکتی۔ نہ میں تیز ہوا آتی ہے تو پھر رخصت ہو جاتے ہیں پس پھر ہو کو کیا جان سکتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ مہمد ہو گیا۔ تو اب سمجھو کہ جب ذات حق سبحانہ کسی کے لیے متعلق نہ ہوں اس وقت تک کوئی انکو کیسے جان سکتا ہے اور جس وقت وہ متعلق ہوں گے اس وقت وہ لاشعۃ ہو جائے گا پس حادث من حیث ہو حادث قدیم کو کیسے جان سکتا ہے کیونکہ جب قدیم جلوہ افروز ہوتا ہے۔ تو حادث کو مبہوت کر دیتا ہے اور جب کہ اسکو فنا کر دیتا ہے اور اسکی خودی کو کھو دیتا ہے تو اسکو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اسکی شان یہ ہو جاتی ہے کہ بی لیمع دبی یُبصر الخ پس حادث من حیث ہو حادث کے لئے ذات سبحانہ کو دیکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر تم چاہو گے تو سینکڑوں مثالیں مل جائیں گی۔ لیکن مجھے فرصت نہیں ہے کہ میں زیادہ مثالیں بیان کروں اسلئے صرف دو مثالیں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اس مضمون کو ختم کر کے

پھر حالت شیخ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہم نے گریہ و خندہ شیخ کو باوجود مشابہت باگریہ مردم کے عقل و وہم سے بالاتر کہا تھا۔ اور اسکو ثابت بھی کیا تھا۔

اب ہم اس استبعاد کو دور کرتے ہیں۔ جو ان کے دیگر گریہ و خندہ ہا کے ساتھ مشابہت صوری کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ الکر اور حکر اور دیگر الفاظ قرآنیہ عصلائے موسیٰ کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ گو صورتہ دیگر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں مگر وہ حروف صفات میں ان حروف سے مغلوب ہیں اور ان حروف کی حروف قرآنیہ کے مقابلہ میں وہی حالت ہے جو اور لاطھیوں کی عصلائے موسیٰ کے مقابلہ میں۔

مثلاً جو شخص کہ امتحان کے لئے کوئی لاطھی لکھ میں لے گا تو وہ لاطھی وقت ظہور اثر عصلائے موسیٰ کے مانند ثابت نہ ہوگی۔ پس یہی حالت حروف قرآنیہ اور دیگر حروف کی ہے کہ یہ حروف قرآنیہ اعجاز اثر میں اور ان الفاظ کی مانند نہیں ہیں جو کہ آدمیوں سے خوشی یا غم وغیرہ سے صادر ہوں۔ کیونکہ یہ الکر و حکر وغیرہ کلام خداوندی ہیں اور خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ لہذا ہر الف لام وغیرہ جو کلام بشر ہیں ان سے مشابہ نہیں ہو سکتے پس اگر تم روحانیت رکھتے ہو۔ تو تم ان کو اس نظر سے نہ دیکھو۔ اور ان کو کلام بشر کی مانند نہ سمجھو۔ یہ مسلم ہے کہ ان کی ترکیب حروف ہی سے ہے مگر بھی ان کی ترکیب عوام کی ترکیب کے مشابہ نہیں ہے۔

دیکھو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بھی ہڈی اور گوشت اور کھال وغیرہ سے بنا ہے۔ اور اس ترکیب میں ہر جسم اس کا بنائے۔ یعنی جس طرح اولیٰ جسم میں گوشت پوست ہڈیاں وغیرہ ہیں یوں ہی اس میں بھی ہیں لیکن کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترکیب اوروں کی سی ہے ہرگز نہیں کیونکہ اس ترکیب میں معجزات موجود ہیں جن سے تمام ترکیبات مغلوب ہیں۔ مثلاً ان کی انگلی چاند کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے اوروں کی انگلی ایسا نہیں کر سکتی۔ نیز ان کی انگلی سے پانی نکلتا ہے اوروں کی انگلی

داستان آں کینزک کہ باختر خاتون خود شہوت میراند و او را

اُس باندی کی داستان جو لی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو شہوت راندن چوں دیاں آموختہ بود و کدوئے در قضیب

اُن انوں کی طرح شہوت پرورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو میکروتا از اندازہ نگذرد و خاتون بر اُن قوت یافت لیکن بقیہ

پہناتھی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور لی کو اُس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ کدو راندید کینزک را بہ بہانہ براہ کرد و چلتے دور دور ہاں جمع

نہ سبھی باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے شہوت کدو و ہالاک شد بقضیب کینزک بیگاہ باز آمد و لوح

اُس گدھے سے لگ گئی اور سوالی کے ساتھ ایک ہوئی باندی اچانک واپس آئی وہ رونے کر دکھائے جام ولے چشم رونم کیر دیدی و کدو ندیدید ذکر

کی کلسہ میری جان اور اسے میری روغن آٹھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر دیدی و آں و کدو ندیدید کل ناقص ملعون یعنی کل نظیر

دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر و فہم ناقص ملعون و گرنہ ناقصان ظاہر جسم مرحوم اندہ ملعون

اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابل رحم ہیں نہ کہ ملعون قول تعالیٰ لیس علی الاغنیٰ حرج ولا علی الاغریج حرج و لا

اللہ تعالیٰ کے قول نے نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ ٹھوکر پر گناہ اور علی امر فیض حرج نفی حرج کر دینے نفی لعنت نفی عتاب و

نہ مریض پر گناہ گناہ کی نفی کردی نہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

لے جو کہ ظاہر میں سے عقاق پر شہوت رہتے ہیں۔ لاجرم۔ اصل مقصد اُن کی نگاہوں سے چُپ لگی اور اُن نکتہ اِس عارض میں نفی ہو گیا جو اُن کو پیش آیا۔

اِس کے ناقص خلق ہر ناقص معنوں ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو کیوں کہ جن کا جسم ناقص ہو سکتا ہے وہ تو قابل رحم ہیں۔

کلمہ کیش علی الاغنیٰ حرج نہ لکھتے ہو کہ لی گاہ نہیں ہے ناقص ہم والے کے گناہ کی نفی کر دی لیکن اگر وہ ناقص نفس والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

لے نر نر۔ خر خر۔ خر خر۔ شہوت کی تکلیف کی ندادی۔ کان۔ جامع کرنا۔ ترہ۔ ذکر۔ قضیب۔ شلغ۔ ذکر۔ کیر۔ ذکر۔

از و فور شہوت و فرط گزند

شہوت کی کثرت اور شہوت کھاندا کی تکلیف سے خرج جامع آدمی پے بردہ بود

گدھے نے آدمی کا جسان سیکھ یا تھا ورنہ شش کردہ پئے اندازہ را

جس کو اُس نے اندازہ کے مطابق اُس کے ذکر میں بنایا تھا تار و نسیم ذکر وقت سپوز

تاکہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

یک کینزک نر خرے بر خود فگند

ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا آں خر نر را بگاں خو کردہ بود

اس نر گدھے کو جامع کی مادت والدی تھی یک کدوی بود حیلست مازہ را

اُس حیل ساز باندی کے پاس ایک کدو تھا ورنہ قضیبش آں کدو کرے عجز

بڑھیا اُس کے ذکر میں کدو پہننا دیتی

گر ہمہ گیر خرا اندر وے رود
اگر گدھے کا پورا ذکر اس میں جانے
خر ہی شمل لاغرو خاتون او
گدھا مڑا ہو رہا تھا اور اس کی ماں
نعلبنان را نموداں خر کہیت
اس نے اس گدھے کو نعلبنان کو دکھا یا کیا ہے؟
یہی علت اندر و ظاہر نشد
اس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی
در نقص اندرافت او بکبد
وہ کوشش سے جستہ میں لگ گئی
چرا باید کہ جاں بندہ بود
جان کو کوشش کا سلام ہو جانا چاہیے
چون نقص کرد از حال اشک
جب اس نے گدھے کے حال کی جستہ کی
چون نقص کرد از احوال خر
جب اس نے گدھے کے احوال کی جستہ کی
از شگاف در بید آں حال را
اس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا
خر ہی گاید کنیزک را چنان
گدھا باندی سے اس طرح جسامہ کر رہا ہے
در خند شد گفت چوں ایس مکت
وہ جس میں ستارہ گئی ہوئی جب یہ مکت ہے
خر مہذب گشت و آموختہ
گدھ مہذب اور سدا ہوا
کردن دیدہ در خانہ بکوفت
اس نے انجان میں کر دروازہ کھٹکھٹایا
از پے رو پوش میگفت ایس سخن
ایکون میں کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی
کرد خاموش کنیزک انگفت
جب رہی اور باندی سے نہ کہا

آں رحم و آں رودادیراں شود
تو رسم اور استہیائیں تباہ ہو جائیں
ماندہ عاجز کنیز شد ایس خر چو
جیران تھی کہ یہ گدھاں بیاس رہے ہوئے
علت او کنیز جاش لاغریت
اس کی بیماری جس کا نتیجہ رہا ہے
یہی کس از سر آں مخبر نشد
اس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا
شد نقص را دام مستعد
اور جستہ کے لئے ہے روپے مستعد ہو گئی
زانکہ جد جوئندہ یا بندہ بود
کیونکہ جستہ کر نیوالے کی کوشش باخبران جانی ہے
دید خفتہ زیر آں خر زنگ
اس کے نیچے زنگس کو پڑا ہوا دیکھا
آں کنیزک بود زیر و خر زبر
تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر
پس عجب آمد آں آں زالا
تو وہ اس بوڑھی کو بسنے آ گیا
کہ بقل و رسم مرواں باز ناں
جوڑوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور حق کے معنی
پس من اولی کر کہ خر ملک من
تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے
خواں نہا داست چیراغ افروختہ
دستہ خوان بجھا ہے اور چراغ روشن ہے
کائے کنیزک چند خواہی خانہ رفت
کہ اسے باندی! اگر میری کنیز جانا ہوگی
کائے کنیزک آدم در باز من
لے باندی! دروازہ کھول میں آ رہی ہوں
رازا از بہر طبع خود نہفت
رازا، اپنی بھینس ہوئی خواہش کی وجہ سے

۱۰ نقص ۔ جستہ ۔ بکبت
کرک لفظ ہے، گدھا زنگ
کاں تعریف کا ہے زنگس
روٹی کا نام ہے شگاف
کراؤں کی درز
لہ کامیوں جسامہ کرنا
آ۔ چنانکہ خر مہذب میں
میش و عفت کے سب
اسباب بنتا ہیں، نقص
جھانڈو دینا، زور زنی، باندی
نے اپنے آپ کو روزہ دار
جاکر کھانے کی روٹی
کا بال بھان گدھے کا سٹیل
نہا ہے۔

پس کینک جملہ آلاست فساد

بانہی نے خسہ راہ کے سب سامان
رُو ترش کر دو دودیدہ پُر زخم

اُس نے تھوہنا اور دودھیں نہ تھوہنا
در کف او نہ رہ جا رہے کہین

اُس کے ہاتھ میں نرم ہماڑو کر میں
چونکہ با جا روپ در را او کشاد

جب اُس نے ہماڑو لے ہوئے دروازہ کھولا
رُو ترش کر دی جا رہے بکف

ترنے تھوہنا اور ہماڑو ہاتھ میں
نیم کارہ و خشکیں قبیلان کر

آدھا کد کے سے اور دفعہ میں ذکر کر ہاتھ والا
زیر لب گفت اس نہاں کر وازنیر

تھوہنا تھوہنا کیا، اُس کو بانہی سے چھپا
بعد ازاں گفتش نہ چادر نہ بسر

اُس کے صاف سے کہا، سر پہ چادر ڈال
انہیں گواں جنہیں گواں چنناں

ایک کہ اور دیکھ
اُس پر مقصودست مغز آں بکیر

جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے
چوں بدر کر دیش زحلیت مکار

جب اُس کو تہہ سے اُس نکاح سے باز کالیا
بوہواز مستی شہوت شاداں

وہ شہوت کی سستی سے خوش تھی
یا فتم خلوت زخم از شکر بانگ

میں نے کھانا ہالی شکر کا تھوہنا
از طرب گشتہ بزان زن ہزار

سستی سے محبت کی محبت ہزار گنا، ہر گئی
چہ بزان کل شہوت دُور بزرگ رفت

نہیں شہوت، اُس محبت نے اُنکو تھوہنا
پس کینک جملہ آلاست فساد

کر دینہاں پیش شد در اکشاد

چھپا رہے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا
لب فرو افگند یعنی صائم

ہنٹ دکھائے ہوئے یعنی میں ہنڈ دار ہوں
خانہ رومی روقم بہر عطن

اسکین کی کوٹری میں ہماڑو دے رہی تھی
گفت خاتون زیر لب کاے اوتاد

لانی نے تھوہنا ہی تھوہنا میں کہا، لے اُتاد
حیث اس خر گشتہ از علف

یہ کہہ جا رہے تھے ہماڑو کیوں ہے؟
نا انتظار تو دوپیش سُوئے در

تیرے انتظار میں اکی دوں، بھیس مہاندہ کھانا
دانش آں دم چو بجاں عزم

اُس وقت اُس کو بے قصد کی طرح بیاں لکھا
رُو فلاں خانہ زمن پیغام بر

فلانے گھس جا، میرا پیغام لے جا
مختصر کر دم من افسانہ زناں

میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا
چوں براہش کر دیاں زلے ستیر

جب اُس پردہ نشین بڑی نے انکو روانہ کر دیا
درفرو بست و خلوت شاداں

دروازہ بند کر دیا اور تنہا میں بخش تھی
درفرو بست ہی گفت آں ماں

دروازہ بند کر دیا اور اُس وقت کہہ رہی تھی
رستہ ام از چاروانگ از دو بانگ

چار دھڑی اور دو دھڑی سے مجھے نکالت گئی ہو
در شہر شہوت خربقیر

وہ کہہ مجھے کی محبت کی چھاری سے بے قرار تھی
بزرگ رفتن گنج را بنود شکفت

اچھا کو تو بنا دیت العجب غیر نہیں ہے
پس کینک جملہ آلاست فساد

۴۴ قریب یعنی بزرگوار
بات کہی جیت۔ اگر تھوہنا
ہماڑو دے رہی تھی تو
یہ کہہ اس حالت میں کہا
ہے۔ دانش، اُس نے لانی
اُس بانہی سے ایسا بڑا
کیا جیسا کہ اس کا کوئی تصور
نہیں ہے۔

۴۵ یعنی لانی نے پیغام
میں بہت سی باتیں سکھائیں
میں کی تنہا میں نے چوڑی
ہے۔ ستیر پردہ نشین چادر
دنگ یعنی تھوہنا بہت
بڑاں محبت کی تھوہنا
۴۶ از گرفت۔ ڈال کیا۔
گرفت یعنی بڑی چیز کو سلا
کر کے دکھا دیا ہے۔ اسے
بسا جس طرح اس کو لانی نے
بانہی سے چوڑی بات نہ
نہیں، اسی طرح بہت سے
انصاف دیکھیں چاہے آپ
کو کتنے شے سمجھتے ہیں۔

میل و شہوت کر کھندل و کور
خواہش اور شہوت اول کو ہر ادا ادا بنا دو
لے لے سترست نار و نار جو
ہست سے آگ کے سترست ادراک کے ہر پا
جز مگر بندہ خدا کر جذب حتی
سرائے اس مرد خدا کے کہ جذب کے زید و اشفاق
تا بداند کاں خیمال نار یہ
نار کو دھو سمجھ لے کردہ آتشیں خیال
زشتہا را خوب نماید شرہ
حرم، بزمینوں کو بسلا وادھا دیتی ہے
صد ہزاراں نام خوش اکڑہ تنگ
لاکھوں نیکناموں کو اس نے بدم نام کر دیا
چوں خرے را یوسف مصری نمود
بیکر اس نے گدے کو مصری یوسف کر کے دکھ دیا
یر تو سرگس را فوش شہد کرد
اس کے منتر سے تیرے لئے گور کو شہد کر دیا
شہوت از خوردن بودم کفن خور
شہوت کھانے سے لپڑا ہوئی کہ کھانے کو کھ کر دیا
چوں نخوردی میکشدنوی حرم
جب تو نے کھا یا وہ تجھے زنا خانہ کی جانب کہنے کا
پش نکاح آمد چو لاخول و ولا
قر نکاح لامل و لاقرۃ کی طرح ہے
چوں حریص خوردنی زن خواہ بود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کر لے
بایسنگیں بر خرے کاں میبہد
جو گدھا کھد رہا ہے، بھاری بوجھ
فعل آتش را نمی دانی تو سر د
آگ کے سام کو تو صندا نہ سمجھے

تا نماید گرگ یوسف نار نور
یہا تک کہ بھڑیا یوسف اور آگ نذر آتش
خوشتن را نور مطلق داند او
و اپنے آپ کو نہ مطلق سمجھ لیتے ہیں
وار، مش آرد مگر داند ورق
اس کو راست پر لے آئے، ورق پلٹ دے
در طریقت نیست الا عاریہ
طریقت میں ماضی ہی ہیں
نیست از شہوت بترزاقات
راہ طریقت کی آنتوں میں شہوت گناہ و بزرگوں
صد ہزاراں زیر کا نرا کر دے تنگ
لاکھوں مقلدوں کو بے عقل کر دیا
یوسف را چوں نماید آں جہود
وہ یہودی، یوسف کو کیسا دکھائے گا؟
شہد را خود چوں کند و قتی نبرد
معرکہ میں خود شہید کو خود کیسا دکھائے گا؟
یا نکاحے کن گریزاں شوز شر
یا نکاح کرے، شہر سے بچ جا
دخل را خرے بساید لاجرم
لا محال آمد کے لئے خرچ ضروری ہے
تا کہ دیوت نفکند اندر ملا
نارک شیطان تجھے میبست میں نہ پھنسانے
ورنہ آمد گر بے و دُنبہ را بود
ورنہ بتی آئی اور جلدی لے گئی
زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہید
جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ وہ پہنچے
گرد آتش با چیں دانش کرد
اس میں عقل کے جوتے ہوئے آگ کے گرد جگر نہ کاٹ

تھ جڑ۔ جس میں سے نہ
بہت ہے جس کی جانب پہنچا
کرے نہ یہ سمجھتا ہے کہ
اس کو نور مطلق حاصل نہیں
ہوا بلکہ یہ نادانی خیال قیاس
ایک حادثی چیز ہے فتنہ۔
انسان کی حرص کوئی کو بھلا
کر کے رکھا حتیٰ ہے شہوت
انسان کے لئے سب سے
بڑی آفت ہے
لے جہود میں شہوت
بڑو۔ انسان کی شہوت
بڑی چیز جب بھلا دکھائی
ہے تو میں چیز کو کیا کہ کر کے
نہ دکھائی شہوت۔ انسان
کی شہوت کھانے پینے سے
بڑھتی ہے تو شہوت کو روکنے
کے لئے یا کم خوری پانیے یا
نکاح کر لینا پانیے چوں۔
جب انسان فتنی چیز میں
کھائے گا تو اس کو معدنوں
کی طرف زیادہ شہوت ہوگی
اس لئے کہ جب بیت میں کئی
نفا داخل کر رہا ہے تو اس کا
نکاح بھی لازمی ہے۔
لے جس نکاح شیطان کے
بھندے سے بچنے کیلئے نکاح
لا حول کا کام کرتا ہے۔ روز۔
یعنی تیری ساری نیکی اور تقویٰ
تباہ ہو جائیگا۔ اگرچہ جس
گدے میں انیس کو کی مارت
ہے اس کو بوجھ سے دانے
رکھنا چاہیے جس نقش کی کتا

ہے بلکہ ایک نفس کو تو
میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو
نہیں کہنا ہی چاہیے آج
ماضی اگر دیکھ جائے تو
ہنر جو چاہیے اور اس کے ہاں
کیلئے یا موجود نہ پایا جائے تاکہ
اپنی جگہ کرال کو روکا
جاسکے۔

۱۰۰ جن مانی جب انسان
وہ بار بار پیش نہاتا ہوا ہوتی
کے قریب میں نہ جاسے عورت
وہی سوچتا تھا کہ وہ کدو
اس لی نے دروازہ بند کر دیا
تقریباً ہمارے۔

۱۰۱ غفلت میں بیٹ گئی
بستان چیت تھبتہ میں
زانیہ لی۔ پاتر آورو۔ پا
وکرے کتا یہ ہے موقوفہ
سکھا یا ہوا۔ قادیہ خبیثہ۔

۱۰۲ وہ وہا۔ استہطایں۔
زینت السنون۔ حوادث زمانہ۔
فضیلت نسوانی۔ غلابتہ۔
قرآن پاک میں ہے تَنْذِیْلُ نَفْثِ
عَذَابِ الْخَوْدِی۔ اگر ہم
ان کو زنت کے عذاب کا مزہ
چکھائیں۔ تجھے قرآن پاک
وہا کہ نفس کے نیچے ہوا گھر
کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ
بڑا اور ذلیل کام ہے۔

۱۰۳ وہ وہا۔ انسان اگر
نفس پروردی کی حالت میں
مر گیا تو اس کی موت کس
لی کی موت ہے جس سے زیادہ
نفسانی ہے نفس۔ جیسا
انسان کا باطن جو کائنات
میں اٹھ کھڑا ہے وہی صورت
پر مشتمل ہے۔

علم دیگ وانش از بود ترا
اگر تجھے دیگ اور الگ کا ہنر ماس میں ہے
آب حاضر باید و فرہنگ نیز
پانی موجود ہے اور عقل بھی
چون ندانی دانش آہنگری
جبکہ تو راہ میں کا ہنر نہیں جانتا ہے

۱۰۴ در فرو بست آن زن فرار کشید
اُس نے دروازہ بند کیا اور گھر سے کھینچا
در میان خانہ آوردش کشاں
اُس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی
ہم بڑاں کرسی کہ دیدار از کینز
اُسی چوکی پر جو میں نے بازی کی دیکھ تھی
پا بر آورد و خرا اندرے سپوخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسایا
خرم و بگشتہ در خاتون فشرود
بکھائے ہوئے گدھے نے لی لے کے اندر دھار دیا

۱۰۵ بروردید از زخم کیر خرم جگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے مگر بیٹ گیا
کرسی از کیسوزن از کیسوزن قتاد
تخت ایک طرف اور تخت ایک طرف گر گئی
صحیح خانہ پر زخون شدنن لنگول
گھر کا ماس خون سے بھر گیا عورت اوندھی ہو گئی
مرگ بد با صد فصیحیت اے پدر
لے باوا! ہنر و مہارتوں کے ساتھ تیری صورت
تو عذاب الخیر ہی بشنواز بنے
تو قرآن سے رسوائی کا عذاب سہل لے
دانکہ این نفس ہمیں نر خیرست
جان لے۔ یہی وہ نفس ہے
دہرہ نفس از بمردی در منی
اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مر گیا

۱۰۶ از شر نے دیگ ماند نے آبا
چھ روزوں سے دیگ رہے گی نہ شور با
تا پڑ دآں دیگ سالم در آرزو
تاکہ اہل میں دیگ سالم چک جائے
ریش و موسوزد چو آغا بگذری
جب تو وہاں سے گزرتے گا تو اسی اور بال میں چھٹا
شادمانہ لاخرم کیفر چشید
خوشی سے، لامحالہ انجام چکسا
خفت اندر زیر آں نر خیرستان
اُس گدھے کے نیچے بہت بیٹ گئی
تا رسد در کام خود آں قحہ نیز
تاکہ وہ رشتہ ہی اپنا مقصد مائل کرے
آتش از کیر خرد درے فروخت
اُس میں گدھے کے ذکر سے آگ لگ گئی
تا بخایہ در زمان خاتون بمرد
خیبے تک۔ لی لی فوراً مر گئی
رو دہا بگستہ شد از ہمدگر
انہریاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں
دم نزد در حال آں زن جان بداد
اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس مرتے جانے
مرد او و برد و جاں ریب المنول
وہ مر گئی، حوادث زمانہ لکھی جان لے گئے
تو شہیدے دیدہ از کیر خرم
قرنے گدھے کے ذکر کا کوئی خبیثہ دیکھا ہے؟
در جنیں ننگے مکن جاں رافے
ایسی رسوائی میں جان رسد بان ذکر
زیرا دہرہ دون از ان ننگیں ترست
اُس کے نیچے ہوا اس سے وہی زیادہ بیدار
تو حقیقت اُس کے مثل آں زنی
تو سمجھو کہ تو اس عورت کی طرح ہے

نفس مارا صورت خربدہ او

وہ (اٹھائے) ہاے نفس کو گمہ کی صورت میں

ایں بود اظہار سر در رنجیز

قباس میں راز کا یہ اظہار ہر گز

کا فراں را بیم کرد ایند ز نار

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو آگ سے ڈرایا

گفتیے آں نار اصل عار است

(اُس نے) کہا نہیں آگ دھتوں کی جڑ ہے

لقمہ اندازہ نخورد از حرص خود

اُس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ لقمہ نہ کھا

لقمہ اندازہ خورے مردِ حرص

اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں

اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے

ہیں ز حرص خویش میزاں اہل

غیر دار! اپنے لاکھ میں ترازو کو نہ چھوڑ

حرص جوید کل بر آید از کل

حرص کل پر جی ہے، کل سے خود رہی ہے

آں کینز میشد و میگفت آہ

وہ باندی روانہ ہوئی، کہتی تھی، اے

کاربے استاد خواہی ساختن

تو نے بغیر استاد کے کام بنایا، یا

اے زمن دزدیدہ غم نام تمام

اے! تو نے میرا تاقیہ علم چور کیا

تا پنجیدے دانہ مرغ از خرمنش

جبکہ آٹکے کھایاں سے پرند دانہ نہ چگتا

دانہ کمتر خور ممکن چنیں رفو

دانہ بہت کم کھا، اس قدر قدر نہ تو نہ کر

تا خوری دانہ نیفتی تو بدام

تا کہ تو دانہ نہ چگے (اور) جال میں نہ چپنے

ز انکہ صورت ہاکند بر وفق خو

کیونکہ وہ مصحف کے مطابق صورتیں بنا دیا

اللہ از تن چوں خرق گریز

مذہب کے لئے گمہ سے سر سے مٹا دیا

کا فراں گفتند ناراولی ز عار

کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے

ہمچو آں نائے کہ آں زن را بگنا

اُس آگ کی طرح جس نے اُس عورت کو جلادیا

در گلو بگرفت لقمہ مرگ بد

بڑی موت کا لقمہ گلی میں جھس گیا

گرچہ باشد لقمہ حلوا و حبیب

اگرچہ حلوا اور کھجور کے طعمے کا لقمہ ہو

ہیں ز قرآن سورة رحمن بخوان

آگاہ، قرآن میں سے سورہ رحمن پڑھ لے

آز و حرص آمد ترا خصم و مضل

تمہارا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والا ہے

حرص میرے فحل ابن الفحل

حرص حاکم ہے، اے نامرد! نامرد کے بیٹے

کردی لے خاتون تو آشار ابراہ

اے بی بی! تو نے اُن استاد کو روانہ کر دیا

جا بلانہ جال بخواہی بافتن

جاہل کی طرح جال دینا چاہا

ننگت آمد کہ پیرسی حال دام

مجھے نہ سہم آئی کہ جال کا جال معلوم کیے

ہم نہ نیفتا لے رسن در گردنش

اُس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی

چو گنگو خواندی بخواں لاشر فزا

جبکہ تو نے نہ کھا تو، پڑھ لیا، زیادتی نہ کرو، پڑھ لے

ہیں گند علم و قناعت والسلام

یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

لے عار یعنی مسلمان ہونے

کی ذلت، جو ہر طرح نفس

کی آگ نے اُس کی کویتوں

میں مبتلا کیا تمہارے نفس کی

آگ جو اسلام کو عار کا سبب

بنادی ہے سینکڑوں ذلتوں

میں مبتلا کر دی، حق تعالیٰ اُس

لہ نے اپنے اندازہ کے مطابق

کام نہ کیا حرص کی اور وہ دیکھی

گئی، جیسے، جھوارے کا حصوہ

زبان ترازو کا نشانہ کر دی

کو بتاتا ہے، سورہ سورہ

رحمن میں ہے وَاللّٰہُ اَوْفٰی

وَدَّخٰنَ الْمِیْزَانَ لَا تَطْغَوْا

فی الْمِیْزَانِ اُس اللہ تعالیٰ

نے آسمان کو پند کیا اور ترازو

کا پیمانہ کی تاکہ تم تجاؤ نہ کرو،

اللہ تعالیٰ مستبصر معقول۔

طلب الحق ذلت الحق علی کا

طلب کرنا کل کو باطل سے دینا

ہے، حق، وحیلا، مست

کردی، وہ باندی کہہ رہی تھی

کہ میں اس فن کی استاد تھی

تو نے مجھے تو روانہ کر دیا اور بغیر

استاد کے کام چلانا چاہا۔

اے درس، تو نے مجھ سے آدمی

بات کی، تاکہ مجھے اگر پرند

جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں

نہ چپنے

اللہ تعالیٰ، قرآن پاک میں

ہے مَنَّا وَلَا تَشْرَفُوْا...

”کھاؤ اور اصراف نہ کرو“

”حق تعالیٰ، علم اور قناعت

حاصل کرو تو دنیا کو فائدہ

بھی اٹھاؤ گے اور مسرت

میں بھی گرفتار نہ ہو گے۔

لے نعمت۔ عقدہ آدوی
دنیا کو آخرت کیلئے استعمال
کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور
انسان نعمت اور برکت میں
مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو حق پرست
جب دنیا دار دنیا کے فہم میں
مبتلا ہو جائے تو اس پر خدا
خود عوام ہو جاتا ہے۔ ترجیح
جو ہوشیار پرند ہو گا وہ جال
کا دانہ کبھی نہ چکے گا۔
لے ترغ غافل۔ بیوقوف
انسان دنیا میں مبتلا ہو جاتا
ہے جو کہ جال کے دانے کی طرح
ہے۔ باز ترغ غافل جو ہوشیار
پرند ہوتے ہیں وہ جال کے
دانے سے اپنے آپ کو بچھڑے رکھتے
ہیں۔ جال۔ صاحب
شکایت، بیوقوف پر عمل کو
ذبح کر دیتا ہے اور خوش گلو
پرندوں کو گرفت کر دیتا
ہے جو لوگوں کی غفلتوں میں
پہنچ جاتے ہیں یہی صورت
دنیا کے جال میں پہنچنے کے
بعد دنیا داروں اور اہل اللہ
ذکر و شافل کو لگتی ہوتی ہے۔
لے پس کینک۔ لی لی کے
مرنے کے بعد باندی نے کہا
لی لی کقدر احمق تھی مجھ سے
تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے
آپ کو استاد سمجھ بیٹھی اور
بلک ہوئی۔ ظاہر ہے۔ حق
کا ظاہر دیکھا اور اس کے
رازوں سے واقف ہوتے
ہوئے دکان کھول بیٹھی۔
مبصیر۔ غیور سے کا حلوہ۔
لے اے بشارتیں خال ان
لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی
شرح کامل سے تھوڑی سی
بات سیکھ کر دکان چلاتے
ہیں۔ رزاق۔ مہربان۔
صوف۔ یعنی ان کی سزا۔

نعمت از دنیا خورد عاقل نہ غم
عقلمند دنیا میں نعمت کما چہ نہ کرم
چوں در افتد در گلو شای خیل ام
جب ان کے گمے میں جال کی رتی پہنچتی ہے
مرغ اندر دام دانہ کے خورد
پرند، جال میں سے دانہ کب چکاتا ہے؟
مرغ غافل یہ خورد دانہ ز دام
غافل پرند جال میں سے دانہ چکاتا ہے
باز مرغ غافل جبیر ہوش مند
پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے
کاندرون دام ودانہ زہر ہرمت
کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں
صاحب دام ابلہاں را سر میرد
جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا
کہ از انہا گوشت می آید بکار
کیوں کہ ان کا گوشت کار آمد ہے
پس کینک آمد از شکاف در
تو باندی نے دروازے کی دھڑ سے
گفت اے خاتون احمق نیچو بد
اس نے کہا اے بیوقوف لی لی! کیا تھا؟
ظاہر شدیدی بر شرارتوں ہل
تو نے اسکا ظاہر دیکھ لیا اسکا رتھ سے پوشیدہ
کیو دیدی پیچوشہد و چون فصیح
تو نے ذکر کو شہید اور علوہ جیسا دیکھا
یا چو مستغرق شدی در عشق خر
یا جب تو کہدے کہ عشق میں مہر ہوش ہو گئی
ظاہر صنعت بیدری زا استاد
تو نے استاد کی کاہری کا لہری دیکھی
اے بشارتیں گول بیوقوف
بہت سے احمق بیوقوف مکاروں نے

جاہلاں محسوم ماندہ درندم
جاہل، نعمت سے محروم رہتے ہیں
دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام
سب پر دانہ چکنا حرام ہو جاتا ہے
دانہ چوں زہر مت در دام ارچرد
جال میں سے اگر دانہ چکے وہ زہر جیسا ہے
پہچو اندر دام ذبیہاں عوام
جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے
کرہ انداز دانہ خورد ارچرک بند
اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے
کورائ مرغ کہ دستخ دانہ خواست
وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں خود دانہ چا
واں ظریفان را بجملسہا کشید
اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا
وز ظریفان بانگ نالہ زہر و زار
اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور نالہ زہر و زار
دید خاتون را بمرزدہ زہر خسر
لی لی کو کہنے کے بچے مرزدہ دیکھا
گر تر از استاد خود نقشہ نمود
اگر استاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا
اوستا ناگشتہ بکشادی دکان
استاد نے بغیر تو نے دکان کھول دی
آں کدو را چوں ندیدی کہ حریص
اے حریص! تو نے کدو کیوں نہ دیکھا؟
آں کدو پنہاں بماندت از نظر
وہ کدو تیری نظر میں سے چھپا رہا
اوستادی بر گرفتنی شاد شاد
تو نے خوش خوشی اوستادی اختیار کر لی
از رہ مرداں ندیدہ غیر صوف
سوائے ان کے مردوں کے راست میں کدو نہ دیکھا

اے ہاشوغاں زانگد اقرار
 بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنرے
 ہر کیے در کف عصا کہ موسیٰ م
 ہر ایک کے ہاتھ میں لاشی ہے کس موتی پہل
 آہا زان رونے کہ صدق صادق
 ہائے وہ دن کہ سبوں کی سچائی
 آخر از اُستاد باقی را پیرس
 آخر باقی (ہنر) استاد سے پوچھے
 جملہ جستی بازماندی از ہمہ
 تو نے سب کو مٹوا سب سے محروم رہا
 صورتے بشنیدی گشتی ترجاں
 تو نے تھوڑی سی بات کسی درجان بن گیا

از شہاں نامونہ جز گرفت لاف
 انھوں نے شاہوں کو سواہ بانوں اور لٹی کے کہ مامون کیا
 می دمد بر ابلہاں کہ عیسم
 جو توفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں
 باز خواہد از تو سنگ اتحال
 امتحان کا بخیر تجھ سے طلب کرے گی
 کہ حرصیاں جملہ کو رانند و خرس
 کیوں کہ لابی صبا اندھے اور گم گئے ہیں
 صید گرگاں اندایں ابلہ لہ
 یہ بیوقوف گد، بھیر یوں کا شکار ہے
 بیخبر از گرفت خود چوں طوطیاں
 طوطیوں کی طرح اپنی گفتو سے بے خبر ہے

اے بابا۔ یہ مزدور شیخ
 سوائے شنی بھمار نے کے
 شیوخ سے کو حاصل نہ کرے
 اور اپنے آپکو موسیٰ دہیسی
 ظاہر کرتے ہیں جملہ جستی۔
 یا تو حریص مریدوں کو مٹا
 ہے یا مزدور شیخ کو جو مرید
 کو بچانے کے حریص ہیں۔
 طوطیاں طوطی انسان کی
 بولی بولتی ہے، لیکن ان کی
 سمجھ نہیں ہے۔

شرح

ایک لونڈی نے غلبہ شہوت اور اسکی تکلیف کی زیادتی کے سبب
 اپنے ادپر گدھا ڈالا۔ اسکی پیشتر وہ اسکو جماع کا عادی کر چکی
 تھی۔ اور وہ گدھا آدمی کی سی جھپتی سیکھ گیا تھا۔ اس ہوشیار لونڈی کے پاس ایک
 کدو تھا۔ اسکو اُسنے گدھے کے عضو تناسل میں اندازہ کے لیے پہنا دیا تھا۔ یعنی اس
 بڑھیا نے اس کدو کو اسکی عضو مخصوص میں اسکی پہنایا تھا۔ تاکہ دخول کے وقت
 آدھا اندر جائے۔ سارا نہ جاسکے اسلئے کہ وہ جانتی تھی کہ اگر تمام اندر چلا گیا تو رحم
 اور آنتوں سب کا ستیاناس ہو جائے گا۔ چونکہ وہ لونڈی اسکی ہمیشہ یہ کام
 لیا کرتی تھی اسلئے وہ گدھا دُبلتا ہوتا جاتا تھا اور گدھے کے مالک بنی بی پریشان تھی
 اور سوچتی تھی کہ یہ گدھا اتنا دُبلایوں ہو گیا۔ اسکی نعل بندوں کو بھی دکھلایا اور پوچھا
 کہ اسے کیا مرض ہے جو یہ یوں دُبلتا ہوتا جاتا ہے۔ مگر کسی کو بیماری کا پتہ نہ چلا
 اور کسی نے اس کا راز نہ بتلایا۔

بالآخر! وہ نہایت کوشش کے ساتھ اسکی تفتیش میں مصروف ہوئی اور تحقیق کے لئے پورے طور پر تیار ہوئی — آدمی کو چاہیے کہ جان سے کوشش کا غلام ہو جائے کیونکہ جو کوشش سے کسی شے کو طلب کرتا ہے وہ بالآخر اُسے پالیتا ہے۔ چنانچہ جب اُس بی بی نے پوری کوشش سے اپنے گدھے کے حال کی تفتیش کی تو بالآخر اُسے اس کا راز معلوم ہو گیا اور اسکی دیکھا کہ لونڈی اسکی نیچے پڑی ہے اور جب کہ اُس نے اپنے گدھے کے حال کو تحقیق کیا تو اُس نے دیکھا کہ لونڈی نیچے ہے اور گدھا اوپر۔

اس حالت کو اس نے کواڑ کی درز سے دیکھا تھا — اس بڑھیا کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ گدھا لونڈی سے یوں جماع کر رہا ہے۔ جیسے مرد عورتوں کے ساتھ عقل اور قاعدہ کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ نین اُسکو رشک ہوا۔ اور اُس نے سوچا کہ جب ایسا ہو سکتا ہے تو میں اس کی زیادہ مستحق ہوں کیونکہ گدھا میرا ہے نیز گدھا بھی۔ سدھایا ہوا اور سکھلایا ہوا ہے اسلئے کوئی دشواری ہی نہیں ہے۔

غرض کہ خوان رکھا ہوا ہے اور چراغ روشن ہے یعنی سامان سب موجود ہے پھر کہوں محروم رہوں۔ یہ خیال کر کے اس نے اپنے کو ایسا بنالیا جیسا کہ دیکھا ہی نہیں اور دروازہ پر پھٹکی دی۔ اور کہا کہ اری باندی! آخر کب تک جھاڑو دیگی اب تک دے نہیں چکی — اور وہ جو یہ کہتی تھی کہ کب تک جھاڑو دیگی۔ میں آگئی اور دروازہ کھول! یہ محض واقعہ کو چھپانے کے لیے کہتی تھی ورنہ وہ جانتی ہی تھی کہ واقعہ کیا ہے غرض کہ وہ چُپ رہی اور لونڈی سے یہ واقعہ نہیں کہا اور اس راز کو اس نے اپنے طبع کے لیے چھپا لیا ادھر تو یہ ہوا ادھر لونڈی جب دیکھا کہ بی بی آگئی تو اس نے بد معاشی کا سارا سامان چھپا لیا اور دروازہ کھول دیا اور منہ بنالیا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور ہونٹ نیچے لٹکالیا اس نے اسکو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں روزہ دار ہوں اور اسکی ہاتھ میں ایک نرم جھاڑو تھی۔ جس سے اس کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں گدھے کے تھان کی صفائی کے لیے گھر میں جھاڑو دے

رہی تھی۔ پس جبکہ اسٹش لاتھ میں جھاڑو لیے دروازہ کھولا تو بی بی نے پیچھے سے کہا کہ اری استاد! تو نے بھی منہ بھی بنالیا اور ہاتھ میں جھاڑو بٹھا لے لی۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ گدھے نے چارہ چھوڑ دیا ہے اور نافرغت یافتہ اور غصہ میں بھرا ہوا ہے اور عضو تناسل کو ہلار رہا ہے اور تیرے انتظار میں دروازہ کو تک رہا ہے۔ یہ اسٹش آہستہ ہی سے کہا اور لونڈی کو مطلع نہیں کیا۔ اور اسٹش ویسے ہی پیار و محبت کی باتیں کہیں جیسے بے قصوروں سے کرتے ہیں۔ اسٹش بعد کہا کہ اچھا سر پر ڈوپیٹہ ڈال لے۔ اور فلاں گھر میرا یہ پیغام لے جا۔ دلوں جا کر یوں کہنا ووں کہنا۔ ایسا کہنا ویسا کہنا۔

غرض اسٹش بہت لمبا پوڑا کام بتا دیا۔ میں نے عورتوں کے قصہ کو مختصر کر دیا ہے اور بقدر مقصود بیان کر دیا ہے تم اسٹش مغز لے لو۔ اور پوست کو چھوڑ دو۔ خیر! تو جب

اس پردہ نشین بڑھیا نے اُسے چلتا کر دیا۔ اور جبکہ تدبیر سے اسکو اس مکان سے نکال دیا تو اسٹش دروازہ بند کر لیا۔ اور خلوت سے خوش ہوئی۔ چونکہ وہ سستی شہوت سے خوش تھی اسٹش دروازہ بند کر لیا اور یہ کہنے لگی اب مجھے خلوت مل گئی ہے اور اب میں شکر کافرہ لگاتی ہوں اور اب مجھے تمام عالم کی کچھ فکریں نہیں ہے خوشی سے اس عورت کی شہوت ہزار گونہ بڑھ گئی تھی اور گدھے کی شہوت کے سبب بے قرار تھی کیسی شہوت وہ شہوت جسٹش اسکو پاگل بنا دیا تھا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے ہی احمق تھی اور احمق کو پاگل بنالینا کون سی بڑی بات ہے۔ جس پر تعجب ہو پھر شہوت جیسی چیز کا کسی کو پاگل کر دینا تو اور بھی تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ یہ تو وہ بلا کہ کہ دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے یہاں تک کہ بھیڑیا یا یوسف معلوم ہونے لگتا اور آگ نور معلوم ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو سراسر آگ ہیں اور آگ ہی کو دھونڈ رہی ہیں۔ یعنی خواہش نفس اور شہوت میں گرفتار ہیں مگر ان کو کچھ نہیں دکھلائے دیتا۔ اور وہ اپنے کو سراسر نور سمجھتے یعنی اپنے کو اچھا جانتے ہیں

در سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بہت اچھا کر رہے ہیں۔

اور عام لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں بحسن اس بندہ خدا کے جس کو حق سمجھتا ہے
جذب سے راہ پر لوٹا لادیں اور اس کی حالت بدل دیں۔ یہاں تک کہ وہ جان لے
کہ یہ آتش یعنی دوزخ میں پہنچانے والا خیال طریقت میں نہیں ہے اگر ہے تو محض عارضی
جو بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس خیال کو سلوک سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ حالت
اگر سالکین کو بمقتضائے بشریت پیش آتی ہے تو بہت جلد زائل ہو جاتی ہے۔

خیر! یہ مضمون تو استطراوی تھا۔ کہنا ہم کو یہ ہے کہ شہوت کا غلبہ بُری چیزوں کو
اچھی نظر کرتا ہے اسلئے شہوت سے زیادہ موانع راہ خدا میں کوئی چیز خطرناک نہیں ہے
اسٹن سینکڑوں نیک نامیوں کو بدنامیوں سے بدل دیا ہے اور لاکھوں عاقلوں کو متحیر کر دیا
جبکہ اسٹن گدھے کو لونڈی اور بی بی کے لیے۔ ایسا مرغوب بنا دیا۔ جیسا کہ زلیخا کے لیے یوسف
علیہ السلام۔ تو اب سمجھ سکتے ہو کہ جو حقیقت میں یوسف ہوگا اس کو کیا ظاہر کرے گی۔
اور جبکہ اس کا منتر تمہارے لیے گوہ کو شہد بنا دیتا ہے۔ تو اب تم خیال کر سکتے ہو کہ...
شہد کو کیا بنا دیگا۔

غرض کہ یہ نہایت ہی خطرناک شے ہے۔ اسے احتراز چاہیے۔ اب ہم اسکی تدبیر
بتلاتے ہیں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ شہوت کھانے سے پیدا ہوتی ہے پس تم کو کم کھانا
چاہیئے تاکہ مادہ منویہ کم پیدا ہو۔ اور شہوت کم ہو۔ لیکن اگر تم کسی وجہ سے ایسا نہیں
کر سکتے۔ تو پھر اس کی صورت یہ ہے کہ نکاح کرو۔ اور اس طرح اس شے سے بچو۔
کیونکہ جب تم کھاؤ گے تو اس سے مادہ منویہ پیدا ہوگا اور اسے شہوت کا غلبہ ہوگا اور وہ
تمہیں عورت کی طرف مائل کرے گا کیونکہ آمدنی کے لئے خرچ کی ضرورت ہے ایسی صورت میں
نکاح اس شیطانی شہوت کے لیے لاجول ولاقوۃ ہے پس تم نکاح کر لو۔ تاکہ یہ شیطان
تم کو مصیبت میں نہ ڈال دے اور تم اس کی شر سے محفوظ رہو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر تم کو

کھانے کا شوق ہے خواہ بضرورت یا بلا ضرورت تو فوراً شادی کرو۔ ورنہ ملی آئے گی اور دنبہ اڑا لے جائے گی۔ یعنی تمہارا کام خواب ہو جائے گا۔

دیکھو جو گدھا اُچھلتا کودتا ہو اس پر اس سے پیشتر ہی بھاری بوجھ لا دینا چاہیے کہ وہ اُچھل کود کر بوجھ کو گرادے۔ یوں ہی شہوت بھی نہایت خطرناک شے ہے اس کا پہلے ہی انتظام کر لینا چاہیے۔ خواہ یوں کہ کھانا کم کیا جائے۔ یا یوں کہ شادی کر لی جائے لیکن اگر شادی کا انتظام نہ ہو سکے تو شہوت کے پاس ہی نہ پھٹکنا چاہیے اور کھانا کم کرنا چاہیے دیکھو! اگر تم آگ کا کام نہیں جانتے تو باوجود اس علم کے کہ میں آگ کا کام نہیں جانتا اس کے پاس نہ پھٹکنا چاہیے کیونکہ اگر تم ہانڈی چولہے کا کام قاعدہ نہیں جانتے ہو اور پھر ہانڈی چولہا کر کے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آگ کے شعلے نہ ہانڈی کو چھوڑیں گے نہ سالن کو۔ بلکہ سب کو تباہ کر دیں گے۔ ہانڈی چولہے کے کام کے لیے ضرورت ہے کہ پانی پاس موجود ہو اور علم و عقل بھی ہو تاکہ جس وقت آگ تیز ہو۔ اور ہانڈی ابلنے لگے فوراً چھینٹا

دیکر جوش کو دبا دیا جائے اور ہانڈی کھد کھد پکتی رہے اور پک کر صحیح سالم اُتر آئے۔ یوں ہی آتش شہوت کے لیے ضرورت ہے کہ اس کے جوش کو کم کرنے کا سامان یعنی بیوی.... موجود ہو۔ تاکہ جموقت شہوت غلبہ کرے۔ فوراً جماعت سے اس کے جوش کو کم کر دیا جائے۔ نیز اگر تم لوہاری کا پیشہ نہیں جانتے ہو۔ تو اگر تم ایسی حالت میں آگ کے پاس جاؤ گے تو تمہاری ڈاڑھی اور بال جل جائیں گے ایسی حالت میں چاہیے کہ تم آگ سے الگ رہو۔ یہی حالت شہوت کی ہے کہ اگر تم اس کو قابو میں رکھنے پر قادر نہیں ہو۔ تو اس سے الگ رہو۔

خبر! یہ مضمون ارشاد ہی تو ختم ہوا۔ اب سُنو کہ اس عورت نے درازہ بند کر لیا۔ اور خوشی خوشی گدھے کو جماعت کے لئے کھیپنا۔ جس کا اس نے خمیازہ بھگتا تفصیل اسکی یہ ہے کہ وہ اس کی رسی پکڑ کر گھر میں لائی۔ اور اس کے نیچے اسی کرسی پر

چیت لیٹ گئی۔ جس پر اس کی ٹیٹھی کو لیٹے دیکھا تھا۔ تاکہ وہ بیوہ بھی اپنا مقصد حاصل کرے اور چیت لیٹ کر ٹانگیں اٹھا دیں۔ اس پر گدھے نے اس کے اندر دخول کر دیا۔ اس کا دخول کرنا تھا کہ اس کے اندر آگ لگ گئی۔ گدھے نے ذرا جھک کر خُصیوں تک بی بی کے اندر آ کر دیا اور وہ بی بی فوراً مر گئی۔ گدھے کے عضو تناسل کے صدر سے اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور آنتیں الگ الگ ہو گئیں۔ کرسی الگ گئی عورت الگ گری۔

غرض کہ عورت نے دم ہی نہ لیا اور فوراً جان دیدی۔ گھر کا صحن خون سے لال ہو گیا عورت الٹی ہو گئی اور مر گئی۔ اور موت کی سختی اس کی جان لے گئی۔ غرض کہ بڑی رسوائی کی موت ہوئی۔ کیونکہ آج تک نہیں سنا گیا کہ کوئی گدھے کے ذکر سے مرا ہو۔

اچھا بتلاؤ کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو گدھے کے ذکر سے شہید ہوا ہو۔ ہرگز نہیں۔ اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا پھر مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم اس عورت کی حالت سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ حق سبحانہ اپنے فرماؤں کو رسوائی کا عذاب دیتے ہیں جو نہایت سخت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

رِيْحًا صَرَصًا فِيْ اَيَّامٍ يَّخْسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يَنْصُرُوْنَہ پس تم ایسی شرمناک حالت میں جان نہ دو۔ یعنی معصیت سے بچو تاکہ تم ایسی شرمناک حالت میں جان دینے سے محفوظ رہو۔ دیکھو نفس شہوانی ایک گدھا ہے اس کے نیچے آ جانا اور اس کا مغلوب ہو جانا

خر معروف کے نیچے آنے سے زیادہ شرمناک بات ہے کیونکہ گدھے کے نیچے پڑنے میں عار کا منشا انسان کی شرافت اور گدھے کی خست و ذنات ہے اور خست و ذنات نفس میں گدھے سے زیادہ ہے کیونکہ گدھے کی خست اور ذنات کی جو وجہ بھی بتائی جائے گی وہ نفس میں بدرجہ اعلیٰ موجود ہوگی۔ پس نفس گدھے سے زیادہ اخس و اذلیل ہوگا اور اس کے نیچے پڑنا زیادہ موجب شرم ہوگا۔ پس اگر تم خودی کے سبب نفس کے لیے جان دیدو کہ مجھ کو

فی الحقیقت تم اس عورت کی مثل ہو۔

دیکھو! قیامت میں نفس کو گدھے کی صورت میں محسوس کیا جائے گا کیونکہ وہاں صورتیں خصائل کے موافق عطا کی جائیں گی اور نفس خصائل میں گدھے سے زیادہ ملتا ہے اسلئے اس کا حشر گدھے کی صورت میں ہوگا۔ یہ معنی میں قیامت میں اظہارِ بواطن کے پس خدا کے لیے اور پھر خدا کے لیے اس گدھے کے مانند نفس بھاگو اور اس کے نیچے نہ آؤ اور اس مغلوب نہ ہو کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ نہایت شرم کی بات ہے اور عار ایسی برسی چیمز ہے کہ کفار نے عار کو نار پر ترجیح دی تھی۔

چنانچہ جب حق سبحانہ نے انکو آگ کی دھکی دی تو انہوں نے کہا کہ اختونا النار علی العار یعنی ہم ننگ کے مقابلہ میں آگ کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حق سبحانہ نے فرمایا کہ عار سے بچنے کے لیے آتش دوزخ کو اختیار کرنا تمہاری غلطی۔ کیونکہ اسکی رسوائی تمام رسوائیوں سے بڑھی ہوئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ۔ بس یہ ننگ ہے بچنا۔ بلکہ چھوٹے ننگ سے بچکر بڑی کو اختیار کرنا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ آتش دوزخ یوں ہی تمام عاروں سے بڑھ کر جیسے وہ آتش

شہوت جس اس عورت کا خاتمہ کر دیا۔ پس تم نفس کی ماتحتی کی عار اور آتش دوزخ کی رسوائی دونوں کو کیوں گوارا کرتے ہیں۔

اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ خاتون کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص حرص سے کام لیا اور اپنے حرص کے سبب لقمہ اندازہ کے موافق نہ کھایا لہذا وہ لقمہ گلے میں اٹک گیا اور سبب مرگ بن گیا۔ اس کے بعد پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرص لوگو! تم بھی لقمہ اندازہ کے موافق کھاؤ۔ خواہ وہ لقمہ حلوا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی قضائے شہوات استیغفلے لذات قانون شرعی کے موافق کرو۔ اور اس طرح نہ کرو کہ وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ تم قرآن میں سورۃ حمل پڑھو اور اس میں دیکھو

کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ - یعنی حق سبحانہ نے ترازو قائم کی ہے جو تم کو ایک شے کی حجامہ اس کا اندازہ بتاتی ہے - تاکہ تم اندازہ میں حد نہ بڑھ جاؤ اور وہ میزان قانون شریعت ہے - پس تم اپنے حرص سے اس میزان کو نہ چھوڑو اور حرص سے کام نہ لو - کیونکہ حرص تمہاری دشمن اور گمراہ کنندہ ہے - حرص تو کل چاہتی ہے - مگر اسکی ہاتھ سے کل نکل جاتا ہے اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا پس تم اسے چھوڑو - کیونکہ یہ اُمّ الذمائم اور اُس الخفینات ہے -

اسکی بعد پھر اسل نصہ کی طرف عود کرتے ہیں - اور فرماتے ہیں لَوْنُ ذِي خَالَتَيْنِ رخصت ہو - ہی مٹی اور بزبان حال کہہ ہی مٹی کہ اے خاتون! تو نے غضب کیا کہ استاد کو زائد کر دیا تو بدوں استاد کے کام کریگی - اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حماقت سے جان کھودیگی - اے وہ خاتون جس نے مجھ سے علم ناتمام اڑا لیا ہے تجھے عار آئی - کہ اس پھندے کا حال مجھ سے تحقیق کرے - اچھا اس کا نتیجہ دیکھنا -

یہاں سے پھر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک جانور دانہ کے خرمن سے دانہ نہیں چُنتا - اُس وقت تک اسکی گلے میں رستی بھی نہیں پڑتی اسکی ہلاکت کا باعث اسکی بے احتیاطی ہوتی ہے پس ہم کہتے ہیں کہ تم غذا کو چھوڑو

اور اس قدر اصلاح جسم کی فکر نہ کرو - یہ مانا کہ قرآن میں حکم کُلُوا موجود ہے مگر اس میں لَا تَشْبَعُوا بھی ہے جسکی معنی یہ ہیں کہ اندازہ کو ملحوظ رکھو اور حد سے نہ بڑھو اور احتیاط کو مدنظر رکھو! اور بے احتیاطی نہ کرو - تاکہ تم دانہ بھی کھاؤ - اور جال میں بھی نہ پھنسو - یعنی تم کو غذا بھی مل جائے اور تم اسکی مضرت سے بھی محفوظ رہو - اور یہ بات دو چیزوں سے حاصل ہو سکتی ہے اول علم مضار دوم قناعت: پس اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے تم کو ان دونوں کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے -

دیکھو! جو عاقل ہیں وہ دنیا میں نعمتیں کھاتے ہیں - مگر غم نہیں کھاتے یعنی چونکہ قانع

ہوتے ہیں اسلئے جو کچھ ان کو بل جاتا ہے بشرطیکہ اس میں مضرت نہ ہو۔ اسکو کھاتے ہیں اور اشیاء مضرت کی حرص نہیں کرتے۔ اس طرح وہ نعمائے البتہ سے متمتع ہوتے ہیں اور کوئی مضرت دینی انکو لاحق نہیں ہوتی۔ — برخلاف امحقول کے کہ وہ حرص ہیں اور مضرت اور غیر مضرت میں تمیز نہیں کرتے۔ اسلئے جو کچھ ملتا ہے کھا لیتے ہیں اور اس طرح آخری نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور کچھ ملتے ہیں ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ سب گلے میں پسند اڑنے والا تھا تو ان پر سرام تھا کہ وہ دانہ کھاتے — دیکھو عاقل جانور جال میں سے دانہ نہیں کھاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر وہ اس دانہ کو کھالے گا تو وہ اسکے حق میں نہ ہر ہو جائے گا یعنی اسکی جان لے لیگا۔ ہاں جو جانور غافل ہوتا ہے وہ جال میں سے دانہ کھا لیتا ہے جس طرح کہ دام دنیا میں سے عوام غذائیں کھاتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

ہاں! جو لوگ عاقل جانوروں کے مشابہ ہیں یعنی اہل اللہ انہوں نے اپنے کو دام دنیا سے دانہ کھانے کو بالکل رد کیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس دام دنیا اور اس کی غذاؤں میں بہت سے زہریلے بوئے ہیں جو کہ حیات روحانی کو سلب کر نیوالے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ نہایت ہی اندھے ہیں وہ جانور جو جال میں سے دانہ کھانا چاہیں۔ کیونکہ وہ ذرا سی قوت کے لیے جان دینا گوارا کرتے ہیں جس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ بھی لذات فانیہ دنیویہ کے لئے موت روحانیہ کو گوارا کرتے ہیں اور نعمائے آخریہ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانا۔ قبول کرتے ہیں۔ ایک دفعہ تو احمق جانور اور زیرک جانوروں کے درمیان یہ تھا کہ جو بیان کیا گیا کہ عاقل جانور محتاط ہوتے ہیں اور احمق بے احتیاط۔ اب دوسرا فرق سمجھو۔ شکاری جب شکار کرتا ہے تو اسکی جال میں جس طرح احمق جانور پھنستے ہیں۔ یوں ہی کبھی کبھی بقضائی الہی عاقل جانور بھی پھنس جاتے ہیں پس شکاری اُن کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے کہ احمقوں کا تو سر کاٹا ہے اور عاقلوں کو اپنی مجلس میں لے جاتا ہے اور اپنی مجلس کو ان سے رشتہ

دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ احمقوں کا گوشت کام آتا ہے اور عاقلوں کی آواز اور ان کا
 نالہ اور خوشی غم مطلوب ہے جیسے بلبیل وغیرہ — یوں ہی حق سبحانہ بھی لوگوں کے
 ساتھ مختلف برتاؤ کرتے ہیں اور جو لوگ حماقت سے دنیا میں گرفتار ہوتے ہیں انکو مقہور
 کرتے ہیں۔ اور جو لوگ عقل معاد رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس جال میں پھنسے سے قراز
 کرتے ہیں اور بائیں ہمہ کبھی بقضائے الہی اس میں پھنس جاتے ہیں تو ان کے جرم کو معاف
 فرماتے ہیں اور انکو اپنے تقرب سے سرفراز فرماتے ہیں۔

خیں یہ ارشادی مضمون تو ختم ہوا۔ اب اصل قصہ سنو! الغرض وہ لونڈی اس
 کام سے واپس آئی اور شگاف در سے جھانک کر دیکھا کہ خاتون گدھے کے نیچے مری پڑی ہے
 یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ اے احمق بی بی! یہ کیا حرکت تھی اگر استاد نے تجھے ایک صورت دکھائی تھی
 تو تو نے صرف اس کا ظاہر دیکھا تھا۔ مگر اس کا راز تجھ سے مخفی تھا لیکن تو نے سمجھ لیا کہ
 بس یہ ہی ہے اور کچھ نہیں۔ اور یہ سمجھ کر بدوں استاد بنے تو نے دوکان کھول لی۔ تو نے
 گدھے کے شہد اور حلوی کی مانند خریدار ذکر کو تو دیکھا اس کدو کو کیوں نہ دیکھا جس
 تیری جان بچی رہتی۔

معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کے عشق میں تیری حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کوئی استغراق
 میں ہو۔ اس لئے وہ کدو تیری نظر سے مخفی ہو گیا۔ افسوس! کہ تو نے استاد کی ظاہری فعل
 دیکھ لیا اور خوش خوش استاد بن بیٹھی۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا۔

یہاں سے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
 بہت دھوکا باز اور احمق لوگ ہیں۔ جنہوں نے اہل اللہ کے طریق سے سوائے اُوئی لباس کے
 اور کچھ نہیں دیکھا۔ اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ذرا سا فن سیکھ کر دلیر بن گئے ہیں اور
 اہل اللہ سے انہوں نے صرف باتیں بنانا اور دعویٰ کزنا سیکھا ہے اور کچھ نہیں سیکھا یہ تو
 ان کی حالت ہے اس پر طریق ان کا یہ ہے کہ ہر ایک ہاتھ میں لٹھی لئے ہوئے موسیٰ ہونے

کا مدعی ہے اور احمقوں پر فخر چھوکتا ہے اور کہتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں خیر اور اجل سازو!
یہاں جو چاہو کر لو۔ لیکن اُس روز تمہیں حقیقت معلوم ہوگی جس روز امتحان کی کسوٹی تم
سے سچوں کی سی سچائی کی طالب ہوگی اور کہے گی کہ تم اہل اللہ اور شیخ ہونے کے مدعی تھے
اب تم دکھاؤ کہ تم میں ان کی سی سچائی کہاں ہے۔

ارے احمقو! کیوں فریب کرتے ہو۔ جس قدر تم نے اہل اللہ سے حاصل کیا ہے وہ
تو حاصل ہو ہی گیا جو رہ گیا ہے وہ بھی حاصل کر لو۔ اور اصلی شیخ بن جاؤ۔ تم حرص جانا نہ کرو۔
کیونکہ جتنے جریص ہیں سب اندھے اور گونگے ہیں نہ ان کو حق دکھائی دیتا ہے اور نہ حق ان کی
زبان سے نکلتا ہے۔ دیکھو! اگر کل جاہ طلب کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ بھی نہ ملے گا
کیونکہ رئیس لوگ جو کہ بمنزلہ بکریوں کے گملہ کے ہیں شیاطین کا شکار ہیں جو کہ ان کے لیے بمنزلہ
بھیرلوں کے ہیں۔ اور وہ شیاطین انکو ہلاک کر دیتے ہیں پھر جس جگہ وہ حرص کے
سبب وہ خود ہی برباد ہو جاتے ہیں تو انکو کیا حاصل ہو سکتا ہے لہذا ہمارا یہ کہنا صحیح
ہے کہ جملہ جستی باز ماندی از ہمہ۔ اے تو نے اہل اللہ کے کلام کی صورت یعنی اس کے
الفاظ سن لیے اور تو نقال بن گیا۔ حالانکہ تجھے طوطیوں کی طرح یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا
کہتا ہوں۔



تمثیل تلقین شیخ مریدان را وسیعیر امت را کایشان قضا

شیخ کی مریدوں کو اور وسیعیر امت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے
تلقین حق تعالیٰ ندارند و با حق الفت ندارند چنانکہ طوطی

تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے انہیں مناسبت نہیں جو عیساکر طوطی
باصورت آدمی الفت ندارد کہ ازو تلقین تواند گرفت حق

آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی جو کہ اس سے تلقین حاصل کر کے اللہ
تعالیٰ شیخ را چون آئینہ پیش مرید محو طوطی دارد و از پس

تعالیٰ شیخ مرید مرید آئینہ کی طرح طوطی سے مرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے
آئینہ تلقین میکند قول عز وجل لا یخلف بہ لسانہ لیقولنہم

تلقین کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ بلائے تاکہ اس آدمی پر ملے کریں

ان هو الا قحیٰ یوحیٰ این ست ابتدائے مسئلہ

نہیں ہے وہ مگر وہی جو بھیجی جاتی ہے اس مسئلہ کی سر ابتدا ہے
بے منتہا چنانکہ منقار جنبا نیدن طوطی اندرون آئینہ خیاں

جس کی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چوٹ ملنا جس کو تو عکس
میخوانی بے اختیار و تصرف اوست عکس خواندن طوطی

کہتا ہے اس کے اختیار اور تصرف کے بغیر وہ بے باہر والی طوطی کے پڑھنے کا
بیرونی کہ متعلم است نہ عکس آن معلم کہیں آئینہ ست

عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اس سیکھانے والے کا عکس ہے چنانچہ کے پیچھے ہے
لیکن خواندن طوطی بیرونی تصرف آن معلم ست پس

سیکھ بے باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو
ایں مثال آمدنہ مثل

طوطی در آئینہ می بیند او عکس خود را پیش او آورد و رو

آئینہ طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے اپنے عکس کو کہ وہ اس کے سامنے نہ کئے ہوئے جو
در پس آئینہ آن است انہاں

آئینہ کے پیچھے وہ استاد جہاں ہوا ہے
طوطیک پنداشت کہ گفت

طوطی سمجھتی ہے کہ یہ جیسی آواز اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

مثال تمثیل طوطی کو جب

سکھایا جاتا ہے تو اسکا طریقہ

یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے

بالقابل کر دیا جاتا ہے اور

استاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر

بولنا شروع کرتا ہے آئینہ

کے سامنے کی طوطی سمجھتی ہے

کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو

آئینہ میں اسکو نظر آ رہی ہے

جو خود اسکا عکس ہی ہے

لہذا وہ اسکو اپنی ہم جنس

سمجھ کر اس سے بولنا سکھ

لتی ہے یہی حال اللہ تعالیٰ

اور ہی اور ہی کے مسطوروں کا

ہے یہی سب آئینہ والے نفس

پس ز جنس خویش آموزد سخن

تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتا ہے

از پس آئینہ می آموزد خش

وہ آئینہ کے چھپے سے اُس کو سکھا دیتا ہے

گفت را آموخت زان مرد پنهان

اُس پنهان انسان سے اُس نے بات سیکھ لی

از بشر گرفت منطق یک بیک

اُس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی

پیمچاں در آئینہ جسم ولی

اسی مسدود دل کے جسم کے آئینہ میں

از پس آئینہ عقل گل را

آئینہ کے چھپے سے عقل گل کو

اوگماں دارد کہ میگوید بشر

وہ غیبیاں کرتا ہے مگر انسان کہہ رہا ہے

حرف آموزد و لے بشر قدیم

وہ حروف سیکھ جاتا ہے سیکھ قدیم راز

ہم صغیر مرغ آموزند خلق

لوگ پرندوں کی بول سیکھ پیتے ہیں

لیک از معنی مُرفاں بیخبر

لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں

حرف در ویشاں بے آموختند

بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں

یا بجز آن حرف شاں دوزی نَبُو

یا تو ان کا مقصد حروف کے سوا کچھ نہیں ہے

بیخبر از مکر آں گزگت کہن

اس پرانے بیڑے کی تدبیر سے بے خبر ہے

ورنہ ناموزد جز از جنس خودش

ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوا کچھ نہ سیکھے

لیک از معنی و بشرش بے خبر

لیکن اُس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر جزاں چہ داند طوطیک

انسان سے اس کے سوا طوطی کیا جانے

خویش را بیند مرید مُتلی

(خامی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے

کے بیند وقت گفت ماجرا

کب دیکھ سکتا ہے گفتگو اور قصہ کے وقت

واں دگر بترست اُوزاں بیخبر

وہ دوسرا پرستیدہ ہے اور وہ بھی بے خبر ہے

می نداء طوطیت او یا ندیکم

نہیں جانتا ہے کہ وہ دیکھتا ہے (طوطی کی دہائی)

کایں سخن اندر دہاں قناد خلق

کیونکہ یہ بول اُن کے انھما و خلق میں آجاتی ہے

جز سلیمان نبی خوش نظر

سوائے حضرت سلیمان نبی کے جن کی کچھ خوب تھی

منبر و محفل بڈاں افر وختند

اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھاتی ہے

یا در آخر رحمت آدرہ نمود

یا انھما کار اللہ کی رحمت اگر بنائی کر دیتی ہے

لے جتناں اعلیٰ مرید و راقی

جتناں سے کوشش اور زہد کی چیزیں

ہے اور اُس سے جتناں سے اور سکھتا

عقل گل از قشائی کو نہیں دیکھتا

ہے جو اصل میں نَبو ہے۔

لکھ آو مرید و راقی جتناں سے کوشش

اور کی کہ رہا ہے اس راز سے وہ

بیخبر جزاں کہہ کر دہاں میں سے

ان قشائی کو رہا ہے جوت کی

کی بات نہیں لیتا ہے لیکن میں اسلام

نہیں پڑتا ہے کہ سناوے والا ہی ہے

جو کز راقی کے کس کے ہے والا قشائی

ہے جو جزاں اُس سامنے کے ہے جو

آئینہ کے چھپے سے بولتا ہے۔

لکھ جتنی جتنی انسان پرندوں کی

بولی دہاں دیکھتا ہے لیکن میں نبی

کے معنی جو پرندہ مراد دیتے ہیں ان سے

لازم ہوتا ہے جوت درویشاں اسی

طرح بہت سے انسان کا پس کی نقل

اندہ سے لگتے ہیں یا بجز یہ نقل کی

نقل ہی رہی ہے اور کچھ کیفیت

کے درہاں بھی کرتی ہے۔

لکھ صاحبہ نے ایک

بزرگ تنہائی میں پتہ کسی

کر رہے تھے انھوں نے خواب

میں دیکھا کہ ایک حادثہ

ہے اور اُس کے ساتھ میں

پہنچے ہوئے ہے میں جن

تہ اُن کو توبہ ہوا اور

سوچنے لگے کہ یہ میں جن

کے بھرنے میں کیا حکمت

نے تو مای کر کہ اُس نکت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اُسے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرما دے
خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ یہیٹ کے اندر ان کے لئے بچوں کا ہوسکتا تھا وہی یہ اُن کی ہفت زنی
کی مثال ہے جس سے نہ خدا اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ اورسوں کو

شرح

ادپر چونکہ مولانا نے مقلد نقال کو طوطی سے تشبیہ دی تھی اسلئے
اب طوطی کی حالت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ طوطی آئینہ کے
اندراپنے عکس کو اپنی طرف متوجہ دیکھتی ہے اور آئینہ کے پیچھے استاد اور معلم چھپا ہوا تھا
اور وہ ادیب خوش کلام آئینہ کے پیچھے سے گفتگو کرتا ہے یہ طوطی سمجھتی ہے کہ یہ آہستہ
گفتگو اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ میں ہے اسلئے وہ اپنی جنس سے گفتگو
سیکھ لیتی ہے اور اس معلم کی تدبیر سے ناواقف ہوتی ہے۔ وہ استاد اسکو آئینہ
کے پیچھے بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے ورنہ وہ اسکی تعلیم حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ اسکو صرف اس کا
ہجنس ہی تعلیم دے سکتا ہے یہ راز ہے آئینہ کو اسکی سننے رکھنے اور خود اسکی پیچھے
بیٹھنے کا۔ خیر اس طرح وہ طوطی اس استاد کا ل سے بولنا سیکھ لیتی ہے مگر اس گفتگو
کے معنی اور حقیقت سے واقف نہیں ہوتی۔ وہ طوطی آدمی کی ایک ایک بولی سیکھ لیتی
ہے مگر اسکو آدمی کا اس زیادہ علم نہیں ہوتا۔ پس سے سی حالت اس مقلد نقال کی بھی
کہ جس طرح طوطی آئینہ میں اپنا عکس دیکھتی ہے اور اپنے زعم میں اسکی تعلیم حاصل کرتی
ہے یوں ہی وہ خودی سے پررمد آئینہ جسم شیخ میں اپنے کو دیکھتا ہے — یعنی وہ بزعم
خود معلم کو اپنا ہم جنس سمجھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔
اور وقت تعلیم وہ عقل کل یعنی حق سبحانہ کو جو حقیقہ معلم میں اس آئینہ کے پیچھے نہیں
دیکھ سکتا۔ اسلئے وہ سمجھتا ہے کہ آدمی بول رہا ہے۔ حالانکہ دوسرا جو اصل میں معلم ہے اس
سے معنی ہوتا ہے اور اسکو اس کی خبر نہیں ہوتی اور وہ گفتگو سیکھ لیتا ہے مگر وہ حق سبحانہ
کو جو کہ اس پردہ میں اس کو تعلیم دیتے ہیں نہیں سمجھتا اور وہ نہیں جانتا کہ معلم میرا ہم جنس ہے
جو محسوس یاد دوسرا جو اس ساتھ اور مخفی ہے۔

غرض کہ وہ شیخ کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے اور اسکے نزدیک اس کا کمال صرف وہ الفاظ
ہی ہوتے ہیں۔ جس کو وہ سیکھتا ہے۔ اس تشبیہ کی تفصیل تو ختم ہوئی — اب دہری

تشبیہ سنا، مقلد نقال کی ایسی مثال ہے جیسے وہ لوگ جو جانوروں کی بولی سیکھ لیتے ہیں۔ سو آدمی جانوروں کی بولی تو سیکھ لیتے ہیں کیونکہ وہ ایک بات ہوتی ہے جو اس کی زبان اور حلق میں پیدا ہوتی ہے۔ جس کے سیکھ لینے میں کوئی دشواری نہیں لیکن وہ لوگ جانوروں کے مقصود اور اس کی باطنی حالت کا واقف ہوتی ہے بجز سیلیمان علیہ السلام کے کہ وہ باطن مرغان کو بھی جانتے ہیں یوں ہی بہت سے لوگ اہل اللہ سے گفتگو سیکھ لیتے ہیں اور اس کی محبت اور محفل کو رونق دیتے ہیں مگر اہل اللہ کے باطن کی انکو خبر نہیں ہوتی بجز اہل کمال کے۔ اس حالت میں ان کا انجام یا تو یہ ہوتا ہے کہ صرف تعالیٰ ہی میں مرجلتے ہیں اور بجز الفاظ کے ان کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا۔ یا آخر بہ برکت نقل رحمت الہی ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی رہنمائی کرتی ہے اور وہ خال ان کا حال ہو جاتا ہے [فائدہ: اس معلوم ہوا کہ خود نقل صلحا بھی مفید ہے لیکن اگر نیت صحیحہ ہو تو اس کے فائدہ کی توقع اغلب ہے ورنہ صرف محفل واللہ اعلم]

صاحب دل درجہ خواب دید کہ سنگے حاملہ در شکم آن بچگاں
 ایک صاحب دل نے پل میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ ہے اس کے پیٹ
 بانگ میکر دند در تعجب ماند کہ حکمت بانگ سنگ پاسبانی
 میں بچے ہو کر رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ نئے کے بچے کا کاندہ بکھیاں ہے
 ست بانگ در اندرون شکم مادر بے پاسبانی ست و نیز
 اور ان کے پیٹ میں ہو کر گھبراہٹ میں تھے اور آواز دہا جانے اور
 بانگ جہت یاری خواستن شیر خواستن باشد وغیرہ در شکم
 در دماغ کے لئے بھی ہوتی ہے اور ان کے پیٹ میں ان میں سے کوئی
 مادر بچکدام از نہایت چون خوش آمد ب حضرت حق مناجا
 بھی (مقصود) جیسی ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی
 کرد و ما یعلم تا ویدلہ إلا اللہ جواب آمد کہ اس صورت
 اور بجز اللہ کے کسی کا علم نہیں جانتا ہے۔ جواب آیا کہیں صورت حال

خود آدمی ہے نئے خلقت
 اور پاسبانی کے لئے بچے
 میں ان کے پیٹ میں ہو گئے
 سے یہ فائدہ نہیں ہے نہ بچے
 کے رونے میں وہ کے لئے یا
 اور وہ کے لئے فائدہ ہوتی ہے
 ... جیسا نہیں ہے بچوں

حال قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامده و چشم دل باز نشده
 اس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلتی کہ آنکھ نہیں کھلتی ہے
 ودعوائی بصیرت کنند و مقالات گویند از ان زایشاں را
 اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اس کو
 قوت یاری و نہ شمع اراہایت و رشد میرسد
 کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ نئے دلوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

در سہ مادہ سگے بد حالہ
 راستہ میں ایک مادہ گھٹیا
 سگ پچہ اندر شکم بدنا پدید
 کٹنے کے لئے پیٹ میں چبے ہوئے تھے
 سگ پچہ اندر شکم چوں دُرُدا
 کٹنے کے لئے پیٹ میں کیوں بوجھے ؟

یہ سچ کس دیدست اہل اندر جہاں
 کس نے دنیا میں دیکھا ہے ؟
 حیرت اُو و مبدم میگشت بیش
 اس کی حیرت کو بولہ بولہ بڑھ رہی تھی

جُز کہ در گاہ خدای عز و جل
 سوائے خدا کے عزوجل کی دعا کے
 در چلہ و اماندہ ام از ذکر تو
 چلے میں تیرے ذکر سے قافلہ ہو رہا ہوں

در حدیقہ ذکر و سیستان شوم
 ایک حدیقہ ذکر و سیستان شوم
 کاں مثالے داں زلاف جاہلاں
 کہ اس کو جاہلوں کے شیخی گمانے کی مثال سمجھو

چشم بستہ بیہمدہ گویاں شدہ
 آنکھیں بند کئے ہوئے گمانے کرتے ہیں
 نے شکار انگیز و نے شب پابا
 ز شکار نکالے وہ ہے اور دہات کا محافظ ہے

دُرُدا نایدہ کہ منع اُو شود
 اس نے دُرُدا کو نہیں دیکھا کہ اس کی روک تھام ہو

آں یکے می دید خواب اندر چلہ
 ایک شخص نے چلے میں خواب میں دیکھا
 ناگہاں آواز سگ پچکاں شنید
 اس نے اچانک کٹنے کے پڑن کو بول کر کہنا سنا
 پس عجب آمد و رازاں بانگہا
 اسی کو آوازوں سے تعجب ہوا

سگ پچہ اندر شکم ناکر کُناں
 کٹنے کے بعد کہ اس کے پیٹ کے اندر طبقہ تھے
 چون بخت از واقعہ آمد بخوش
 جب وہ خواب سے بیدار ہوا، خوش میں آیا

در چلہ کس نے کرگرد عقدہ حل
 چلے میں کوئی نہیں تھا کہ عقدہ حل ہو
 گفت یارب زین نیکال گفتمو
 اس نے کہا اے اللہ! اس نیکال اور گفتگو کی وجہ سے

پیر من بکشای تا پیراں شوم
 میرے پیر کو اپنے پیر سے بڑھ کر شوم
 آمدش آواز با لُف دُرُداں
 اس کی آواز بھی فرشتہ کی آواز آئی

کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ
 جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلتے ہیں
 بانگ سگ اندر شکم باشد بیاں
 کٹنے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے

گُرُگ نایدہ کہ دفع اُو بُود
 جس نے گُرُگ کو نہیں دیکھا کہ اس کا دفع ہو

لے تھو۔ چڑکشی جزئیات
 میں ہوتی ہے بانگہا یعنی
 کٹنے کے پڑن کی آواز کے
 پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز
 ۱۵ آوازوں سے کہتے ہیں
 واقعہ یعنی خواب واقعہ میں
 میں گروہ کھل جائے معاملہ
 حل ہو جائے۔ گفت میں
 صاحب دل نے خدا سے
 و من کیا میں اس فکر میں تیرے
 بارے میں غافل ہو رہا ہوں۔
 بلکہ بخت نہیں آواز دہاں
 کٹنے کے پڑن کا پیٹ میں
 بھونکنا جاہلوں کی لافانی
 کی مثال ہے۔ بانگ کٹنے
 کے پڑن کا پیٹ میں بھونکنا
 بیکار ہے۔ نہ تو اس سے
 یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار
 جھادی میں سے صحرانہ کرے
 اور شکاری اس کا شکار کرے
 نہ چروہ کو بھانے کے لئے ہے۔

از بخور صبی وز هوای نروری
 جس اور سردار کی خواہش کی وجہ سے
 از جوایں مشتری و گرم دار
 جسے راہ درست کی خواہش کی وجہ سے
 نادیدہ نشا نہا میدید
 چاند بود بچہ بغیر نشانیاں بتاتا ہے
 از برائے مشتری در وصف ما
 چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لئے
 مشتری نادیدہ گوید صد نشان
 خریدار کو بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
 مشتری کو سود دار خود کیست
 جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے
 از هوای مشتری بے شکوہ
 بے حقیقت خریدار کی خواہش میں
 مشتری ماست الله اشتری
 ہمارا خریدار! اللہ جسے خرید دیا ہے
 مشتری جو کہ جوایں تو است
 اس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جوایں ہے
 ہیں کش ہر مشتری را تو بدست
 خریدار! ہر خریدار کو تو بدست سے سمجھ
 زوئیابی سود مایہ گر خسرو
 اگر وہ بوی کی خریدے گا تو اس نامہ میں ذکر کیا
 نیست اورا خود بہائے نیم نعل
 خود اس کی قیمت آدمی نعل کی نہیں ہے
 حرص کورت کرد و محرومست گند
 لالچ نے چھ اندھا کر دیا اور محروم کرے گا
 ہچمخاں کا صاحب فین قوم لوط
 جس طرح اصحاب فین اور لوط کی قوم کر

در نظر گند و ملافیدن جری
 نظر میں گند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہو
 بے بصیرت پانہادہ در فشار
 بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے
 روشنائی را بڈاں کثری نہند
 اس کے لئے روشنائی کو بغیر عارضہ سے
 صد نشان نادیدہ گوید بہر جا
 مرتبہ کی فائدہ بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
 ترا خاید و دغ نوشد کف زنا
 بکواس کرتا ہے تا لیاں بھانے میں معاج پیتا ہے
 یک ایشان را در ایوب کیست
 یقین آئی کہ اس میں شک و شبہ ہے
 مشتری را بادادند ایں گروہ
 اس جماعت نے خسرو دار کو کھو دیا ہے
 از غم ہر مشتری ہیں بر تر آ
 ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ
 عالم آغاز و پایان تو است
 تیرے آغاز اور انجام کا جاکار ہے
 عشق بازی باد و مشوق بدست
 دو مشوقوں سے مشق بازی بڑی ہے
 نبووش خود قیمت عقل خرد
 اس کے پاس نہ تیری عقل اللہ کی قیمت ہی نہیں
 تو برو عرضہ کنی یا قوت و نعل
 تو اس کی یا قوت اور نعل کو کھار دے گا
 دیو ہچمچوں خویش مر جو مست گند
 شیطان تجھے اپنی طرح مستگار بنادے گا
 کرد شاں مر جویم چوں خود آں سخط
 اس منصف نے اپنی طرح مستگار بنادیا

لالچ اور سرداری کی خواہش
 میں بہ حالت ہولی ہے کہ اس
 کی نظر کو گند ہو جاتا ہے اور
 وہ پیش بکواس کرنے میں جری ہو
 جاکا ہے اگر تار دوست
 نشان بکواس، آہ یعنی ذات
 حق کے شاہد کے بغیر اس
 کی سیکڑوں نشانیاں بیان
 کرتا ہے اور اپنے خیالی
 عطا رہائی کتابے میں جری
 وہ خریدار کو کس شام کو بکواس
 شروع کر دیتا ہے، وضع
 مستی ظاہر کرنے لگتا، دفع
 و شر یعنی چھائی کر دیتا
 مستی ظاہر کرتا ہے۔
 مشتری کو ایک مومن
 یا خریدار و اصل اللہ تعالیٰ ہے
 قرآن پاک میں ہے، ان الله
 اشتری من المؤمنین
 ابنتهم، اللہ تعالیٰ نے
 مومنوں سے ان کی جائیں
 خرید لی ہیں، اقرب لہذا
 ایک مومن کو کس اور خریدار
 کی نگر میں بڑا چاہا ہے، جو ان
 اللہ تعالیٰ تیرا جواں چارہ
 دے تیرے کام، آہ ذکر جانا
 ہے۔
 اللہ بدست دشمن
 ہم خدا ہی دہم نہیں کیا
 ہیں خیالت حالت جنوں
 لڑا۔ اگر خدا کے علاوہ کوئی
 خریدار ہے تو اس سے
 تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا
 خریدار کے پاس تجھے خریدنے
 کی قیمت کہاں سے نہت
 وہ خود رو کر دی کا ہے اس
 پر اپنی عقل و فہم کے صلہ
 یا قوت کو پیش کرنا نادانی
 ہے۔

۱۵ حصہ۔ لاچار انسان کو
اندھا کر دیتا ہے۔ مہر م۔
سنگار۔ آسمان میں۔ ابرا
کا مکر میں نے خازن کو
ڈھانے کے لئے چرخائی کا تھی۔
سحر و معجزہ میں شیطان۔
تاکہ جو شخص اذیتاں سے
روگردانی کرتا ہے وہ بڑا
پرہیزگار ہے اور تباہ ہو
جاتا ہے۔

مشتري را صابراں درياقتند
صابر لوگوں نے محسوس کیا کہ صابر ہے
واں کہ گردانید روزان مشتري
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا
ماند حسرت بر خريصاں تا ابد
لاچوروں کو ہمیشہ حسرت رہی
چوں سوي ہر مشتري نشاقتند
کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دیکھتے
نخت و اقبال و بقا زوشد ببری
نصیب اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہو گئے
ہمچو حال اہل ضر وائل در خسد
جس طرح صدمہ میں ضروران والوں کا حال

شرح

یہاں سے مولانا نقال مقلد ص کی تیسری تمثیل بیان فرماتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ ایک شخص نے چلہ کشی کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ ایک
کاڑوں میں ایک گتیا حاملہ ہے اور اس کے بچے اُس کے پیٹ میں بول رہے ہیں اس شخص
نے خواب میں یکایک اس کی آواز سنی حالانکہ وہ پردہ شکم میں ستور تھے اُن کی آواز میں سنگم
اُس کو تعجب ہوا اور اس شخص نے بچوں کے اندر بولنا کیوں شروع کیا اس کا کیا سبب ہے
بچوں کو گتیا کے پیٹ میں بولتے تو دنیا بھر میں کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر یہ کیا بات ہے
جب وہ بیدار ہوا اس کی حیرت و مبہم بڑھنے لگی۔ چلہ میں بجائے خدا کے عروجل کے کوئی
شخص نہ تھا۔ جس سے یہ عقدہ حل ہو جائے اس لئے اس شخص حق سبحانہ کی جناب میں التجا کی اور کہا
کہ اے اللہ! اس بول چال کے متعلق جو مجھے اشکال ہے اس میں چلہ میں تیری یاد سے رک
گیا ہوں۔ کیونکہ میری طبیعت میں الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ اور میں اس اشکال میں مصروف اور
مشغول ہو گیا ہوں پس تو میرے پرکھول دے اور اس عقدہ کو حل کر دے تاکہ میں اُڑوں
اور تیری یاد کے باغ اور سیستان میں جاؤں یعنی تیری یاد میں مشغول ہوں۔ جب اس نے
یہ دعا کی تو ملائف غیبی نے آواز دی اور کہا کہ یہ ان جاہلوں کی حالت کی تمثیل ہے جو جواب اور
پردہ ناسوت سے ہنوز نہیں نکلے اور آنکھ بند کئے بے ہودہ لفاظی کرنے اور حقائق
معارف بگھارتے کیونکہ کتے کی آواز پیٹ کے اندر محض فضول ہوتی ہے نہ تو وہ شکار کو

نکلے ہیں اور نہ رات کو پاس بانی کا کام کرتے ہیں نہ اس بھونکنے والے بھیرے کو دیکھا ہے کہ اس کی آواز سے بھڑیا بھاگ جائے اور نہ اس چور کو دیکھا ہے کہ اس کو چوری سے روک دے۔ غرض کہ اس کی آواز بالکل بے کار ہوتی ہے یونہی یہ لوگ بھی ہیں کہ حرص اور خواہش سرداری کے سبب بدوں بصیرت کے ڈینگیں مارنے پر جرات کرتے ہیں۔ اور خریداروں اور معتقدوں کی خواہش میں بدوں بصیرت کے لغو گوئی میں مصروف ہیں۔ انہوں نے چاند نہیں دیکھا مگر اس کی علامات بیان کرتے ہیں اور اس سبب سے روشنی کی حقیقت غلط سلط بیان کرتے ہیں۔

یہ لوگ حسد یاروں کے لیے چاند کی سینکڑوں علامات بیان کرتے ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ لوگ ہم کو عارف سمجھیں اور ہماری قدر کریں ان لوگوں نے ستارہ مشتری کو تو دیکھا نہیں۔ مگر وہ اس سینکڑوں علامتیں بیان کرتے ہیں اور فضول بکواس بانکتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہوئے یا منہ میں جھاگ لائے ہوئے چھا چھلے رہے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ یہ لوگ شراب پی رہے ہیں یعنی لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور باوجودیکہ وہ عارف نہیں ہیں۔ مگر اپنی گفتگو سے اپنے کو عارف ثابت کر رہے ہیں۔ ارے کم بختو! کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو۔ ہم نے مانا کہ تم نے خریدار پیدا کر لیے اور لوگوں کو دھوکا دے لیا لیکن کیا نتیجہ۔۔۔ یاد رکھو! کہ جو خریدار فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ صرف دمہ لاشریک ہے لیکن کیا کیجئے ان کو اس کا یقین نہیں یہ اوروں کو نافع سمجھتے ہیں بلکہ صرف۔۔۔ انہی کو نافع سمجھتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے ان بے وقعت خریداروں کی خاطر اصلی خریدار کو ہاتھ سے کھو دیا۔ ارے نادانو! سمجھو کہ ہمارے خریدار تو حق سبحانہ میں جو کہتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ط
پس تم ان کے سوا ہر خریدار کی فکر چھوڑو اور اس خریدار کو تلاش کرو جو تمہارا طالب ہے اور تمہاری ابتداء اور انتہاء سے واقف ہے اور تم ہر خریدار کو قبضہ میں نہ لاؤ کیونکہ

معتوق اور سلاوب صرف ایک ہوا پاسیہ۔ محبت دوسے بھی بڑی ہے چربائیکہ تنوے

دیکھو! اگر غیر اس نے تمہارے کمال کو خرید بھی لیا اور اس کی قدر بھی کی۔ تو اس
ہم کو نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس عقل کی قیمت کہاں ہے۔ عقل تو بڑی
چیمہ ہے اس کے پاس تو ادھ جوتے کی بھی قیمت نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی اس
پاس ہے وہ تو اس کے پاس عاریت ہے۔ اصل مالک تو اسکے حق سبحانہ ہی ہیں پھر تو ایسے شخص
کے سامنے یا قوت اور لعل (کلمات) پیش کرتا ہے۔ حق سبحانہ کے پاس کیوں نہیں پہنچا
جس قبضہ میں سب کچھ ہے اور وہ تیرے مال سے زیادہ قیمت دینے کو تیار ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ تجھے حرص نے اندھا کر رکھا ہے کہ تجھے نفع نقصان نہیں سمجھنے
دیتی۔ اور یہ حرص ہی تجھے محروم کر رہی ہے اور شیطان نے تجھے اپنی طرح مردود کر رکھا
جس طرح کہ اس غصہ والے اصحابِ فیل اور قوم لوط وغیرہ کو اپنی طرح مردود بنا دیا
پس تو حرص اور شیطان کو چھوڑ اور صبر اختیار کر۔ کیونکہ جن لوگوں نے صبر کیا ہے
تو جبکہ انہوں نے صرف اسی کو مطمح نظر بنالیا ہے اور ہر شے کی طرف دوڑ دھوپ
نہیں کی ہے اُس وقت انہوں نے اصل حشریدار کو پالیا ہے۔ اور جس شخص نے
اس مشتری حقیقی کو چھوڑا ہے وہ سراسر ٹوٹے میں رہا ہے۔ سخت اقبال بقا اس سب
بیزار ہو گئے ہیں اور ان حریصوں کو ہمیشہ کے لیے یوں ہی حسرت رہ گئی ہے جس طرح
اہل ضرورت کی حسد میں حالت ہوئی تھی۔ کہ وہ ناکام اور نامراد دنیا سے رخصت
ہو گئے تھے ان کا قصہ حسبِ ذیل ہے۔



قصہ اہل ضرواں و حسد ایشاں برادر ویشاں کہ پدرا یا ازیمی
 ضرواں کے باشندوں کا قصہ اور ان کا تقرر پر حشر کرنا کہ بلا آپ ساتھ ہیں
 اغلب ذیل باغ را بمسکیناں میداد چوں انگور بودے عشر
 سے باغ کی زیادہ پسدادار مسکینوں کو دیتا تھا۔ جب انگور ہوتے دسواں حصہ
 داتے و چوں میوز و دو شاب شدے عشر داتے و چوں حلوا
 دیدتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں حصہ دیتا اور جب حلوا یا
 ویا لودہ کر دے عشر داتے و از فصیل عشر داتے و چوں
 نادرہ بنا دسواں حصہ دیتا کچھ کبھی میں سے دسواں حصہ دیتا اور جب
 خرمن میگوئے از کفہ آمینختہ عشر داتے و چوں گندم از
 کلیساں گھاتا آدمے گھاتے ہوئے میں سے دسواں دیدتا اور جب مہروں

خلق ضرواں میں میں ایک
 کا نکل تھا سیتی بیرون تھا پہلا
 بنی و شاپ۔ انگور کا شیرہ
 تعین کی کبھی کبھی کفہ کھان
 کے دریا کی حققت کے
 ساتھ میگوئے۔

لہ زبانی اندر دلا کرتے
 یعنی نقرہ اس کے گھر کا
 چکر کا نئے نہتے تھے۔

کہ جدا شدے عشر داتے و چوں آرد کر دے عشر داتے و چوں
 بھوسے سے جدا ہوتے دسواں حصہ دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدتا اور
 خمیر کر دے عشر داتے و چوں نان پختے عشر داتے و لا جرم
 جب گوندھا دسواں دیدتا اور جب روٹی پکا دسواں حصہ دیتا لا محالہ
 حق تعالیٰ در باغ و کشت برکتے نہادہ بود کہ ہمہ اصحاب
 انشتائے نے باغ اور کبھی میں برکت عطا کی تھی کسب باغ داتے
 باغہا محتاج او بودندے ہم بمیوہ و ہم بسیم و او محتاج
 ہم کے محتاج ہوتے پہل میں بھی اور پانڈی میں بھی اور وہ ان میں سے
 پہنچ کس نے از ایشاں و فرزند ان او خرج عشر میدید سکرت
 کس کا محتاج نہ ہوتا اس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرچ دیکھا
 و اس برکت نمی دیدند ہمچو اس زن بد بخت کہ کیر خر دید و
 اور وہ برکت نہ دیکھی اس بد بخت عادت کی طرح جس نے گمے کا ذکر دیکھا
 کدو را ندید
 اور کدو نہ دیکھتے

بود مردے صلحے زبانی
 ایک نیک خدا پرست شخص تھا
 در وہ ضرواں بنزویک تمن
 میں کے نزدیک ضرواں گاؤں میں
 عقل کامل داشت پیاں دانی
 کامل عقل رکھتا تھا اور انعام سے باخبر تھا
 شہرہ اندر صدقہ و خلق حسن
 عجبات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

۱۰ مشتعلان عاجل
عشر عشری اعتبار سے
نہیں کہ پیداوار کا دواں
مشت خیرات کرنا ہوتا ہے۔

۱۱ دوشاب۔ انگوٹھ و
اللہ اللہ۔ وہ خدا رسیدہ
مرد اپنی اولاد کو ویتیں کرنا
کہ دواں حصہ مزد و خیرات
کرتے رہنا۔ قلمبہ۔ جسد
پیداوار و تفتیش اللہ کی بات
ہے۔

۱۲ در محل۔ پیداوار کے
وقت اگر خرچ کر دے گا کہ
میں رہو گے۔ حرکت۔ بیسی
کاشتکاری یا کار کا کار و خیر
پھر زمین میں ہوتا ہے۔
قربر و بدن۔ اس میں با
زیادہ ہے۔ وقت افشانہ
یعنی برنا۔

کعبہ درویش بودے کوئے او
اس کی محل فقیر کا کعبہ ہوتی
ہم ز خوشہ عشر داوے بے پیا
بنیر دیا کاری کے باون میں سے دواں پیا
آر گشتے عشر داے ہم ازاں
آپنا پتہ تو اس میں سے بھی دواں دیتا
عشر ہر دخلے فرونگدا شتے
کسی آمدنی کے دوسری میں فرونگدا شتہ نہ کرتا

از غنہ عشرے بدلے وز مویز
انگوٹھ سے دواں دیتا انگشٹ میں سے
ہم ز حلوا عشر واز پا لودہ ہم
ملہ میں سے ہی دواں اور لارے میں سے بھی
بس وصیتہا بگفتے ہر زان
ہر وقت بہت سی ویتیں کرتا

اللہ اللہ قسم کیس بعد من
مدا کے لئے میرے بعد مکیں کے خدا کو
تا بماند بر شما کشت و شمار
تا کہ تم پر کشتی اور پسل رہی
دُخلہا و میوہا جملہ ز غیب
آمدنیوں اور میوے سب غیب سے
در محل دخل اگر خرچے کئی
آمدنی کے وقت اگر خرچ کرے گا
ترک اغلب دخل را در کشتن ار
کاشتکار پیداوار کا اکثر حصہ کشت میں
بیشتر کار و خورد زان اندکے
زیادہ ہوتا ہے آمدنی سے توڑا لاکھا ہے
زان بیفشاند بکشتن ترک دست
کاشتکار بر غنہ اتہ ہی لئے مجاہد ہوتا ہے

آمدنی مشتعلان ہوئے او
مزدور و مستند اس کی جانب آتے
ہم ز گندم چوں شتے از کہ جدا
گیہوں میں سے بھی جب وہ ہوسے سے چاہو
ناں شتے عشر دگر داوے نمان
روٹی بنی، روٹی میں سے دوسرا دواں دیتا
چار بارہ داوے زانچہ کاشتے
جوڑتا اس میں سے چار بار ادا کرتا

عشر ہم داے دے از دوشابیز
وہ انگوٹھ کے تیرے میں بھی دواں دیتا
می فرونگدا شتے از بیش کم
اور کہ اور زیادہ میں سے نہ جھوڑتا
جمع فرندان خود را آنجاں
دو جوان اپنی سب اولاد کو
والگیریدش ز حرص خوشتن
اپنی حرص سے ہنس نہ کرتا

در پناہ طاعت حق پاندار
مستقل خدا کی طاعت کی حفاظت میں
حق فرستاد دست بے تخمین و ریب
بے امانہ اور بے شک ابھارتا ہے
دگر سود دست بر سودے زنی
وہ غامدہ سے کار و بار سے تو غامدہ بھی لے گا
باز کار دکر و بیت اصل شمار
پھر ہوتا ہے کیونکہ وہ غامدوں کی جڑ ہے
کہ نادر و دربر و بیدن شتے
یہ کہ اس کو کٹنے میں کوئی شہ نہیں ہے
کاں غلہ ہم زان میں اصل سکت
کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوتا ہے

کھشکر ہم اپنے افسر ایدناں

روٹی سے جو زکوہ جوتا ہے، سوجھی بھی
کہ اصول و غلم اینہا بودہ اند
کہ میری آمدنی کی غیب دہیں یہ بنی میں
وخل از آنجا آمدنش لاجرم
لا محال اس کی آمدنی میں جو ہے ہی ہوئی ہے

ایش زمین و تختیاں پرستا ویش

یہ زمین اور کھال بنس پروردہ ہے
جوں بکاری در زمین اصل کار
تو بربڑے و اصل زمین میں جو
گیرم انکوں تخم را اگر کاشتی
میں نے مانا، اب اگر تفسیر فرما دوں
چون دوسہ سال ان کو بیج چھٹی
اگر وہ دوتیس سال نہ آگے تو کیا کرے گا؟

دست بر سر میزنی پیش الہ

خدا کے آگے سر براتہ مارے گا
تا بدانی اصل اہل رزق آتو
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جہاں ہے
رزق از مے جو جو از زید و عمر

رزق اس سے آگے، زید اور عمر سے نہ آگے

منعمی زد و خواہ نے از منج و مال

خوشحالی اس سے چاہ، نہ کہ خزانے اور مال
عاقبت زینہا، خواہی یا ندان
انجام کار قرآن سے (آگے) رہ جائے گا
ایں دم اور اخوان باقی را مل
اس وقت اس کو بیکار اور باقی کو بھڑ

میخرد چرم وادیم و سختیاں

چمڑا اور زری اور سخت خرید بیستا ہے
ہم ازینہا می کشاید رزق بند
اسی سے بند، رزق نکلتا ہے
ہم در آنجا میکتند داد و کرم
ایسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

اصل روزی از خدا و اں نفیس

اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے ہے
تا بزر وید ہر یکے راصد ہزار
تاکہ ہر ایک کے ہاتھ آگے
در زمینے کش سبب پیدا شتی
اس زمین میں جس کو قتل سبب ہے
جو کہ در لایہ و دعا کف بر زنی
بجز اس کے کہ خورشاد اور نمایاں ہوتا ہے

دست بر سر بردا وں رزق گوہ

ہاتھ اور سر اس کے رزق دینے پر گرا رہی ہیں
تا ہم اور جویدان کو رزق جو
جو رزق کا شکر کرتا چلا آئے ہیں
مستی از مے جو جو از زید و عمر
مستی اس سے چاہ، بھگ اور شکر نہ چاہ

نصرت از مے خواہی از مے محال

مدد اس سے چاہ، نہ کہ بھگ اور مال سے

ہیں کہرا خواہی در انم خواندن

ان میں اس وقت تو کہے بیکار نہ آ
تا تو باشی وارث ملک جہاں
تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

کھشکر ہمیں، جفت
ساز آہم، زری میں وہ کمال
جو سرخ رنگ مالہ ہے تختیاں
بہر کی رافت شدہ کمال،
میشہ کر اصول، ان چیزوں
میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے
کیونکہ آمدنی کی اصل وہ پیدا
ہی چیز ہی ہیں۔

لہ ایں زمین، پیداوار
کے کا ہر ایک اسباب مفید
ایک پروردہ ہیں وہ اصل
روزی رحماں صلیہ۔۔۔

مذہب زہر، قرآن پاک میں
ہے مثل الذین یظلمون
فی سبیل اللہ لیسئل
حجۃ الیہم سبب
سنا میں فی حق سبب
ما فی حق سبب
یضا عیبت لیسئل
ان لوگوں کی مثال جو
اللہ کے راست میں غرت
کرتے ہیں ایک ماہ کی
س ہے جس نے سات
بائیں ہاتھیں ہر لڑکی
نظر دے، اور خدا میں
لے چاہتا ہے لوگوں کو دینا
ہے۔

لہ جفت جب اسان
اسباب سے ہاں ہوتا
ہے تو یہ خدا ہی کا
ہے۔ صحت کیسے کی تباہی
کے وقت سر ہٹ کر خدا
سے دعا کرتا اس بات کی
دلیل ہے کہ اس میں اصل
رزق دینے والا خدا ہی کہ
سمجھتا ہے، رزق، جب
مطلق مدد خدا ہے تو ہی
سے رزق ملتا چاہیے۔۔۔

نفس، اس میں جس کو
مفتن سے ہی حاصل ہوتا ہے

نفس میں جس کو

انسان کو اس کی جگہ پہنچے۔
 ہر گز اور ہر ایک کی تسکین
 ہوتی ہے منتہی۔ انسان
 کی اصل مالداری نفس کی
 مالداری ہے جو ملک و مملکت
 ملے تاق۔ اس حالت کی
 وجہ سے انسان کئے اس
 کا ہر دوست اس کا دشمن
 ثابت ہو گا کیونکہ دوست
 بھی اس کو ایک بُت کا طرح
 خدا سے غافل بنا رہا تھا۔
 رُوی معصوم سے سوا اور نا
 صالح سے دل بٹاتا ہے۔
 اس قسم اگر دنیاوی دوست
 اس دنیا ہی میں تیرے مخالف
 ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی
 ہوگی۔ مقبوس آخرت میں
 جو تیرے لئے مصیبت تھی
 وہ تو تیرے دنیا میں مُکنت لہ
 ملے پیش از ازاں۔ ازاں
 دوستوں کا نقصان دینا میں
 برداشت کرنا آسان ہے
 چتر کاٹاں۔ اس کی یہ مثال
 ہے کہ خواب سوراخ پر
 غور اٹھ کے دیکھ واقفیت
 ہو جائے تو کچھ حمارک مکمل
 ہے روزِ میرا فوس ہی افوس
 کرنا پڑتا ہے۔
 ملے نقدِ ادا۔ انسان میں
 کہتا ہے کہ اے افوس میں
 کھڑا سنا غریب کرکے خوش
 خوش کرنا تھا۔ غریب
 غور کا کھٹ ظاہر ہو جائے
 اصناف اس کا تدارک
 کرے تو شک کو مکر ہے۔

چوں بفر المراء آید من اخیہ
 جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے
 بھائی ہو جائے گا
 زائل شود ہر دوست آن ساعت
 اس لئے ہر دوست اس وقت نہیں رہے گا
 رونے از نقاش بر می تافتی
 رونے نقاش سے منتہی پھیلا
 ایں دم آری ازان با تو ضد شوند
 کرتے دم اری ازان با تو ضد شوند
 کرتے دم اری ازان با تو ضد شوند
 ایں گونک روز من پیر و ز شد
 ایں گونک روز من پیر و ز شد
 ایں گونک روز من پیر و ز شد
 ہاں کہہ دے کہ اب میرا دن لعیب دور ہے
 ضد من کشتند اہل ایں سرا
 اس جہاں والے میرے مخالف ہو گئے
 پیش ازاں کہ روزگار خود برم
 اس سے قبل کہ میں اپنی غریبوری کروں
 کالہ معیوب بخیرہ بدم
 میں نے ایک مہربان دار سامان خرید لیا تھا
 پیش ازاں کہ دوست میرا پیشہ
 اس سے پہلے ہی کہ باج سے سہرا پہ چلا جاتا
 مال رفتہ عمر رفتہ اے نسیب
 اے سحرلیف مال گیا، غرق من
 نقدِ ادا ز تر قلبے بستدم
 میں نے نقد دے دیا اور کھڑا سنا دے لیا
 محکم کایں زر قلب پیدا شد کنول
 محکم ہے کہ یہ کھڑا سنا ابھی داغ ہو گیا
 قلب ماندے تا ابد در گردخم
 کھڑا سنا ہمیشہ کے لئے میری گردن میں بچتا
 چوں پگہ تر قلبی او رُو نمود
 چونکہ میری سیر سے اس کا کھٹ ہی
 ظاہر ہو گیا

یہرب المولود یوما من اینه
 وہ دن کہ مولود اپنے باپ سے بھائی
 کہ بت تو بود و از رہ مانع او
 کیونکہ وہ بھائی تھا، راستہ سے مانع تھا
 چوں نقشش انس ل می فتی
 چونکہ اس کے بنائے ہوئے نقش سے ملا نہیں ہو گا
 وز تو بر گردند و در خصمی روند
 تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں
 آبخہ فردا خواست شد امر و ز شد
 جو کہ کل کو ہوا، وہ آج ہو گیا
 تا قیامت عین شدیشیں مرا
 یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پہل نقد یعنی
 عمر ایشاں بپایاں آدم
 اُن کے ساتھ زندگی بسر کروں
 شکر کر عیش پگہ واقف شدم
 گنہگار کے گنہگار سے ہم سیر ہو گیا
 عاقبت معیوب بیرون ملے
 آخر میں معیوب صابر ہوتا
 مال و جاں دادہ پگہ کالہ معیوب
 عیب دار سہرا کے لئے مال اور جان دی جا
 شاد شاداں سوئے خانہ می شدم
 خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا
 پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزون
 اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گزر جاتی
 حیف بودے عمر ضائع کردم
 بے عمر ضائع کرنے پر افوس ہوتا
 پائے خود را و انشم من ز و زود
 میں بہت جلد واپس ہو جاؤں گا

یار تو چون دشمنی پیدا کند
تیرا دوست جب دشمنی نصیب کرے
تو اڑاں اعراض اوافغان من
تو اس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر
بلکہ شکر حق کن و نان بخش کن
بلکہ اڑاں کا شکر کر اور دلی نصیحت کر
از خواش زو دبیر و لمدی
تو اس کے بورے سے بدلہ باہر آگیا
ناز نہیں یلے کے بعد از مرگ تو
وہ نازوں بھرا یاد کرتے رہنے کے بعد
آن مگر سلطان بود شاہ رفیع
وہ با تو شہنشاہ فرمانروا ہے برتر ہے
رستی از قلاب سالوس و فخل
تو کراہ فریب کے آنکھ سے نکلیا
اس جھٹلے خلق با تو در جہاں
دنیہ میں جبر سے ساتھ لوگوں کا علم
خلق را با تو یحییٰ بد خو کنند
لوگوں کو تیرے ساتھ جس طرح جہالت کہتے ہیں
اس یقیں داں کا نذر آخر جہاں
تو اس کو یقین بھم کہ آخر میں سب
تو کیمانی با فغان اندر لحد
تو دھرم فریاد کرتا ہوا وہ جانتے تھا
اس جہالت بز زہد و اقیان
تیرے لیے علم کا دامن کے مہر سے لپکا
بش نوار عقل خود لے ابدال طار
لے کھایا دالے اپنی من سے سنبھلے
تا شود ایں زو درواز پیش
ناک دھرم اور شرک سے منجھوٹا جمانے
کو ہی ترساندت ہر دم ز فقر
جو جے فقر سے بردت نرا ہے

کز و حقد و رشک او بیرون زند
وہ عدا اور کینت اور رشک نکال کرے
خوشتن را ابلہ و نادان ملکن
اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا
کز گشتی در خواں او کہن
کز تو اس کے بورے میں پرانا نہ بنا
تا بجونی یار صدق و سمدی
ناک بچے اور داغی یار کو نکالتش کرے
رشتہ یار تی او گر دوسہ تو
اس کی یاری کا رشتہ جگت نہ بنائے
یا بود مقبول سلطان و شفیع
یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے
غراؤ دیدی عیاں پیش از اہل
تو نے سوت سے پہلے اس کی فطرت بدل
گر بدانی گنج زر آمد نہاں
اگر تو سمجھے سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا
تا شرا ناچار زو آنسو کنند
ناک جے مجبور اندیش جانب کر دین
نصم گردند وعدہ و سرکش
خالق اور دشمن اور سرکش میں بائیں گے
لا قدرتی فرد خواناں از احد
خدا سے بچے کیسلاں چھوڑے کہتے ہوئے
ہم ز داد گست عبد باقیان
بانی لوگوں کا مہدی تیری عدا ہے
گندم خود را بارض اللہ سپار
اپنے گہن کو اللہ دتائے کی زمین کے سپرد کرے
دیورا با دیوچ زو تر بخش
شیطان کو دیک کے ذریعہ راڈاں
ہمچو بخش صید کن لے ترہ صقر
لے ترہ شکرے بلکہ کھلے ترہ خدا کرے

لے آتو رس طرح اگر دنیا
اس میں تیرا دوست جو ہے بولے
قوی پر شکوہ نکر بخش
ادا بکر دنیاوی حق دنیا
جس میں لٹ جانے پر شکوہ مارا
کرنا چاہئے اور مدد و طہارت
کرنا چاہئے از جہالت
جس بات پر شکوہ کرنا چاہئے
کز تو اس کے بھندے سے نکل
نکا ادا بچے دوست کی
تلاش میں لگ جائیگا تو جی
وہ نازوں بھرا دوست ہے
لی جائے عدا تو تیرے میں نرا
ساتھ دے گا
لے آتو دوست جو
آخرت میں کام آئے وہ خدا
یا خدا کا مقبول بندہ ہے
اس جہاں دنیاوی دوستوں کی
جھکاوی تیرے لئے رحمت
خداوندی ہے جتنی را جب
نشان لاکس پر کم ہوتا ہو
تو وہ ایسے اسباب پیدا کرے گا
ہے کہ انسان دنیاوی مصلحت
توڑ دیتا ہے
لے جہاں اگر ہیں دنیاوی
دوستیاں دنیاوی دوستوں کی
تو تنہا ہوا اور بچ کر رہے گا
کہ اسے خدا کے تنہا چھوڑ
اپنی جہالت و نادانی سے
کے ٹوٹنے کو تو کھینک کر بچنا
ان کی دوستی سے ہی حق بکھڑ
مرلا تاپے اڑ کے راستہ
میں مریض کرنے کی نویسیاں
بیان کر رہے تھے پھر اس
مضمون کو شرمناک کیا ہے
لے آنکو دباس راز کو ش
کی ستر میں میں لے گا کہ
ان کو چھوڑ جائے گا اس کو
بھگت ہے تو را شیطان
نفر کے دوسرے پیدا کرے
اس کو حال کی دیک گا

ہجر بیضا کو جس طرح مختار
 کرے جس طرح شکر پیکر کا
 شکار کرینے ہے آتش خان
 اگر لہا ہی باز پیکر نہ لائے
 تو بڑے خرم کی بات ہے۔
 بس وصیت باپ نے بہت
 سمجھا تھا لیکن اُن پر کوئی
 اثر نہ چلا۔ پھر اے نصیب
 پورا کر لی ہے جس کے کاوی
 اس کو قبول کر لیں
 ملے قربند جس فصیح ارادہ
 سننے کا نہ ہو اس کو کسی ہی
 نرمی سے سمجھاؤ وہ ادراض
 ہی کرے گا انبیاء میں سے۔
 محبت اور پیار سے کہاتے
 تھے کہ ان کی نصیحت مقرر تک
 قبول کر لیتے تھے لیکن کفاروں
 کو کہتے تھے افسوس افسوس
 قرآن نے کافروں کے روئید
 پھر سے زیادہ سخت اور ستر
 پہننے والا قرار دیا ہے۔
 ملے در بیان حضرت حق کی
 عطا کے لئے قابلیت ضروری
 نہیں ہے جب عطا ہوتی ہو
 تو قابلیت غریب پیدا ہوتی ہو
 عطا اش کی صفت ہے جو
 تو بہ ہے قابلیت بندہ کی
 صفت ہے جو عطا ہے تو
 تو بہ ہے لئے عطا ہے جو
 بن عطا ہے جو عطا ہے تو
 ہے۔

باز سلطان عزیز و کامیاد
 فرما شہ کا ہمارا اور کامیاب
 بس وصیت کرو غم و عذاب کا
 اس نے بہت وصیت کی اور عطا کا بھی ہوا
 گرچہ ناصح را بود صد داعیہ
 اگر نصیحت کرنے والے کے ترنا ہے ہوں
 تو نصیحت تلخیص پسندش میدی
 قریب کدوں نہیں کے ساتھ انکو نصیحت نہ دی
 یک کس ناستمع را استیز و رد
 ایک نصیحت والا شخص، جگہ سے الٹا نکال دے
 ز انبیاء ناصح تر و خوش بچہ تر
 انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں نابی
 زانچہ کوہ و سنگ دیکار آمدند
 جس باتوں سے پہاڑ اور پتھر کا آمد بھی گئے
 انچنان دلباکہ بدشاں ما و من
 وہ دل جو مست کبر تھے

ننگ باشد کہ کند بکش شکار
 زنت ہے، کہ تجھے پکڑ شکار کرے
 چون میں شاں خود بود سود شد
 جو کئی کی زمین شریانی حق کو نہ مانے بجا
 پسند را آنے بسبب داعیہ
 نصیحت کے لئے، مخالفت کرنا اور کان نہ دینے
 او ز پندت می کند پہلو چہی
 وہ نصیحت سے پہلو نہیں کرتا ہے
 صد کس گویندہ را عاجز کند
 تر کبھی دلوں کو عاجز نہ کرتا ہے
 کے بود کہ رفت دم شاں در بحر
 کہ بہا ہے بیکر اُن کی ات پھر میں نہ گاہے
 می نشد بدبخت را یکشادہ بند
 بدبخت کی گرفت نہ ٹھسل
 نعت شاں شد بل اکشد قشونہ
 اُن کی صفت ہو کہ دہتروں سے بھی بلیا و منت نہ بنی

در بیان آنکہ عطائے حق سبحانہ تعالیٰ و قدرت او موقوف قابلیت
 اس بات کے بیان میں کہ اشقائے حق عطا اور قدرت بدوں کی عطا کی قابلیت پر
 نیست ہمچوں او عطا کا کہ انرا قابلیت باید رکھ عطا کے حق تعالیٰ
 موقوف نہیں ہے اس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہئے کیونکہ اشقائے
 قدیم اس قابلیت عطا صفت حققت جل جلالہ و
 تسلیم ہے اللہ تعالیٰ عطا اشقائے حق جل جلالہ کی صفت ہے اور

قابلیت صفت مخلوق و قدیم موقوف عطا نہ باشد
 قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم عطا پر موقوف نہیں ہوتا ہے

چارہ آں دل عطائے بندلیت
 اس دل کا علاج، بدل دینے والے لی ہوا ہے
 بلکہ شرط قابلیت را داؤست
 بلکہ شرط قابلیت کی شرط اس کا ہے
 داراؤ را قابلیت شرط نیست
 اس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے
 داؤت و قابلیت بہت پوت
 عطا منتر ہے، اور قابلیت پہلکا ہے

ایںکہ موسیٰ راعصا ثعبان شود
 یہ کہ حضرت موسیٰ کی لاشی اڑ رہا ہے
 صد ہزاراں معجزات انبیا
 انبیاء کے لاکھوں معجزے
 نیست از اسباب تصرف خدا
 وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرف ہے
 قابلی گر شرط فعل حق بدے
 (اشارہ کرتا ہے) کہ کام کیلئے اگر قابیل ہونا شروع ہوتا
 سنتے نہاد و اسباب و طریق
 (اشارہ کرتا ہے) دستور اور اسباب اور طریقے دیکھتے ہیں
 بیشتر احوال بر سنت و
 زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں
 سنت و عادت نہادہ بافرہ
 پر لطف دستور اور عادت مقرر کی ہے
 بے سبب گر عزت با موصولیت
 اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی
 لے گرفت اسبب بیرون پر
 اسے سبب کے پابند ہے، باہر پر دانا کر
 ہرچہ خواہاں مستبب آورد
 وہ سبب پیدا کرنے والا ہرچہ چاہتا ہے کرتا ہے
 لیک اغلب بر سبب راند نفاد
 لیکن وہ عموماً سبب پر خدا اور کھتا ہے
 چوں سبب نبود چہ رہ خود پرید
 جب سبب نہ ہو تو راہ کو نہ لانا کو نہ راستہ نہ ہوتا
 ایں سببہا بر نظر پاید ہاست
 یہ اسباب نظر در پردہ دے ہیں

ہمچو خورشیدے کشف رخشاں شود
 اسی کی چٹیل سورج کی طرح چمک دار ہے
 کان نخبند در ضمیر عقل ما
 جو ہماری عقل میں نہیں سمجھتے ہیں
 نیستہا رات بلیت از کجالت
 فسق ہونے والوں کے لئے کجالت کہاں ہے؟
 بیج معدومے بہستی نامے
 تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا
 طالبان را ز برای از رقی متقی
 اس نیکے سراپردہ کے نیچے جگہیں کیونکہ
 گاہ قدرت خارق نیست
 کبھی قدرت (الہی) دستور کو توڑنے والی ہوتی ہے
 باز کردہ خسرق عادت مجرہ
 بھر دستور کے توڑنے کو مجرہ
 قدرت از غزل سبب معزولیت
 قدرت فانی سبب کو معزول کرنے سے مراد ہے
 لیک غزل آں مستبب ظن مبر
 لیکن اس سبب پیدا کرنے والے کو معزول مانا گناہ کر
 قدرت مطلق سببہا برورد
 مطلق قدرت اسباب کو چھوڑ دیتی ہے
 تا بداند طالعے جستن مراد
 تاکہ طالع مراد کو تلاش کرنا جان جائے
 پس سبب در راہ می آید پدید
 تو سبب راستہ کے بارے میں غور و برتا ہے
 کہ نہ ہر دیدار عشق را ستر است
 کیونکہ ہر شخص اس کی کارگیری کے دیکھنے کے ہوتی ہے
 ہمیں

حضرت یحییٰ ثانی کی طرف
 سے جو فیض اور عطا ہے
 کی کوئی چیز نہیں فیضی اقدس
 اور فیضی اقدس فیضی اقدس
 وہ ہے عزات باری تعالیٰ
 سے اعلیٰ ثابت ہیں پتلا ہے
 اس کے لئے استعداد خدا
 نہیں ہے اور فیضی اقدس
 وہ ہے جو اعلیٰ ثابت ہے
 امداد کی طرف اشارہ ہے
 بقدر استعداد اور قابلیت
 پہنچتا ہے۔ ایسا کہ حضرت
 موسیٰ کی لاشی اور حضرت یحییٰ
 کا یہ فیضی اقدس کی
 مثالیں ہیں اور اسی طرح
 دیگر انبیاء کے معجزے ان
 چیزوں میں سے ہیں جو
 قابلیت خدا میں ہے۔
 لے نیست۔ ان معجزات کا
 اسباب ہے بتناہر قابلیت
 سے متعلق نہیں ہے بلکہ وہ
 بطور فیضی اقدس کے ہے۔
 قائلی۔ اگر ہر چیز میں قابلیت
 شرع ہو تو ہر کوئی مستطیع
 وہود میں نہ آئے اسلئے کہ ہم
 میں انہما سے پیدا خدا
 کہاں ہے وہ خودی معدوم ہے
 مستطیع۔ عام حالات میں مستطیع
 ہیں بلکہ اسباب ہیں اور
 لے قدرت مطلق۔ اشارہ ثانی
 کی طرف مطلق قدرت سبب
 کی طرف نہیں ہے تاہم
 عوام کی استعداد کی کمی میں
 اسباب رہنما کرتے ہیں۔
 ایں سببہا مقامہ کما سببہا
 اللہ کی قدرت کے لئے عجب
 بنائے گئے ہیں اس لئے کہ
 ہر شخص واسطہ قدرت کے
 مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔
 لیکن انسان کو وہ نظر نہیں

قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے عطا کی جہ فیض اقدس کا واسطہ ہے تو سبب نہیں کے خلاف ہوتا ہے
 لے معجزہ۔ یہ شے نہیں کہ خلاف تصور ہے ہوتا ہے۔ بلکہ سبب عزت اسباب کا ہوتا ہے لیکن اللہ کی قدرت جس
 کو اسبب عزت عطا فرمائی۔ اسے کہ قرار عوام اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن سبب اسباب کی عظمت نہ ہوتی ہے

ہائے جو اسباب کو پاک کر کے
اصل خیریت کو رکھ سکے۔ سبب
جب سبب اسباب کو رکھ
دیکھا تو اسکی نفع میں اسباب
پے حقیقت بن جائیگے۔
لے اس سبب۔ ہر خیر و شر
سبب اسباب کی جانب سے
ہے اسباب اور درمیان میں
چیزیں ہیں ان کا متعدد سبب
کو انسان پر کچھ نا غفلت
کا گذر ہے اور سبب پر پاویں
کے نقصان حاصل ہو سکیں۔

دیدہ باید سبب سوراخ کن
سبب میں سوراخ کر لینے والی نگاہ ہائیے
تا مستبب بیند اندر لامکاں
تا کہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے
از مستبب میرسد ہر خیر و شر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنے والے کی طرف
جو خیر یا مال متعقد ہر شاہراہ
سوائے خیال کے جو رات پر نما ہوا ہے

تا حجب را بر کند از بخت و بخت
تا کہ وہ جزا اور جیاد سے بزدلی کو نکال دیکھے
ہرزہ بیند جہد و اسباب و کلا
کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار کرے
نیت اسباب و واسطے پدیر
لے بارہا اسباب اور واسطے نہیں ہیں
تا بماند دور غفلت چند گاہ
تا کہ غمخیز دور غفلت کا زمانہ رہے

شرح

گذشتہ زمانہ میں ایک با خدا اور نیک شخص تھے جو کہ صاحب عقل کامل
اور انجام بینی سے موصوف تھے وہ مین کے خردوان نام گاؤں میں
رہتے تھے اور خیرات اور حسن خلق میں شہرہ آفاق تھے ان کی گلی فقرا کا مرجع تھی اور
اہل حاجت ان کے یہاں آیا کرتے تھے۔ اُن کی خیرات کی یہ حالت تھی کہ اول بالیوں میں
عشر دیتے تھے اس کے بعد جب بھوسے سے گیہوں نکالتے تھے اس وقت عشر دیتے تھے اس کے
بعد جب گیہوں کو پیسا جاتا تھا تو آٹے میں سے عشر دیتے تھے اور جب آٹے کو پکا کر روٹیاں
بناتے تھے تو روٹیوں میں سے عشر دیتے تھے۔ غرض کہ ہر آمدنی میں سے عشر نکالتے
تھے اور کسی آمدنی کا عشر بے دیے نہ چھوڑتے تھے۔ اور جو چیز بھی ہوتی اس میں سے
متعدد مرتبہ عشر نکالتے تھے۔ چنانچہ وہ اول ان گوروں سے عشر نکالتے تھے اس کے بعد جب
وہ سوکھ کر میوز بنتے تھے تو میوز سے عشر نکالتے تھے اور اگر ان گوروں کا شیرہ نکالتے تھے
تو اس شیرہ میں سے عشر نکالتے تھے۔

غرض کہ جو چیز بھی ہوتی تھی۔ خواہ کم ہو یا زیادہ اس کا عشر بغیر دیے نہ چھوڑتے
تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہی کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کرتے رہتے تھے اور فرماتے
رہتے تھے کہ خدا کے واسطے اور پھر خدا کے واسطے میرے بعد اپنی حرص سے فقیروں کا

حق بند نہ کرنا۔ تاکہ طاعت حق کی پناہ میں تمہاری کھیتی اور پھل تمہارے لئے برقرار رہیں
یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ آمدنیاں اور میوہ سب کے سب حق سبحانہ نے عالم غیب سے بھیجے ہیں اور اس میں کچھ
شک و شبہ نہیں اسلئے اگر تم اسکو وہیں خرچ کر دو گے جہاں سے وہ آئے ہیں تو تم کو فائدہ ہوگا
کیونکہ وہ بڑے نفع کی درگاہ ہے وہاں صرف کرنے والوں کو بہت کچھ نفع ملتا ہے۔
دیکھو! کسان! اکثر آمدنی کو کھیت میں پھر لو دیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ غلہ کا مدار
اسی پر ہے اگر یہ نہ ہو تو غلہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلئے وہ اکثر حصہ لو دیتا ہے اور کم کو
کھا لیتا ہے کیونکہ اسکو اُس کے اُگنے میں اور اُگ کر زائد غلہ پیدا ہونے میں کچھ شک نہیں
ہوتا۔ اور وہ کسان اسلئے اس غلہ سے ہاتھ بھاڑتا ہے اور وہ غلہ بھی اسی زمین سے
پیدا ہوا تھا۔ اسلئے وہ سمجھتا ہے کہ اور غلہ بھی ضرور پیدا ہوگا۔ علیٰ ہذا۔ موچی اس رقم سے
جوڑٹی سے بچتی ہے چڑا اور نری اور میثا خریدتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میری آمدنی کی
چڑی بھی تھی اور انہی سے میری بند روزی کھلے گی۔ اسلئے جہاں سے اسے آمدنی ہوتی تھی وہیں
دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ وہیں خرچ کرتے ہیں جہاں سے اُن کو آمدنی ہوتی ہے

تو اب تم سمجھو کہ روزی کی اصل اور اس کا مبداء حق سبحانہ ہیں اور زمین اور میثا وغیرہ
ایک اڑ ہیں۔ اس بنا پر تم کو راہ خدا میں صرف کرنا چاہیئے اور جب تم کو بونا ہو تو اصل
زمین میں بونا چاہیئے تاکہ ایک ایک دانہ کے لاکھ دانے پیدا ہوں۔

اچھا اگر تم نے بیج اس زمین میں بویا جس کو تم سبب سمجھتے تھے اور وہ دو تین
سال تک اُگے گا تو جب کہ وہ دو تین سال نہ اُگے گا تو تم بجز اس کے کیا کرو گے کہ دُعا
اور تضرع و زاری کو دست آویز بناؤ۔ اور خدا کے سامنے اپنا سر پیٹو۔ پس تمہارا
سر اور تمہارے ہاتھ اس امر کے گواہ ہیں کہ رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور یہ شہادت

اسلئے ہے تاکہ تم جان لو کہ اصل میں مبد رزق حق سبحانہ ہیں۔ اور تاکہ جو کوئی رزق کا طالب ہو وہ اسی کو ڈھونڈے۔

خیر تو جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ اصل رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور باقی تمام اسباب و وسائل ہیں تو اب تم کو چاہیے کہ تم رزق اسی سے طلب کرو۔ نہ کہ زید عمرو سے۔ اور مستی خود اس کا ہو۔ نہ کہ بھنگ اور شراب سے یعنی اگر تم کو مستی مطلوب ہے تو حق سے دعا کرو۔ کہ اے اللہ! تو ہمیں اپنی محبت سے مرشرا کر۔ اور مستی کے لیے شراب اور بھنگ نہ پہنچو۔ اور دولت مندی اس کا ہو۔ نہ کہ عزیز و اقارب کیونکہ بالآخر ان سے جدا ہونگی۔ اس وقت بتلاؤ کسے پکارو گے حق سبحانہ کو۔ پس اب بھی اسی کو پکارو۔ اور سب کو چھوڑو۔ تاکہ جب وہ تمہارا معین و مددگار ہو جائے تو جس وقت یوم یقر المرء من اخیه متحقق ہو۔ اور آدمی اپنے سلسلے سے بھاگے اور جس روز کہ بیٹا اپنے باپ سے بھاگے یعنی قیامت میں۔ اس وقت عالم کی سلطنت کے مالک ہیں کیونکہ جب تم خدا کے ہو جاؤ گے۔ خدا تمہارا ہو جائے گا۔ اور جب خدا تمہارا ہو گیا تو ہر چیز تمہاری ہے۔

[فائدہ: فاتضح من هذا التقرير ان قوله چون یقر المرء من اخیه لفظی طور پر لفظی وارث ملک جہاں۔ ولیس جملہ شرطیہ کا تو ہم] رہی یہ بات کہ اس وقت ہر دے دشمن کیوں ہو گا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارا بہت یعنی راہ حق سے مانع تھا۔ اور چونکہ تم حق سبحانہ کی مخلوق سے مانوس ہو گئے تھے اسلئے خالق سے روگردان ہو گئے تھے حاصل یہ ہے کہ قیامت میں دوستوں کی دشمنی کا سبب یہ ہے کہ تم دنیا میں ان سے دل لگا کر حق سبحانہ سے غافل ہو گئے تھے۔

پس حق سبحانہ تم کو دکھلائیں گے۔ کہ دیکھو! جسکے لیے تم نے ہم کو چھوڑا تھا وہ یہ ہیں [فائدہ: فظہر من هذا المقال ان ما قال بحی العیون فی تقریر قولہ زان شود

بردوست الخ ہوا الحق و ما تو ہم من ان قوله زان شود صلہ لقوله عدو والاشارة في قوله زان
 الى الشخص المذكور في البيت السابق منشاہ الجمل باساليب الكلام و محاورات اہل اللسان [
 جب حالت یہ ہے کہ قیامت میں دوست دشمن ہو جائیں گے۔ تو اگر دنیا میں تمہارے
 دوست تمہارے مخالف ہو جائیں۔ اور تم سے پھر جائیں اور تم سے دشمنی کرنے لگیں تو تم کو
 کہنا چاہیے کہ آج مجھے کامیابی حاصل ہو گئی کیونکہ جو کل ہونے والا تھا وہ آج ہی ہو گیا۔
 اور اہل دنیا میرے دشمن ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ہی قیامت مجھے مشاہد ہو گئی یعنی
 قبل اسکے کہ میں اپنا زمانہ گزار دوں اور ان کے ساتھ رہ کر اپنی عمر ختم کر دوں۔ میں نے
 عیب سامان خریدا تھا۔ پس شکر ہے کہ سویرے ہی اس کا عیب معلوم ہو گیا یعنی
 قبل اسکے کہ میرا سرمایہ عمر میرے ہاتھ سے جاتا رہتا۔ اور آخر میں وہ عیب ثابت ہوتا۔
 اور میرا مال جا چکتا۔ عمر برباد ہو جاتی۔ اور میں مال اور جان دونوں ایک عیب دار سامان
 کے لیے دے چکتا۔ میں نے کھرا مال دیکر کھوٹا سونا خریدا تھا اور خوش خوش گھر جا رہا تھا
 تو شکر ہے کہ یہ سونا ابھی کھوٹا ثابت ہو گیا۔ یعنی قبل اسکے کہ زیادہ عمر گزر جاتی اور کھوٹا
 سونا ہمیشہ میرے گلے کا بار رہتا۔ اور اس وقت مجھے اپنی عسکر ضائع کرنے پر فوس
 تھا۔ اب چونکہ اس کا کھوٹا پن سویرے ہی ظاہر ہو گیا۔ تو میں جلد سے جلد اس سے علیحدگی
 اختیار کرتا ہوں۔ دیکھو! ہم پھر کہتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی دوست تم سے دشمنی پیدا کر لے
 اور اس کا حملہ اور کینہ اور حسد ظاہر ہو۔ تو تم اس کی بے رخی سے رونا، پیٹنا مت اور اپنے
 کو احمق اور بے وقوف نہ بنانا۔ بلکہ خدا کا شکر کرنا۔ اور شکرانہ میں روٹیاں تقسیم کرنا کہ تم
 اسکے ہی پھندے میں پڑھے نہ ہو گئے اور اسکے پھندے سے جلد نکل آئے۔ تاکہ تم
 اس نکل کر سچے اور ہمیشہ رہنے والے دوست کو تلاش کرو۔ وہ نمانین یا جس کی
 دوستی کا علاقہ ہمیشہ رہے اور موت سے بھی نہ ٹوٹے۔ بلکہ موت کے بعد اور مضبوط ہو جائے
 کون ہے وہ یا تو حق سبحانہ ہیں یا اہل اللہ۔

پسے تم ان کو دوست بناؤ۔ شکہ ہے کہ تم مکار، فریبی دغا باز دوست کیے بچے سے چھوٹ گئے اور اس کا فریب تم کو موت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا۔ دیکھو دنیا میں مخلوق کی تمہارے ساتھ دشمنی اگر تم غور کرو تو تمہارے لیے ایک مخفی خزانہ ہے کیونکہ حق سبحانہ لوگوں کو تمہارا دشمن اسلئے کرتے ہیں کہ تم سب سے یاٹوس ہو کر عبوداً حق سبحانہ کی طرف متوجہ جاؤ۔ اس بڑی دولت کیا ہو سکتی ہے۔

پسے ثابت ہوا کہ مخلوق کی دشمنی اشرفیوں کا مخفی خزانہ ہے جو قابل قدر ہے نہ کہ قابل وحشت۔ یہ امر تم یقینی طور پر جان لو۔ کہ آخر میں تمام دوست دشمن ہو جائیں گے اور قبر میں باآہ و زاری تمہارے جاؤ گے اور خدا سے ملتی ہو گے کہ اے وہ ذات جس کی سختی وفاداراں کے وفائے عہد سے بہتر ہے اور اہل اللہ کا وفائے عہد جسکو عطا ہے تو مجھے قبر میں تمہارا چھوڑو اور میرا ساتھی ہو جا۔ پسے اے دولت مند غلے والے تو اپنا غلہ خدا کی زمین کے حوالہ کر دے۔ اور جو کچھ بھی تو حشر پر کرے خدا کے لیے کر۔ تاکہ نہ تجھے چوڑوں کا کھٹکا رہے اور سرسریوں کا۔ اور تو بڑے شیطان اور چھوٹے شیطان یعنی نفس و نواں کو جلد مار دے جو کہ تجھے آخرت کی کھیتی سے مانع ہیں کیونکہ وہ تجھے ہر وقت فقر و فاقہ سے ڈراتے ہیں۔ پسے تو لمبے چرخ نہ اس چکور کا شکار کر۔ کیونکہ ایک غالب اور بامقصد بادشاہ کے باز کے لیے بڑی شرم کی بات ہے کہ چکور اس کا شکار کرے۔

خلاصہ یہ کہ تو شیطان اور نفس کو مغلوب کر اور ان سے مغلوب نہ ہو کیونکہ تو حق سبحانہ کا باز ہے اور نفس شیطان چکور ایسی حالت میں تیرا ان سے مغلوب ہو جانا تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔

خیر! یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا۔ اب سنو! کہ ان بزرگ نے اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کی لیکن چونکہ ان کی طبیعت ناقابلِ مقلد تھی اور وہ اپنی استعداد کو خراب کر چکے تھے اس لیے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اب مولانا پیر مضمون ارشادی بیان

فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناصح ہزار چاہا، مگر کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ مستمع کا مقصود قبول نصیحت نہ ہو۔ اسلئے کہ نصیحت کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ آدمی اس کو بگوش قبول سے ورنہ اگر سمع قبول نہ ہوگا۔ تم ہزار مہربانی سے نصیحت کرو وہ تمہاری ایک بات نہ سنے گا۔ ایک تم کیا اگر سو بھی ہوں تو بھی کچھ فائدہ نہیں کیونکہ ایک نہ ماننے والا شخص اپنی مخالفت اور انکار سے آپکے تنوینا صحوں کو عاجز کر دیتا ہے۔ تم غور کرو کہ انبیاء سے زیادہ ناصح اور خوش گفتار کوئی کب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کا کلام پتھروں تک میں اثر کر گیا ہے لیکن آپ کی جس گفتگو کو سنکر پہاڑ اور پتھر کام کرنے لگے۔

اُس سے بدنصیب آدمی کی بیٹری نہ ٹوٹی۔ اور اس کی کام نہ کیا۔ اور وہ دل جو خود کی میں گرفتار تھے اس کی نسبت حق سبحانہ نے ہی فرمایا کہ وہ تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں ایسے قلوب کا علاج کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ حق سبحانہ اپنی قدرت کا طرے اُن کی حالت بدل دیں اور ان پر ہدایت کا افاضہ فرما دیں۔ کیونکہ ناصحین کے نصیحت کی تاثیر کے لئے تو علاوہ امکان ذاتی کے ایک اور خاص استعداد کی ہی ضرورت ہے۔ مگر خدا کے دین کے لئے بجز امکان ذاتی کے اور کسی قابلیت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ باستثناء امکان ذاتی پر قابلیت کے لیے خدا کا دین شرط ہے۔ اور جو قابلیت بھی کسی میں ہے وہ حق سبحانہ کی بخشی ہوئی ہے۔ اگر وہ عطا نہ کرتا۔ تو قابلیت ہی نہ ہو سکتی لہذا عطائے حق اصل ہے اور قابلیت اس کے تابع۔

دیکھو؟ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اڑدھا بن جانا اور اس کی ہاتھ کا آفتاب کی طرح چمکنا۔ ان کے علاوہ انبیاء کے اور لاکھوں معجزات جو ہمارے فہم اور عقل سے بالاتر ہیں۔ وہ اسباب سے پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ محض حق سبحانہ کا تصرف ہیں کیونکہ وہ معدوم تھے اور جب وہی نہ تھے تو ان میں قابلیت کا ہونا چہ معنی دارد۔ پس اگر قابلیت خاصہ فعل حق کے لئے شرط ہوتی تو کوئی معدوم موجود ہی نہ ہو سکتا اسلئے

کہ قابلیت عرض ہے جس کا وجود تابع ہے وجود موضوع کے۔ پس جبکہ موضوع ہی کا وجود نہ ہوگا تو عرض کا وجود کیونکر ہوگا۔

پس ثابت ہوا کہ فعل حق سبحانه کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے ہاں اس لئے اختیار سے اس نیلگوں پر وہ یعنی آسمان کے نیچے طالبین کے لئے ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے اور اسباب اور طریق مقرر کر دیئے ہیں۔ تاکہ طالبین ان طریقوں سے اپنے مطالب کو طلب کریں لہذا اکثر احوال تو تو اس مقررہ قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی قدرت الہیہ دفع توہم وغیرہ کے لیے اس قانون کو توڑ بھی دیتی ہے۔ اور گو اس نے ایک مزیدار قانون مقرر کیا ہے مگر کسی مصلحت کی بنا پر معجزہ اس قانون کو توڑ بھی دیتا ہے۔

اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ اگر عزت وغیرہ ہم کو عادتہ بلا سبب نہیں مل سکتی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا کو قدرت ہی نہیں ہے اس پر کہ وہ سبب کو درمیان سے ہٹا دے اور بے سبب کے ہم کو ہمارے مطالب عطا فرمائے بلکہ وہ اس پر قادر ہے اور جب چاہتا ہے ایسا کرتا بھی ہے پس اے مجوس سبب تو اسباب سے باہر نہ جا۔ اور اسباب کو نہ چھوڑ لیکن خدا کو سلطان معزول بھی نہ سمجھ۔ اور یہ خیال نہ کر۔ کہ وہ ایک قانون مقرر کر چکا۔ اب اس کے توڑنے پر اسے قدرت نہیں ہے۔ [جیسا کہ آجکل کے مادہ پرست و روشن خیال گمان کرتے ہیں] کیونکہ وہ موجد سبب جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور اس کی قدرت کاملہ اسباب کو توڑ پھوڑ سکتی ہے۔ ہاں اکثر تہی حالت یہ ہے کہ اس کے احکام اسباب کی بنا پر نافذ ہوتے ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ طالبین اپنے مقاصد کو طلب کر سکیں۔ کیونکہ اگر سبب نہ ہوگا تو طالب اپنے مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے کون سا طریق تلاش کرے گا۔ کوئی بھی نہیں کیونکہ اس وقت اس کا کوئی طریق ہی نہ ہوگا۔ لہذا رستہ میں سبب ظاہر ہوتا ہے۔ تاکہ وہ بتلائے کہ اس کے تحصیل کا یہ طریق ہے اور یہ اسباب نظروں

کے لیے حجاب ہیں۔ کیونکہ ہر شخص حق سبحانہ کے فعل کو بلا توسط دیکھنے کے لائق نہیں اس لیے کہ اس کے لیے ضرورت ہے نظر ثاقب کی۔ جو کہ پردوں کو اکھاڑ پھینکے اور لامکان میں حق سبحانہ کو تصرف کرتے دیکھے اور کوشش اور اسباب اور دکان وغیرہ کو لغو سمجھے۔ اور یہ بات ہر ایک کے اندر نہ تھی لہذا ہر ایک اس کے فعل کو بلا توسط سبب دیکھنے کے قابل نہ تھا۔ ————— حاصل یہ ہے کہ ہر بھلائی اور بُرائی فی الحقیقت حق سبحانہ کی طرف سے پہنچتی ہے اور اسباب و وسائل صرف ایسے ہیں جیسے راستہ میں کوئی خیال بندھ جائے۔ جو کہ فی الحقیقت کوئی چیز نہیں مگر آدمی سمجھتا ہے کہ فلاں شے ہے اور اُس سے مراد مقصود یہ ہے کہ آدمی ایک وقت خاص تک غفلت کے چکر میں رہے تاکہ امتحان متحقق ہو سکے۔

۱۰۰ روز بندا جس وقت
 حضرت آدم کا پلٹنا ہوا
 ۱۰۱ روز بندا جس وقت
 حضرت نوح کو دیکر انہوں
 سے ایک شخص نے آدم اور ایک
 روایت میں ہے کہ انہوں
 کے ہر گروہ سے ایک ایک
 شخص کو لے کر دیا گیا
 آدمی۔ انسان کی تخلیق
 میں آفریقہ کی بابت
 ہے اور یہی رقبہ جو
 ہے جیسا کہ انہوں نے
 لفظ حادی سے لیا
 صف میں صادق ہے۔
 ۱۰۲ روز بندا جس وقت
 اگر گھوڑے کا سفید رنگ
 انہیں بڑی سیاحی ہو
 اس کو گھوڑے کا سفید
 ہے اگر وہ خاص سفید
 تر ہو تو گھوڑے کے
 رنگ کے گھوڑے کا

وَرَبُّكَ تَدَارَىٰ خَلْقَتِ حَسْبُكَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا حَبَسَ بَيْتُكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبریل علیہ السلام کو اشارہ
را اشارت کر دے کہ برواز زمین مُشْتِ خَاکِ برگیر و بر وایتے از
کیا کر جا، زمین کی جتنی سے ایک سٹی لے لے اور ایک روایت کے مطابق کہ
ہر نواحی مُشْتِ خَاکِ برگیر
کہ ہر جانب سے ٹہکی کی مٹی اُٹھائے

چونکہ صانعِ خواست کیجا دِ بَشَر
بجب بنانے والے نے انسان کی پیدائش کیا ہی
جبرئیل صدق را فرمود رو
مہرِ مہم امین سے منسلک : جا
انبرائے ابتلائے خیر و شر
خیر اور شر میں آزمانے کے لئے
مُشْتِ خا کے از زمینِ تالِ گرو
ایک نئی جگہ زمین سے قیصر ہیں لے
تا انذار و امرِ رب العالمین
تاکہ زبِتِ العالمین کے حکم کو انجام دیں
خاکِ خود را در کشید و شدِ خُذِر
زمین سے اچھاپ کر کھینچا : اور ذری
اُس نے ان کو ان کے زمین کی جانب مائل کر دیا

نام ہے، ہر وہ گمراہ جس کا رنگ سفید اور سرخ ہو۔
 لکھ درگشاں شہانے چونکہ زمین کو مسلم تھا کہ اس سے حضرت اکرمؐ کا پتلا بنے گا اور اسحٰق ابراہیمؑ کے گھٹن میں جلا ہوگا لہذا گمراہی تھی۔ قرآن مجید میں ہے: **وَمَنْ يَتَّبِعْ أَهْلَ عِيسَىٰ فَيَتَّبِعْ عَصَىٰ هَٰذِهِ**۔
 لکھ ہم سفیر حضرت عیسیٰؑ اور اس کا پیغام اور وہاں انبیاء کے پاس لے کر آئے جہاد دی روح کی حیات ہے۔
 برسرِ امانیت حضرت لہریں شریعتیہ جو کچھ کے سب فردِ عجم زور ہو جائیں گے۔ نقادہ پیدائش۔
 حقیقہ۔ انہیں ہیں۔ حضرت جبریلؑ کی حفاظت اسوئیلؑ کی عطا ہے۔ بریں ہوں ہے۔ یسوعیؑ حضرت یسوعیؑ کا نام رزق کی نصیر ہے۔
 لکھ قرآن میں ان کا نام روح کو نصیر کرنا ہے۔ لکھ صفت تہرہ کے منبر ہیں۔
 آیت چار۔ جبریلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ۔
 قرآن پاک میں ہے: **وَنُفِثَ مِنْ عُرْشٍ رِّبًّا تَلُوهُ أَنْبِيَآءُ**۔
 لکھ انہیں وقت تہرہ کے منبر کی طرف اشارہ ہے۔
 لکھ وہ تہی ہو گئے تھے کہ ان کو لے جانے کا قصد کیلئے۔

پس زباں بکشا دھاگے لالہ کرد
 ہم زمین نے زبان کوئی اور نخواستہ کہ
 ترک من گو و بر و جانم پخش
 لکھ جعفرؑ اور چلے جاؤ میری ہاں بخشی کر دو
 درگشاں شہانے تکلیف و خطر
 غلوں اور تکلیف کی کشمکش میں
 بہر آں لطفے کہ حقیقت برگزید
 اس کرم کے طفیل کہ اللہ تعالیٰ نے پیکرِ برگزیدہ
 تا ملائک را معلم آمدی
 یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے استاد بنے
 رہتم سفیر انبیا خواہی بدن
 آپ انبیا کے سفیر بھی بنیں گے
 بر سر امانیت فضیلت بود ازاں
 حضرت اسرافیلؑ پر آپ کو اسی نے نصیحت ہے
 بانگِ صُورِش نشاء تنہا بود
 ان کے صُور کی آواز جسوں کا زندہ ہونا ہے
 مغفر جان تن حیات دل بود
 مغفرت جان کا مغفرت دل کی زندگی ہے
 باز میکائیل رزق تن دہد
 پھر حضرت میکائیلؑ ہم کار رزق دیتے ہیں
 او بداد کیل پر کر دست ذیل
 انھوں نے بہادری کے علاوہ اس بھر دیا ہے
 ہم زعفرانیں باقبر و عطب
 حضرت عزرائیلؑ تہرہ و ملاک (لے سے ہی)
 حاملِ عرش ایں چہار اندو تشا
 یہ چاروں عرش کے مال ہیں اور آپ سنا ہیں
 روزِ محشر ہشت بینی حاملِ اش
 حضرت کے دن آپ ان کے اٹھنے والے، نو دیکھنے

کن برائے حرمتِ خلاقِ فرد
 کو نیکت خلاق کی حرمت کے طفیل
 رُویتا ب من عنانِ خنکِ خوش
 گھوڑے اور سرائی کی ہل میری جانب موزوں
 بہر اسدہ بل مرا اندر مبر
 خدا کے لئے مجھے جعفرؑ اور اندر لے جاؤ
 کرد بر تو علم لوح کل پدید
 لوح محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا
 دامن با حق معلم آمدی
 ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے منکر علم نہ لے بنے
 تو حیات جان وحی نے بدن
 آپ وحی کی جان کی زندگی میں نہ کر دی
 کو حیات تن بود تو آن جان
 کر دو بدن کی زندگی میں آپ جان کی حرکت پر
 نفع تو نشود لیکتا بود
 آپ کا دم کرنا بیکتا دل کا نشود رانا، ہر گاہ
 پس زدادش داد تو ہاضل بود
 ان کی عطا سے آپ کی معاوضہ ہوں ہے
 سعی تو رزق دل روشن ہد
 آپ کی کوشش، روضہ دل کو رزق دیتی ہے
 داد رزق تو نمی گنج نہ کیل
 آپ کے رزق کی عطا بیا نہیں نہیں ملتی ہے
 تو ہی چوں سبقِ رحمت بر غضب
 آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر برتری ہے
 بہترین ہر چہارے زانستہ
 از روضے آکا ہی چاروں سے بہتر ہیں
 ہم تو باشی افضل ہشت زانستہ
 اس وقت آپ انھوں سے افضل ہونے

بچھینیں بری شرم دہی گریست

وہ اس طرح گستاخی تھی اور روتی تھی

معدن شرم و حیا بند جبریل

حضرت جبریل مسخّم اندھا کی کان تھے

بسکہ لا پر کوشش و سوگند داد

انہیں نے ان کی بہت خوشامدی کیں انہیں دی

کہ نبوؤم من بکارت سرسری

میں تیرے کہم میں سست نہ تھا

گفت نامے کہ زہوش لے بصیر

لے بصیر اس نے آپ کا وہ نام لیا جس کو میرے

چوں بنام تو مرا سوگند داد

جب اس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی

شرم آمد گشتم از نامت بخل

مجھے شرم آئی میں تیرے نام کی دو سے شرم نہ ہو گیا

کہ تو زوئے دادہ املاک را

کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ عاقبت عطا کی ہے

مشت فلکے را چہ قدر وقوتیت

ایک شخص جی کا یا رتبہ اور طاقت ہے

بہوئے میر داؤ گراں مقصود چیست

اس نے بھانپ یا تھا کہ اس سے مقصد کیا ہے

بست آں سوگند ما بروئے سبیل

ان قسموں نے ان کا راستہ روک دیا

باز گشت و گفت یا رب العباد

وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا یا رب العباد

لیک از انچہ رفت تو دانا تری

لیکن جو ہوا تو اس کو خوب جانتا ہے

ہفت گردوں باز ماند از مسیر

ساتھ آسمان گردش سے رُک جائیں

رحمت عالم ست احسان و دا

تیری رحمت اور احسان اور بہت عطا ہے

ورنہ آسان ست نقل مشت گل

ورنہ ایک ہفتی حق کا منتقل کرنا آسان ہے

کہ بدتر اندامیں افساک را

کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں

برگر فتن ایک غالب حمت

وہ جیتے ہیں، لیکن رحمت غالب

تھے ہفتی چکر کھتے تھے

شرم دیا کی گویا ہیں ہفتی

کی دو سے ہفتی اٹھانے سے

رُک گئے تھکے جب زمین نے

بہت خوشامدی کی وہ اور باوق

میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

میں نے نہیں کہ میں سستی نہیں

بڑی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ

تیرے علم میں ہے۔

تھے گفت۔ حضرت جبریل

نے عرض کیا کہ اس زمین نے

آپ کے اس نام کا واسطہ ہے

دیا جس کی جہل سے آسمان کی

گردش روک جائے تو مجھے

شرم آئی اور زمین سے ہفتی

نے سلا ورنہ تو نے مجھے وہ

وقت عطا کی ہے کہ زمین تو

چیز ہے میں آسمانوں کا چاک

کر لوں۔

شرح

مقصود مولانا کا اس قصہ سے اس سوال جواب کا بیان ہے جو آخر

میں حضرت عزرائیلؑ اور حق سبحانہ کے درمیان ہوئے ہیں اور انہی

سوالات و جوابات کا مضمون وجہ ربط مابقی ہے جب کہ یہ فائدہ ضروری معلوم ہو چکا۔

تو اب حل کتاب سنو جبکہ صالح عالم نے بھٹوں اور بڑوں کی آزمائش کے لئے انسان کو پیدا

کرنا چاہا تو اپنے مخلص فرشتہ جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ زمین سے مٹھی بھر مٹی ایک خاص

وقت کے لئے لاؤ۔ وہ امتثال امر پر مکرستہ ہوئے اور زمین پر آئے تاکہ حکم خداوندی

کی تعمیل کریں۔ پس اس فرمان بردار فرشتے نے زمین کی طرف مٹی لینے کے لئے
 ہاتھ بڑھایا۔ اس پر زمین نے مٹی دینے سے پہلو تہی کی اور ڈر گئی اور یوں گفتگو اور خوشامد
 شروع کی کہ وعدہ لاشریک پیدا کرنے والے کی عزت کے لیے مجھے معاف کریں اور یہاں
 سے تشریف لے جائیں اور میری جان بخشی کریں۔ آپ تشریف لے جاویں اور اپنے۔۔
 گھوڑے کی باگ میری طرف سے موڑ دیں۔ یعنی یہاں سے چلے جائیں اور برائے خدا آپ
 مجھے چھوڑ دیں اور اس عنایت کے لئے جسے حق سبحانہ نے تمکو برگزیدہ اور مقبول بنایا
 ہے۔ اور تم پر لوح عالم کا علم روشن کیا ہے حتیٰ کہ آپ فرشتوں کے معلم ہو گئے ہیں۔
 اور حق سبحانہ ہمیشہ سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے پاس حق سبحانہ کے سفیر ہو کر
 جایا کریں گے۔ آپ مجھے تکلیف داور و نواہی اور خطر کی کشائش میں نہ ڈالیں یعنی مجھے
 انسان بننے کے لیے نہ لے جائیں جو کہ اس کشائش میں مبتلا ہوگا۔ آپ روح کی جنت کا ذریعہ
 ہیں جو کہ محل وحی ہے نہ کہ حیات جسم کا۔ اور اسی لیے آپ کو اسرائیل پر فضیلت ہے کہ وہ
 حیات جسم کا ذریعہ ہیں اور آپ حیات روح کا اور ان کی صورت سے اجسام مست ہوں گے
 اور آپ کا نفع و ولوں کو مست کر گیا۔ اور حیات جسمانی کا مغز حیات دل ہے اس لئے
 آپ کی عطا ان کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ یہ آپ کے اسرائیل پر فضیلت کا بیان ہے۔
 اب میکائیل پر تفصیل کی وجہ سنئے۔ میکائیل غذائے جسمانی عطا فرماتے ہیں اور
 قلوب صافیہ کو غذا دیتے ہیں اور وہ تو اسی عطا سے لوگوں کا دامن بھرتے ہیں جو پیمانہ میں
 نہیں سماتے ہیں۔ اور آپ کی عطار رزق کے پیمانہ میں نہیں سما سکتی مین عر ایل
 قاهر و مہلک سے بھی آپ فائق ہیں اور یوں فائق ہیں جیسے رحمت حق قہر حق پر۔
 الحاصل یہ چار فرشتے ہیں جو عرش خداوندی کو تھامے ہوئے ہیں۔ سو آپ اپنے
 تیقظ سے چاروں میں افضل ہیں۔ اور قیامت میں آٹھ فرشتے عرش بردار ہوں گے۔ اور
 آپ ان سب میں افضل ہوں گے۔ [فائدہ: اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کون سا

کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل حاملان عرش ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ غالباً مولانا کو کوئی روایت ملی ہے جس کی بنا پر آپ نے ان کو حاملان عرش فرمایا ہے واللہ اعلم! یہ جواب کس وقت ہے جبکہ عرش سے مراد عرش معروف مراد لیا جائے جیسا کہ مولانا کا ظاہر کلام اس کو مقفی ہے لیکن اگر عرش سے ملک حق سبحانہ اور عمل سے تدبیر... تصرف مراد لیا جائے۔ جیسا کہ ولی محمد اور مولانا بحر العلوم نے کہا ہے۔ تو اس پر یہ شبہ نہ ہوگا۔ لیکن ظاہر کلام مولانا اس توجیہ سے آتی ہے

چونکہ وہ تقریر عوام کی فہم سے بالاتر ہے اسلئے ہم نے اسکو ذکر نہیں کیا من شاء خلیو جہ الی حواشیہما]

الحاصل زمین جبرائیل علیہ السلام کی ایک ایک صفت گنتی تھی اور روتی تھی۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اس مقصود کیا ہے اور وہ باعلام حق سبحانہ جانتی تھی کہ اُس سے انسان بنایا جائے گا۔ پھر اس کو مکلف کیا جائے گا اُس کے بعد عاصیوں کو سزا اور مطیعوں کو جزا دی جائے گی۔ یہ تو زمین کی حالت کا بیان تھا۔ اب سنو! کہ جبریل علیہ السلام نے کیا کہا۔ سو چونکہ وہ معدن شرم و حیا تھے اسلئے ان کو شرم آتی کہ حق سبحانہ کا واسطہ دینے اور حق سبحانہ کی قسمیں دینے پر بھی اس کی مٹی لی جائے۔ اور ان قسموں نے ان کے لیے مٹی لینے کی راہ کو مسدود کر دیا۔ اور چونکہ اس کی بہت سی خوشامدیں تھیں اور بہت سی قسمیں دیں۔ اور چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اسی وقت اور میرے ہی ہاتھ سے اس کام کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے تاحکم ثانی مٹی کا لینا ملتوی کر دیا۔ اور عرض حال کے لئے حق سبحانہ کی طرف لوٹ گئے اور جا کر عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ کے کام میں کوتاہی کرنے والا نہ تھا لیکن جو واقعہ پیش آیا ہے اس کی آپ بخوبی واقف ہیں اُس نے وہ نام لیا جس کی ہیبت سے ہفت آسمان بھی گردش سے رُک جائیں۔ اسلئے میں مٹی لینے سے رُک گیا۔ اور چونکہ اُس نے مجھے آپ کے نام کی قسم دی تو مجھے شرم آتی اور میں آپ کے نام سے شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ آپ کی رحمت اور احسان اور رحمت

عام ہے۔ اس لیے کچھ یہ نہیں۔ کہ آپ اپنے اس حکم کو منسوخ فرمادیں۔ بنا بریں
میں نے مٹی کا لینا سردست ملتوی کیا اور عرض حال کے لئے حضور میں حاضر ہوا اور نہ مٹی
بھر مٹی کا لے آنا نہ بہت معمولی کام تھا کیونکہ آپ نے تو فرشتوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے
کہ آسمانوں کو پارہ پارہ کر دیں پھر مٹی بھر خاک کیا چیز ہے اور اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ رُک
جلے اور نہ آئے۔ لیکن مٹی لینے پر جو کہ قہر تھا۔ بوجہ مذکورہ رحم غالب ہوا۔ اس لیے تا محکم
ثانی مٹی کا لینا ملتوی کیا۔

اب حکم ثانی کا منتظر ہوں یا یوں کہا جائے کہ چونکہ آپ میں صفت رحم غالب ہے

اس پر نسخ حکم کا احتمال غالب ہوا۔ اور میں نے مٹی لینا حکم ثانی تک ملتوی کر دیا پھر جبکہ
جبریل علیہ السلام سے اس قدر شفقت۔۔۔۔۔ کا ظہور ہوا۔ تو حق سبحانہ نے
اس خدمت کو ان سے واپس کر اس کو میکائیل کے سپرد کیا جس کا بیان اشعار
آئندہ میں آتا ہے۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبض قبضہ خاک از زمین

حضرت میکائیل کو بیجا زمین کی مٹی کی ایک نٹنی لینے کے لئے انہوں

جہت ترکیب و ترتیب جسم مبارک ابوالبشر خلیفۃ الحق

کے باب کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جواز قانے

مسجود الملائکۃ و معلمہم حضرت آدم علی نبینا و علیہ

کے خلیفہ اور فرشتوں کے سب اور ان کے استاد حضرت آدم علی نبینا و علیہ

الصلوة والسلام

الصلوة والسلام میں

لے گفت حضرت میکائیل
بر حضرت میکائیل کو حکم ہوا کہ
تم ہمارے زمین کی مٹی لے کر آؤ
میکائیل زمین کے پاس پہنچے
اور زمین کی اور راکھ ہوشا
کرنے لگی اور رو کر کہتے ہیں
دیکھ گی

گفت میکائیل را رو تو بنیر

حضرت میکائیل کو فرمایا تو بنیجے جا

چونکہ میکائیل مشہد تھا فاکدان

جب حضرت میکائیل زمین پر پہنچے

دست گرداؤ تاکہ برآید از ان

اتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے لے لیں

خاک لرزید و در آمد در گریز
 زمین کا بھی اور اس نے گریز کیا
 سینہ سوزاں لایہ کرد و اجتہا
 جلتے دل سے اس نے غمخوار اور کشش کی
 کہ یہ یزدان لطیف بے ندید
 کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے
 کیل از راق جہاں را مشرفی
 آپ جہاں کے رزق کے پیمانے کے گراں ہیں
 زانکہ میکائیل از کیل اشتقاق
 کیونکہ میکائیل کیس سے مشتق
 کہ انا تم رہ مرا آزاد کن
 مجھے امن دیدیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے
 معتمدن رحم الہ آمد تلک
 فرشتہ طاہر اقلانے کی رحمت کی کان پر تاجے
 ہم چناں کہ معدن قہرستیو
 جس طرح شیطاں قبر کی کان ہے
 سبق رحمت بر غضب است اے فتا
 اے نوربان! رحمت غضب سے آگے ہے
 بلندگاں دارند لایہ بخوی او
 بندے لامحالہ اس کی مادت رکھتے ہیں
 آں رسول حق قلا و در سلوک
 اللہ کے رسول سلوک کے راہنما
 زنت میکائیل سوی رت دیں
 رحمت، میکائیل جن کے رب کی مانت پڑ گئے
 گفت اے دانای پیر و شاہدین
 عرض کیا اے راز کے ہاتھ والے اور ہمن کے شاہد
 خاکم از زاری و نوحہ ریت کرد
 زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے خبر کیا
 آب دیدہ پیش تو با قدر بود
 تیرے سامنے آنسو با عزت تھے

گشت اولاہ کنان و اشکے یز
 وہ خوشامد کرنے لگی اور اس نے آنسو بہائے
 با سر شک خویش سو گند داد
 خون کے آنسوؤں کے ساتھ ان کو قسم دی
 کہ بکرت عامل عرش مجید
 جس نے آپ کو عرش مجید کا اٹھانے والا بنا یا
 تیشنگان فضل را تو مغربی
 اللہ کے فضل کے پیاسوں کو آپ پر توہم کر دینے والے
 دار و کیال شد در از راق
 ہے اور وہ راق ماس کرنے میں زیادہ سے زیادہ
 ہیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن
 دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر اس بات کو کہیں بڑا
 گفت چوں یز زم پرانیش نیک
 (اچھے بیکار بن گئے) کہا کہ میرا سر زخم پرانے ہو گیا کیسے
 کہ بر آورد از بنی آدم عربو
 جس نے بنی آدم میں ضرر بڑا کر دیا ہے
 لطف غالب بود در وصف خدا
 خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی
 مشکہا شاں یز ز آب جوی او
 ان کی مشکیں اس کی مہر سے پڑ ہیں
 گفت الناس علی دین الملوک
 نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں
 خالی از مقصود دست و استیں
 ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھیں
 کرد خاک لایہ گرنوحہ انیں
 خوشامدی زمین نے آہ و نوحہ شروع کر دی
 گریہ بسیار کرواں زوی زرد
 وہ نود و نو بہت روئی
 من تاستم کہ آرم ناشنود
 میں اپنے مشن نہ سنا
 میں اپنے مشن نہ سنا

۵۲ کہ تیراں حضرت یحییٰ
 مذکور کی تفسیر کرتے ہیں کہ
 ان کو شہادت پہنچانے والے
 زور کو سولہ گئے یہاں تک کہ
 سے شش تیراں ہے حقیقتاً
 یہ عربی لفظ ہے یہاں تک کہ
 لفظ ہے یں عربی لفظ ہے
 اس سے یہ نہیں بتا ہے۔
 ۵۳ مستحکم، خوشیوں کی
 نعمت، مگر تا اور شیطاں کی
 نعمت، مگر تا ہے جس کی
 صفت، رحمت صفت غلب
 پر غالب ہے۔
 ۵۴ بندہ، جراثیم کے نام
 بندے ہیں ان میں اپنے مولیٰ
 کے صفات ہوتے ہیں مثلاً
 شرف میں ہے لوگ بادشاہ
 کا وہ اختیار کرتے ہیں لہذا
 خدا کے بندے کے صفات
 اخلاق اختیار کرتے ہیں۔
 ۵۵ زنت، زمین کے رونے
 مولیٰ پر یہاں تک کہ خالی آہ
 واپس ہو گئے اور عرض کیا کہ
 اسے اٹھ تیرے دربار میں
 آؤں گی کی بڑی قدر و منزلت
 ہے میں اس رونے کو ان سنا
 نہ سنا۔

آہ وزاری پیش تو بس قدر دانت
 آہ وزاری تیرے سامنے بڑی قدر کہتی ہے
 پیش تو بس قدر دار حق تم تر
 بزمِ اکمل تیرے سامنے بہت تر کہتی ہے
 دعوتِ زاریت رونے پہنچ بار
 ایک دن میں ایک مرتبہ دینے کی دعوت ہے
 نعرہ مؤذن کہ سخی علی الفلاح
 مؤذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب" ۰۲
 آنکھ خواہی کر غمش خستہ کنی
 جس کو قلم سے نکال کرنا پابستا ہے
 تا فرد آید بلا بلے دافے
 تاکہ بغیر دک، بلا نازل ہو جائے
 وانکہ خواہی کر بلایش و آخری
 اور جس کو قلم سے نکال دانا پابستا ہے
 گفتہ اندر بے کال امتاں
 تو نے تسنن میں کہا ہے کہ وہ امتیں
 چوں تضرع می نہ کردند آن نفس
 انہوں نے اسی وقت (آہ وزاری کیوں نہ کی؟)
 یک لہا شاں جو قاسمی گشتہ
 یکن چکر ان کے دل سخت ہو گئے تھے
 تانداںد خویش را بجرم عنید
 جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے

لے گفتہ تو ان پاک میں جو
 قلوا انما نعظمنا شایستا
 تضرع ہو، ولکن خستہ
 قلوا نعظمہ جبکہ ہمارا خطاب
 ان کو پہنچا تھا انہوں نے
 گریہ وزاری کیوں نہ کی اور
 یکن ان کے دل سخت ہو
 گئے تھے۔ ان کے دل سخت
 ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کر
 گئے، انہیں بلکہ عمارت سمجھے
 تھے۔

آہ وزاری، اپنی سخت کا
 عقیدہ ہے کہ اخذ تھا لای پنے
 کاموں میں با اختیار ہے
 لہذا آہ وزاری سے وجہیت
 کراں دیتا ہے غلام کہے
 ہیں کہ اشفاق سے اس
 کے انساں طبی طریق پر بغیر
 اختیار کے صادر ہو کر ہے
 جس طرح کہ رنگ سے ہونے
 کا فصل طبی طریق پر صادر ہوتا
 ہے لہذا آہ وزاری سے کوئی
 فائدہ نہیں ہے

من تاسم حقوق آں گذشت
 میں اس کے حقوق کو غفلت سے انداز نہ کر سکا
 من چگونہ گشتے استیغزہ گر
 میں کیسے جھگڑا کر بستا؟
 بندہ را کہ در نماز آوہزار
 بندے کو کہ نماز میں آ اور نہ
 آں فلاح ایس زاریت افتراح
 وہ فلاح عاجزی اور گھڑانا ہے
 راہ وزاری بردوش بستہ کنی
 انکے دل پر آہ وزاری کا راستہ بند کر دیتے ہیں
 چوں نباشد از تضرع ہفتہ
 جبکہ (آہ وزاری کا سفارش نہ ہوگا)
 جان اورد از تضرع آوری
 اس کی جان کو (آہ وزاری میں بند کر دیتا ہے)
 کہ برایشاں آمد آں قہر گراں
 جن پر ہمساری قبضہ آیا
 تا بلکہ ازیشاں بگشتے باز پس
 تاکہ ان سے بلا واپس ہو جاتی
 آں گنہ ہاشاں عبادت می نمود
 وہ گناہ ان کو عبادت معلوم ہوتے تھے
 آب از چشمش کجا داند و دید
 آنسو اس کی آنکھ سے کہاں بیٹا جاتا ہے؟

قصہ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرع وزاری
 (حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی نیک کے
 رافع بلانے آسمانی ست حق تعالیٰ فاعل مختارست پس
 لئے رافع ہے اور اشفاق فاعل مختار ہے تو عاجزی اور
 تضرع وزاری و تعظیم پیش و مفید باشد فلا سفہ گویند فاعل
 زاری اور تعظیم اس کے سامنے مفید ہوگی اور فلا سفہ کہتے ہیں
 بطبع ست و بعلت مختار پس تضرع طبع را نکر داند
 کہ وہ طبعا اور ملت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قوم یونس راجہ بیداشتد بلا
جب حضرت یونس کی قوم کیلئے جلا جڑی
برق می انداخت میوزیدنگ
بہل کر اتنا ہنسر کہ جلاتا تھا
جملہ گاہن برا مہا بودند شب
رات کو سب ہلا خانوں پر تھے

جملہ گاہن از با مہن ازیر آمدند
ہلا خانوں سے سب بچے اتر آئے
مادران ہچکاکاں بروں انداختند
ماؤں نے بچوں کو اصرہ بھال ڈالا
از نماز شام تا وقت سحر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک
جملگی آواز ہا بگرفتہ شد
سب کی آوازیں جیسے مین
بعد نو میدی واہ ناشگفت

نامیدی اور بے مبری کی آہوں کے بعد
قصہ یونس درازست و غریض
حضرت یونس کا قصہ سب اور جڑا ہے
چوں تفرع را بر حق قدر است
جو کہ آہ وزاری کی دعا کے بیان بہت قدیم ہے
ہیں امید انکوں میان را چشت
خبردار! امید رکھو اب کوئی نہیں ہے
باتشروع باش تا شاواں شو
آہ وزاری کرتا کہ تو خوش رہے

کہ برابر می نہد شاہ حمید
کیونکہ اٹھائے نے برابر رکھا ہے
لا بہ کرد و اشک چشم خویش را نہ
میں دھم نے غمخام کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہا

ابر پر آتش جدا شد از سما
آگ بھسا ابر آسمان سے جدا ہوا
ابر می غرید رخ میریخت نگ
باں گرج و آقا چہرے لارنگ آذر ہا تھا
کہ پدید آمد ز ہالا آں کرب
کہ اوپر سے وہ صیبتیں رونما ہو گئیں

سر بردہ نہ جانب صحرا شدند
نئے سرہ جیل کی عسرف بھاگے
تا ہمہ نال و نفیس را فرقتند
حق کی سب نے گریہ و زاری بلند کی
خاک می کردند بر سر آں نفر
وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے
رحم آمد بر سر آں قوم لہ
اس جملہ قوم پر رحم ہوا
اندک اندک ابر و آشتن گرفت

ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا
وقت خاکست و حدیث تفتیش
مٹی اور مشہور تفتہ کا وقت ہے
آں بہا کا نجاست را بر اکوات
آہ وزاری کی جرحیت وہاں ہے اور کہاں ہے
خیزلے گرینہ و دامن بختند
اے رونے والے! اٹھ اور بیدار کیلئے مسکرا
گر یہ کہن تا میداں خنداں شو
رو تاکہ ہنسید نہ کہے بے

اشک را در فضل باخون شہید
فضیلت میں ماکھو کر شہید کے خون کھاؤ
رحمت آمد و ان غضب و انشا
رحمت آگئی اور غضب کو نذر کر دیا

۱۰۰ قہر یونس حضرت یونس
کی توہم رات کا ہلا خانوں پر
سور ہی تھی اُن پر ایسا ہوا
جو آگ بر سر آں تھا جس سے
اُن کا رنگ بھی جڑا ہوا تھا
ہلا خانے گزرت مصائب
یعنی آگ بر سر آں ہوا بدل

۱۰۱ یونس یونس گھوڑوں سے
بابر از نماز عظم یعنی غریب
کے وقت سے لگتا تھا
کی جمع ہے سرکش و بد نویر
وہ اپنی نہات سے ماروس
ہو چکے تھے لیکن اُن کی آہ
زاری سے وہ آتش فشاں پر
بہت جی۔ وقت خاک میں
زمین کی مٹی کیلئے نہ کہ
بیان کا وقت ہے۔ حضرت
شفیق بن صہب بات خوں
بات۔

۱۰۲ آں بہا۔ آہ وزاری کی
جرحیت خدا کے در میں
لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی
ہے۔ تا کہ بخند جو خدا کے
در میں آہ وزاری کرے
اُس کو دائمی مسرت میں آجاتی
ہے۔ آتش و خدا کے در میں
میں رونے سے قہر کے ایک
دائم مسرت حاصل ہوتی ہے
۱۰۳ کہ برابر۔ حدیث شریفہ
ہے کہ جس نے آتش
إلی اللہ میں ٹھکڑا دینا
قطرہ و قطرہ میں بخشتہ
اللہ و قطرہ و قطرہ
فی سبیل اللہ دیا تو
سے زیادہ اللہ کوئی پسند
نہوے نہیں ہے ایک تھوڑا
کا تھوڑا حرامت کے خوف سے
بہا ہوا دیکھو کہ کتنی
اللہ کے راست میں بہا جائے۔

شرح

جب جبریل علیہ السلام سے اس خدمت کو لے لیا تو میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا اور کہا کہ تم نیچے جاؤ۔ اور زمین سے بہادرانہ ایک مٹھی خاک لے آؤ۔ پس جبکہ میکائیل زمین پر آئے تو اپنے ہاتھ بڑھایا تاکہ اس مٹی لے جائیں۔ یہ دیکھ کر زمین تھرا گئی۔ اور اس مٹی دینے سے پہلو تہی کی اور خوشامد کرنے اور آنسو بہانے لگی اور اُس نے جلے دل سے خوشامد اور سعی کی اور خون رو کر قسم دی اور کہا کہ تمہیں قسم ہے اس خدا نے مہربان و بے مثل کی جس نے تم کو حامل عرش مجید بنایا ہے تم اِزاقِ عالم کے نگران اور تشنگانِ فضل کے چلو بھرنے والے ہو یعنی طالبانِ رزق کو رزق تقسیم کرنے والے ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے نام میکائیل ہونا۔ خود اس بات کا ثبوت ہے اسلئے کہ میکائیل کیل سے مشتق ہے اور وہ روزی حاصل کرنے کے باب میں کیال ہیں) تم مجھے امان دو اور اس بلا سے چھڑاؤ۔

دیکھو! میں خون آلود ہو کر گفت گو کرتی ہوں تم اس کا لحاظ کرو۔ زمین کی یہ حالت دیکھ کر میکائیل علیہ السلام مٹی لینا سر دست ملتوی کر دیا اور کہا کہ یہ تو آپ ہی زخمی ہے اس کے زخم پر نمک کیوں چھڑکوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فرشتے رحمتِ حق سبحانہ کا معدن ہیں جس طرح کہ شیاطین جن کے ظلم سے لوگ چلا اٹھے ہیں قہرِ حق سبحانہ کا معدن ہیں۔ رہی یہ بات کہ فرشتے معدنِ رحمت کیوں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمتِ حق سبحانہ اس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور صفِ خداوندی میں لطفِ غالب ہے اسلئے جو اسکے حال بندے ہیں وہ حق سبحانہ ہی کی خصلت رکھتے ہیں اور ان کی مشکیں ان کے آبِ جو سے پڑھتی ہیں۔ چنانچہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ راہِ سلوک کے راہبر ہیں فرماتے ہیں الناس علی دین ملوکہم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے طریق پر ہوتے ہیں پس فرشتے چونکہ حق سبحانہ کی سلطنت کو تسلیم کر لیا لے اور اس کے مطیع ہیں اسلئے ان میں حق سبحانہ ہی کی خصلت ہے اور وہ بھی معدنِ رحمت ہیں۔ برخلاف شیاطین کے کہ چونکہ وہ باغی ہیں اسلئے ان میں بجلتے رحمت کے قہر غالب ہے۔

خیں تو میکائیل علیہ السلام نے بھی نہیں لی۔ اور خالی ہاتھ حق سبحانہ کی طرف

واپس ہو گئے اور جا کر کہہ کہ اے عالم امور مخفیہ اور اے رب دین... خوشامد کہنے والی زمین روئی پیٹی اور اسلئے مجھے اپنے گریہ وزاری سے مٹی لینے سے روک دیا کیونکہ اسلئے بہت گریہ وزاری کی اور چونکہ آنسوؤں کی آپکے سامنے بہت قدر ہے اور میں آپکے اخلاق سے متاثر ہوں اسلئے میں اسلئے گریہ کو نظر انداز نہ کر سکا۔ اور چونکہ آہ وزاری آپکے یہاں بہت با وقت ہے اسلئے مجھ سے نہ ہو سکا کہ میں اسلئے حقوق کو ضائع کر دوں۔ اور جبکہ چشمہ ترکہ آپکے یہاں بے حد قدر ہے تو جہلا میں اسکی مزاحمت کیلئے کر سکتا تھا۔ پس میں بدیں خیال کہ شاید آپ اسکی گریہ وزاری پر نظر فرما کر اپنے حکم سابق کو منسوخ فرمادیں جیسا کہ آپ ایسی حالت میں کیا کرتے ہیں خالی ہاتھ واپس چلا آیا۔ اور حکم ثانی تک مٹی کا لانا ملتوی کر دیا۔

یہاں سے مولانا کا مضمون شروع ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ! آپکے نزدیک گریہ وزاری کی بہت قدر ہے جیسا کہ میکائیل علیہ السلام نے فرمایا ہے چنانچہ ہر روز پانچ مرتبہ بندہ کو آب زاری کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آؤ اور اپنی نمازیں زاری کرو۔ چنانچہ مؤذن جو پانچ وقت سچی علی الفلاح کہتا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ آؤ رستگاری کی طہیرہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آؤ تضرع کرو۔ کیونکہ فلاح زاری اور خشکی ہی ہے اور جسکے دل کو آپ غم ابدی کے تیزوں سے زخمی کرنا چاہتے ہیں اسکے دل پر آپ تضرع کو بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس وقت جبکہ اسلئے تضرع شفاعت کنندہ نہ ہو۔ بلا اسکا بدن کسی واقع کے نازل ہو۔ اور جس کو آپ بلا سے نجات دینا چاہتے ہیں اسکو تضرع حطا فرماتے ہیں۔ تاکہ اسکی برکت سے وہ بلا اسلئے دفع ہو جائے

چنانچہ اپنے قرآن میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں پر ہمارا زبردست قہر نازل ہوا تھا انہوں نے اس وقت تضرع کیوں نہ کیا کہ بلا ان سے لوٹ جاتی لیکن وہ ایسا کیوں کرتے کیونکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور جبکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے تو انکو گناہ عبادت معلوم ہوتے تھے اور جب تک کوئی شخص اپنے کو قصور دار نہ سمجھے اس وقت تک وہ رو نہیں سکتا۔ اور وہ اپنے سنگدل سے اپنے کو مجرم سمجھتے نہ تھے تو روتے

کیونکہ۔ اور جبکہ وہ رُئے نہیں تو ان سے بلا بھی دفع نہیں ہوئی لیکن اگر وہ تضرع و زاری کرتے تو ضرور ان سے بلا دفع ہو جاتی۔ چنانچہ جب قوم یونس علیہ السلام کے لئے بلا ظاہر ہوئی ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے آسمان سے آگ سے لبریز ابر چلا ہے جس کی حالت یہ تھی کہ بجلی گرا کر پتھروں کو پھونک دیتا تھا۔ اور گرجتا تھا تو چروں کا رنگ اڑ جاتا تھا تو اس وقت رات کا وقت تھا اور سب لوگ کوٹھوں پر تھے پس جبکہ اوپر یہ بلا ظاہر ہوئی تو سب کو ٹھٹھوں سے اتر آئے اور ننگے سر جنگل کو چل دیئے اور عورتوں نے اپنے بچوں کو باہر لے جا ڈالا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے رذائیتنا شروع کیا اور مغرب کے وقت سے صبح تک اپنے سر پر خاک ڈالتے رہے اور چیختے چیختے سب کے گٹے پڑ گئے کہ آدازیں نہ نکلتی تھیں۔ اس پر حق سبحانہ کو اس جھگڑا تو قوم پر رحم آیا اور ناامیدی اور بے صبرانہ آؤ زاری کے بعد رفتہ رفتہ ابر مٹنا شروع ہو گیا اور بالآخر تمام ابر صاف ہو گیا۔

خیں! یونس علیہ السلام کا قصہ تو بہت لمبا چوڑا ہے اس کو ختم کرنا چاہیئے اور زمین کی حالت اور اس مشہور قصہ کے بیان کا وقت ہے اس کو بیان کرنا چاہیئے لیکن اتنا ضرور کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ حق سبحانہ کے نزدیک تضرع و زاری کی بے حد قدر ہے اور جو اس کی یہاں قدر ہے وہ اور کہیں نہیں تو اے لئے لئے کی امید! اب تو کمر مضبوط باندھ لے۔ اور رحمت الہی کے لیے تیار ہو جا۔ اور اے لئے لئے اٹھ اور ہمیشہ کے لیے ہنس۔ اب تیرے لئے خندہ دائم ہے۔ مطلب ہمارا یہ کہ تم تضرع کرتے رہو۔ تاکہ تمہیں خندہ ابدی حاصل ہو اور خوب روؤ۔ تاکہ تم بے منہ کے ہنسو۔ یعنی تم کو فرحت روحانی حاصل ہو اور تنہاری روح منے ہو کہ منہ نہیں رکھتی کیونکہ حق سبحانہ کے یہاں رُئے کی بڑی قدر ہے اور حق سبحانہ آنسوؤں کو خون شہداء کے برابر فضیلت دیتے ہیں اور جو ہی کسی نے تضرع کیا اور آنسو بہائے فوراً رحمت الہی آتی ہے اور قبر حق کو دوبارہ جیتی ہے [فاٹدہ: محشی نے لایہ کرد کی ضمیر کو قوم یونس کی طرف راجع کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک مناسب نہیں]۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر۔

زمین کے قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں -

فرستادن اسرافیل را علیہ السلام بخاک کبر و وقبضہ برگمراز
حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجا کہ جاؤ اور حضرت آدم
خاک ہر ترکیب جسم آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
تمہارے ہی اوصاف پر درود سلام کرو جس کے بنانے کے لئے ایک نفیض آؤ

لے گفت۔ جبرئیل اور
میکائیل علیہما السلام کے بعد
انشہ تعالیٰ نے اسرافیل سے
کہا کہ زمین کی ایک نفیض چلی
لے آؤ خبیث۔ رونے کی
آواز۔ فرشتہ صدر حضرت
اسرافیل عشرین منہ پہنچے
جس سے سب رونے لڑے
ہو جائیں گے۔ جبرئیل۔
حضرت اسرافیل کا شور
سب کو زندہ کی نفیض دے گا۔
رحمہ۔ برسیہ ہڈی۔
لے درومی حضرت اسرافیل
کا شور ہو گا۔ ہڈیوں کو زندہ
کی دعوت ہے کہ کربا موضع
کربہ مراد ہے جو عراق کے
بادشاہ جو صائب کی جگہ ہے۔
دست اسرافیل تباہی
کرم سے بڑا دانا اور ہر جگہ
ماتیں غرض حضرت اسرافیل
جس فرشتہ کا فائے ہوئے ہیں
لے وحش۔ وحش کے بچے
سے دونا اناہر اسرافیل
پانی کی چار ہریں بھی ہیں
چند سمندر ان نہروں سے
وہ سب بڑے ہیں جن کی منفرد
ہو جائیں اور جہاں انصار
کے آثار دنیا میں ہیں
آقا۔ بنائیں ان نہروں کے
آقا۔ بنائیں ان نہروں کے
کے ایک ایک چلوے آدم
کی نئی تعمیر بنانا۔

گفت اسرافیل را یزدان ما
ہمارے تعالیٰ حضرت اسرافیل سے فرمایا
آمد اسرافیل ہم سوئے زمین
حضرت اسرافیل بھی زمین کا گلاب آئے
کے فرشتہ ضرور اے بھر جیسا
کے شور کے فرشتے اور اے زندگی کے مندر
درومی درصو یک بانگ عظیم
آپ منہ میں ایک بڑی آواز ہوئیں گے
درومی درصور کوئی الصلا
آپ منہ میں ہوئیں گے اور کسی گے جاوے
لے ہلاکت لے دیکھاں ازین مرغ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہوئے دانا
رحمت تو واندم گیر ای تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہرگز کم کرنا
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
آپ فرشتہ رحمت ہیں رحمت کو ظاہر کرنا لے
عرش معد نگاه داد و معدلت
عرش منصات اور مدل کی کان ہے
جوئی شیر و جوئی شہد چادان
دودھ کی جہر اور ختم ہونے والے شہد کی نہر
پس زعرش اندر بہشتاں رود
بہرہ عرض سے بہشت کے اندر پہنچتی ہیں

کہ بروزاں خاک بد کن کفہ سا
کہ جاؤ اس نفی سے نفی بھر دو آزاد
باز آغا زید خاک ستاں خنیں
زمین نے پھر رونا شروع کر دیا
کز دہمہائے تو جاں یا بد موت
کہ آپ کے سانسوں سے فرمے زندہ ہو جائیں
پیشود محشر خلایق از رمیم
منہ برسیہ ہڈیوں کی زندہ، خلق سے بڑا جیسا
بر جہید اے کشتگان کر بلا
لے کہ کربا کے شہید اے کشتگان
برز نید از خاک سر چو شاخ و برگ
شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر اُٹھا
پیشود ایں عالم از ارجای تو
یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے
حامل عرشی و قبلہ داد ما
آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں
چار جو در زیر او پر مغفرت
مغفرت سے بڑا ہر نہر اس کے نیچے ہیں
جوئی خمر و جلد آب داں
شراب کی جہر اور جگہ پانی کا جلد
در جہاں ہم چیز کے ظاہر شود
دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی رہیں

گرچہ آلودست است نجائے چہار

اگرچہ وہ چاروں یہاں گویں ہیں
خبر غم بر خاک تیسرہ رکبتند

انھوں نے تارک جی ہدایہ گزشتہ بیا
تا جو بند اصل آنرا این خاں

تارک یہ نیسے اس کی اصل کو تلاش کریں
شیر دادہ پرورش اطفال را

بچوں کی پرورش لے دودہ دیا
خمر دفع غصہ و اندیشہ را

شہاب، غمخوار اور نگر کو دور کرنے کے لئے
انگیس دار و تن زنجور را

شہبہ، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے
آب بہر عام اصل و فرع را

پانی مدام کی جزا اور شاخ کے لئے
تا ازینہا پے بڑی شوی اصول

تارک تران سے اصل کا پتہ لگائے
بشنو اکنوں ماجرای خاک را

اب یعنی ۲ قفسہ سن
پیش اسرافیل گشتہ اوعیوس

۵ حضرت اسرافیل کے سلاطین ترشرو جن
کہ بحق ذات پاک ذوالجلال

کہ اس کا اٹھائے، اکی پاک ذات کا واسطہ
من ازین تقلید بوی میبرم

میں اس لئے میں ہندوانے سے تازی ہیں
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما

کہ رحمت کے فرشتے رحمت کو ظاہر کرنا لے ہیں
لے فیفا ورحمت اصحاب درد

لے درد مندوں کی شفا اور رحمت!
زود اسرافیل باز آمد بشاہ

۵ حضرت اسرافیل فرشتہ کے پاس واپس آ گئے
از چہ از زہر فتنائے ناگوار

کس چیز سے؟ ناگوار فتنائے زہر سے
زال چہار وقتشہ انجختند

ان چاروں سے ۱۰ اور نقشہ بیا کر دیا
خود بدیں قانع شدند این کمال

ناواق خود اس پر قناعت کر بیٹھے
چشمہ کردہ سینہ ہر زال را

بر صورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا
چشمہ کردہ از غنہ و رباغہا

باغوں میں انگوٹے سے اس کا چشمہ بنا کر دیا
چشمہ کردہ باطن زنجور را

شہد کی تہی کے باطن کا چشمہ بنا دیا
از برای ظہر و بہر کرع را

پاک اور پینے کے لئے
تو بدیں قانع شدی ابو الفضل

اسے فقیر، قرآن اس پر قناعت کر لیں
کرچہ میگوید فسوں محرک را

کو حرکت دینے والے (اسرائیل) کو کیا سحر تازی ہے؟
میکنند صد گونہ شکل چالوس

خوشامدیں سنگدوں ہم کی صورتیں بناتے تھے
کہ مدار این قہر را بر من خلال

یہ ظلم مجھ پر جائز رکھئے
بدگمانی میر و داند سرم

میر سے داغ میں بدگمان پیدا ہو رہی ہے
زانکہ مرغی را نیل از اردنما

کیونکہ تمہارا پرندہ کہ ہمیں ستا رہا ہے
تو ہمیں کن کاں دنیو کا کرد

آپ دی کیجئے جو ان تدبیروں نے کیا
گفت غنہ و ماجرا نزد الہ

اللہ تعالیٰ سے غنہ اور قصہ بیان کیا

۱۔ تا جو بند۔ یہ اس لئے
کہ اکی تارک جی آدم ان اصل
نہروں کی تلاش میں گئیں۔
۲۔ دودہ کی بہرہ کا اثر ان
کے بہستان میں ظاہر ہے۔
۳۔ از غنہ۔ انگوٹے میں غم کی بہرہ
کا اثر آیا۔ زنجور۔ شہد کی
کھنسی شہد کی بہرہ کا اثر ہے۔
۴۔ آب۔ دنیو پانی میں
پانی کی بہرہ کی اصل ہے حرکت
حرکت کا دینی اسرافیل بقول
ترشرو
۵۔ دینے والے۔ یعنی زمین بھائی کی
کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت
اسرافیل کو اللہ کی قسمیں دینے
کی تعلیم دے۔ مجھے میں ظاہر دوتا
نما۔ حضرت پرندہ کے جسمی جاننا
پرندہ کا شکار جس کو ہلاک کر لیں
فریوں پر گزرا کر رہے آج
۶۔ سن رہیں سے ان کی کربات
چیت ہوئی

کڑبڑوں فرماں بدادی کہ گیر
کہ بظاہر آپ نے حکم نہ دیا کہ لے لے
اُم کر دی درگرفتن سُوئی گوش
تو نے کان کو لے لے ہاں مسک دیا
رحمت او بیج دست و بیکراں
ہیں کی رحمت لا انتہا اور لاکھ دہے
سبق رحمت گشت غالب غضب
رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے

عکس آں الہام دادی دھیمبر
دل میں ہنس کے برنسس اہام کر دیا
نہی کر دی از قساوت سُوئی ہوش
منزل کو مستحق کرنے سے منع کر دیا
او حکیم ست و کریم و مہرباں
وہ جانا اور سنی اور مہربان ہے
لے بدیع افعال نیکو کار رب
لے محب افعال اور اپنے کام والے خدا !

لے کڑبڑوں حضرت مرزا
نے خدا سے وحی کیا بعد ہر
آپ کا بکر ہوا کہ مرزا نے
آؤں اور میرے دل میں پ
نے بھی ات ہوا کہ مرزا
میں وحی کی تشریف پر ہم کر دیا
قنات رحمت دل رحمت
اور مرزا آفرانے میں بھی دیا
رحمت کا ہے۔

شرح

جب کہ میکائیل علیہ السلام سے بھی یہ خدمت لے لی گئی تو اس فریل
علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اس خاک سے مٹی بھر لاؤ یہ حکم سن کر
اسرافیل علیہ السلام بھی زمین کے پاس آئے جب وہ آئے تو زمین نے حسب سابق پھر
رونا شروع کیا اور کہا کہ اے فرشتہ تصور! اور اے بحر حیات! کہ آپ کے نفع سے مُردہ
زندہ ہوتا ہے اور آپ جب صور پھونکیں گے تو بادل وجود یکہ بڑیاں گلی مٹری ہوں گی۔
مگر آپ کے صور سے عشر مخلوق سے بھر جائے گا اور آپ جب صور پھونکیں گے اور کہیں
گے اے کشتگان کہ بلا! یا تو مطلق دنیا مراد ہو۔ یا خاص کہ بلائے معروف والا اول ابرج آتم
کو اعلان ہے تم اٹھو۔ تو آپ کی رحمت اور آپ کی توفیق سے عالم آخرت آپ کے
زندہ کئے ہوئے لوگوں سے بھر جائے گا آپ مجھ پر رحم کیجئے کیونکہ آپ فرشتہ رحمت
ہیں اور آپ حامل عرش و حامل مرجع عطایا ہیں۔

اب مولانا استطرادی طور پر فرماتے ہیں کہ عرش معدن بخشش و عدل ہے اور اس کے
نیچے چار نہریں ہیں جو معرفت سے لبریز ہیں ایک دودھ کی نہر ہے دوسری شہر
دائم کی۔ تیسری شراب کی۔ چوتھی آبِ بھاری کی۔ یہ چاروں عرش سے
نکل کر بہشت میں جاتی ہیں اور اس عالم میں بھی اپنے مظاہر ہیں ان کا کسی قدر
ظہور ہے گو یہاں وہ اپنی حرافت پر باقی نہیں ہیں۔ بلکہ آلودہ ہیں کس چیز سے فنائے۔
ناخوش زہر سے۔ قضا و قدر نے ان چاروں کا پھینسا اس مگر خاک پر ڈال دیا۔

اور صورت امتحان پیدا کر دی ہے تاکہ لوگ ان کی اصل کو تلاش کریں اور وہ تدبیر کریں جس سے وہ حاصل ہو سکیں۔

مقصود تو ان کی دنیا میں ظاہر کرنے سے یہ تھا۔ مگر یہ ذلیل لوگ انہیں پر قانع ہو گئے اور انہی کو اصل سمجھ کر انہی میں منہمک ہو گئے اور پھر تم سے کہا ہے کہ ان چاروں کو دنیا میں بھی کسی قدر ظاہر فرمایا ہے۔

سوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ بچوں کی پرورش کے لیے ماؤں کو دودھ دیا ہے اور ہر اس عورت کے سینہ کو اس کا چشمہ بنایا ہے یعنی اس میں چشمہ بننے کی قابلیت رکھی ہے جو کہ اگر زندہ رہے تو بڑھیا ہو جائے [والشاذ کا معدم فلم یعتد بالعواقب۔ فقی قولہ زال مجاز باعتبار ما تولد الیہ الامر۔ فقی قولہ ہر مجاز شان فقی قولہ چشمہ کردہ مجاز ثالث۔ قد بر] اور اسے افکار و ہموں کے دفع کے لئے شراب عطا کی ہے یعنی اس میں ان کے دفع کرنے کی خاصیت رکھی ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شراب جنت کے پینے والوں کو رنج و فکرا صلا نہ ہو گا اور پینا تو درکنار خود جنت میں جہاں وہ جاری ہے رنج و غم کا نام نہ ہو گا اور اس کا چشمہ باغوں میں۔۔۔

انگوروں کو بنایا ہے [فائدہ: یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جب شراب کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے تو پھر اسے پینے کی مانعت کیوں ہے اس لئے کہ اول تو شراب ایک عصمت تک حلال رہی ہے اور اس کی خاصیت سے لوگ بخوبی واقف ہو گئے ہیں۔ پھر کسی شے کی خاصیت کا معلوم ہونا اس کی اباحت استعمال پر موقوف نہیں کیونکہ عاصین بکثرت ہیں ان کے ذریعہ سے اس کی خاصیت کا علم ہو سکتا ہے پس جبکہ یہ مصلحت اس کے عدم جواز کی صورت میں بھی حاصل ہے تو اب ضرورت نہیں ہے کہ اس مصلحت کو نظر انداز کر دیا جائے جو اس کی حرمت کے لئے مقتضی ہے] اور اسے جسم بیمار کی دوا کے لئے شہد عطا فرمایا ہے اور اس کا چشمہ باطن مگس کو قرار دیا ہے اور اسے عام طور پر اصول و فروع کو پانی دیا ہے کہ وہ اسے پاکی حاصل کریں۔ اور پیئیں۔ اور یہ تمام اس لئے کیا ہے کہ تم ان سے ان کے اصولوں کا پتہ چلاؤ اور ان کے

حاصل کرنے کی تدبیر کر دو۔ لیکن تم نے یہ بیہودگی کی کہ انہی پر قانع ہو گئے اور انہی کو مقصود سمجھ بیٹھے۔

(افسوس ہے۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب زمین کا قصہ سنو کہ وہ اسرافیل علیہ السلام سے کیا جادو کی باتیں کرتی ہے۔ ہاں تو۔ زمین اسرافیل علیہ السلام کے سامنے منہ بگاڑ کر سینکڑوں صورت سے خوشامد کرتی ہے اور کہتی ہے کہ خدائے ذوالجلال اور پاک کے لیے۔ تم قہر کو مجھ پر جائز نہ رکھو۔ بلکہ مجھ پر رحم کر دو۔ مجھے اس کا روائی سے پتہ چلتا ہے کہ مجھے مکلف بنایا جائے گا اور اس میں میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ آپ فرشتہ رحمت ہیں آپ کا کام رحم ہے لہذا مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھے نہ سٹائیے کیونکہ مجھ کی کسی جانور کو نہیں ستانا۔ اور اے ارباب تکلیف کے۔ لئے موجب شفا اور سراپا رحمت۔ آپ بھی وہی کریں جو آپ کے دونوں کار۔ پیشتر دے کر دیا ہے۔

یہ سن کر اسرافیل علیہ السلام فوراً لوٹ آئے۔ اور زمین کی معذرت اور پورا واقعہ حق سبحانہ سے عرض کر دیا اور کہا کہ اے بدیلح افعال اور نکو کار پروردگار! آپ نے ظاہر میں تو یہ حکم دیا کہ مٹی لے آؤ۔ اور میرے قلب میں القاء فرمایا کہ اچھا جانے دو اور کان میں حکم دیا کہ مٹی لے آؤ۔ اور دل میں سنگدلی سے ممانعت فرمادی اور فرمادیا کہ اس کی رحمت بے حد اور بے انتہا ہے وہ حکیم اور کریم اور مہربان ہے اس کی رحمت غضب کے فائق ہو کر اس پر غالب ہو گئی ہے۔ لہذا میں خالی ہاتھ واپس چلا آیا [خلاصہ یہ کہ جب زمین نے گریہ و زاری کی۔ تو مجھ پر یہ خیال غالب ہوا کہ حق سبحانہ کریم و رحیم و رؤف ہیں وہ اس گریہ و زاری کو نظر انداز نہ کریں گے۔ اور ضرور اپنے حکم کو منسوخ فرمائیں گے نیز اس کی حالت قابل رحم ہے اس پر رحم کرنا چاہیئے۔ اور سنگدلی سے کام نہ لینا چاہیئے اور چونکہ میں نفس سے منزہ اور شیطان کے تسلط سے بالاتر تھا اس لئے میں آپ کے اس مخفی حکم کو ناسمجھ ظاہر سمجھا۔ اور واپس لوٹ آیا۔

فرشادن عزرائیل علیہ السلام ملک العزم والحزم را بگرفتند

ادامہ کی پختگی اور بخت کاری کے لئے (حضرت عزرائیل علیہ السلام کو منشی پر قبضہ خاک تا ساختہ شود جسم آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

یعنی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (ان پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) والسلام چالاک و راست کار و التفات ناکردن عزرائیل

کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنا جائے اور حضرت عزرائیل کا زمین علیہ السلام بر تضرع خاک کی آواز داری کی طرف دھیان نہ دینا

کہ میں اس خاک پر تجھیں را کہ اس نعمت سے ہماری زمین کو دیکھ

مشت خاک کے زوہد میں مبتلا خبردار! جلد اس میں سے ایک ٹھٹھی مٹی آئے

سوئے کرہ خاک بہرہ انقضا تقاضہ کرنے کے لئے زمین کے کئی کی جانب

و ادو گندش بے سو گند خورد اس کو قسم دی بہت سی نہیں کسانیں

اے مطاع الامراء مدد عرش و فرش بے فرش اور عرش کے اندر عہد و سردار!

رو بحق آنکہ با تو لطف کرد اس ذات کے مہین چلے جائے جس نے آپ پر باران

پیش او زاری کس مردودیت اس کے دربار میں کی کہ آواز داری مردود نہیں ہے

اے تراز حق فضیلت بے شمار اے وہ کتاب کے اذاتانی کہ جیسا کہ

رؤیتا ہم ز امر او ستر و علن اس کے حکم سے ظاہر و باطن میں نہ ہو

ہر دو امر اندایں بگیر از را و علم دونوں حکم میں اگر نہ ہو جس حکم کی نشاندہ کر بیٹھے

گفت یزداں زو و عزرائیل اذ اتانے، اے تیرا، عزرائیل سے فرمایا

آں ضعیف ال ظالم را بیا کمزور ظالم، ہرمیا کے پاس پہنچ

رفت عزرائیل سر ہنگ قضا مت کے ہمراہ (حضرت عزرائیل) روانہ ہو گئے

خاک بر قانون نفیر آغاز کرد منہ پیلے کے ساتھ چٹا شروع کیا

کے غلام خاص کو محال عرش لے خاص بندے اور لے عرش کے کاغذیوں

رو بحق رحمت رحمن فرد عین رحمان کی رحمت کے مہین چلے جائے

حق شاہے کہ جزا و معبود نیست اہم شاہ کے مہین جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

حق حق حق کہ دست از من بدار اذ اتانے، اے حق کے ہاتھ سے ہتھ دھار رہو

گفت نتوانم بدین افسوں من ان عزرائیل نے کہا میں اس سرے نہیں کر سکتا ہوں

گفت آخر امر فرمود او حکم اس نے کہا آخر اس اذاتانی نے فرمایا کہ میں

اے فرشتہ حضرت عزرائیل کے اہم ہرمانے بدعت تانی نے عزرائیل کو منشی لینے کیلئے

بھیجا جسم بخت ارادہ عزیمت کاری چالاک و راست کار۔ یہ جس کی صفت ہے۔

اے ملک اذ اتانے اے عزرائیل کو حکم دیا کہ زمین کی مٹی

و نہ زمین پر نہ کر زمین پر عرش کے خاکہ رکھ دینی تیرا

پہلی ابتداء۔ اصل کرنا۔ بر قانون جس طرح جس نے جبریل دوع کی خوشاد کی تھی بظاہر انہیں شخص

جس کا حکم انا بنا ہے۔ اے رعد کن زمین نے اُن کو

نہا اور مٹی کی صفات کی قسمیں دینی شروع کر دیں۔

پہلی اور اذاتانی اور اذو کا پھر فرمودہ فرمایا ہے حق پہلا

حق تم کے حق میں ہے صفت بظہر حق تانے۔ اہل حق۔

یعنی زمین کی آہیں۔ اے گفت۔ زمین نے کہا

اذ اتانے نے جس میں میری بننے والے کا بھی حکم دیا

اور زاری دہی برکتی کہی حکم ہے لہذا میں سے ہر پہلا

کو اختیار کر لیجئے اور بخت کر دیجئے۔ گفت۔ محبت

عزرائیل نے کہا کہ ہر حکم کے مقابلہ میں ہم ہمتا کے باطن

اب مجھے جسم میں نہ لے جا۔ اور یہیں رہنے دے تاکہ میں اس باغ میں گل چھڑکاؤں
اور اس کے جواب میں حق سبحانہ فرمائیں کہ اچھا تمہاری دعا ہم نے قبول فرمائی تم آپس
نہ جاؤ۔ اب تم سمجھو کہ یہ سونا اس کو کس قدر اچھا معلوم ہوگا۔

یقیناً یہ سونا اس کو نہایت آرام دہ ہوگا اور ایسا ہوگا جیسے کوئی بے موت جنت
میں چلا جائے۔ ایسی حالت میں کیا وہ جاگنے اور اس جسم کی خواہش کرے گا جو کونہیں۔
میں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے ہرگز نہیں۔ پس یہی حالت اہل اللہ کی سمجھ لو کہ موت
ان کے لیے نہایت آرام دہ ہے اور وہ کسی زندگی کی ہوس نہیں کرتے اور جسکے چھوٹنے
کا انکو بالکل ہی رنج نہیں ہوتا۔

یہاں تک مضمون تائیدی کو ختم کر کے مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور
فرماتے ہیں کہ جب تجھے اہل اللہ کی حالت معلوم ہوگئی کہ وہ عقلی کے طالب اور دنیا سے
بارب۔ اور عالم سفلی سے متنفر اور عالم علوی کے شائق ہیں تو آخر تم بھی تومومن ہو۔ تم بھی
مرد بنو۔ اور میدان کارزار میں آؤ۔ اور نفس و شیطان جو کہ تم کو دنیا ہی میں مجبوس
رکھنا چاہتے ہیں ان سے مقابلہ کرو اور انہیں مغلوب کر کے عالم بالا کے طالب بنو۔
کیونکہ تم اصحاء علوی ہو اور ایک وقت میں تم عالم بالا میں رہتے تھے پس تم کو اپنے
وطن اصلی کی طرف لوٹنا چاہیئے اور جو تمہیں دارالغربت میں مجبوس رکھنا چاہیں انکو
مغلوب کرنا چاہیئے۔ پھر اسکی صورت یہ ہے کہ اس توقع پر کہ عالم بالا کا رشتہ تمہارے
لیے کھول دیا جائے تم کو نوافل میں رات بھر یوں کھڑا رہنا چاہیئے جیسے شمع محراب کے
سامنے کھڑی ہوتی ہے اور فرط شوق عالم بالا سے تمام شب یوں جلتے رہتے اور رات
رہنا چاہیئے جیسا کہ شمع سر بریدہ کرتی ہے اور کھانے پینے سے منہ بند کر کے یعنی بکثرت
روزہ رکھ کر خوان آسمانی (غذا و ریحانی) کی طرف دوڑنا چاہیئے۔ اور عالم بالا کے
شوق میں بید کی طرح جھومتے ہوئے آسمان سے غذائے روحانی کا منتظر رہنا چاہیئے
اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر عالم بالا کا راستہ کھل جائے گا اور تم بہ سیر روحانی معنوی عالم
بالا پر پہنچ جاؤ گے۔

شاید تم خیال کرو کہ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اسٹیج ہم کہتے ہیں کہ دیکھو ہر دم عالم بالا سے پانی اور گرمی آتی ہے اور تمہارا رزق بڑھاتی ہے کیونکہ پانی سے نبات پیدا ہوتے ہیں اور گرمی سے غلہ وغیرہ کچتے ہیں — پس جبکہ عالم بالا سے پانی اور آگ کا آنا ممکن ہے تو اگر تمہیں عالم بالا پر لے جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں پس تم اپنے عجز کو نہ دیکھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں بلکہ تم تو طلب پر نظر کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو اسے قوت دو۔ کیونکہ یہ طلب تمہارے اندر خدا کی رکھی ہوئی امانت ہے جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ حق سبحانہ تم کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں کیونکہ ہر طالب مطلوب کے لیے زیبا ہے۔

پس جبکہ خدا نے تمہارے اندر طلب پیدا کی ہے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ ایک وقت میں تم مطلوب حق ہو گے اور جب تم مطلوب ہو گے تو اس وقت تمہارا حق سبحانہ تک پہنچ جانا کچھ بھی دشوار نہ ہو گا۔ پس تم کوشش کرو کہ تمہاری طلب بڑھے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ حق سبحانہ تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گے اور تمہارا دل اس چاہ تن سے نکل جائے گا اور تم عالم بالا پر پہنچ جاؤ گے یعنی تم کو حق سبحانہ اور عالم بالا سے تقرب معنوی اور تعلق خاص ہو جائے گا اس وقت تمہاری یہ حالت ہوگی کہ جب تم مر جاؤ گی تو لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بے چارہ مر گیا اور تم کہو گے کہ اے بیخبرو! میں مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں کیونکہ جو حقیقت حیات ہے یعنی حیات روحانی وہ مجھے حاصل ہے اور اگر میرا جسم اور جموں کی طرح مردہ ہے تو کچھ پڑا ہ نہیں ہے کیونکہ مجھے تعلیم دائم کے سبب کمال خوشی حاصل ہے اور جب کہ مجھے لذت و عیش روحانی حاصل ہے تو اگر میرا جسم مردہ ہے تو کچھ بات نہیں کیونکہ اگر سونے کی حالت میں کسی کی جان گل

نسرین میں ہو تو اس وقت اگر اس کا جسم گوبر میں بھی پڑا ہو۔ تو بھی اسے کچھ پڑا ہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ سونے والے کی روح کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کا جسم باغ میں سو رہا ہے یا کوڑی پر۔ بلکہ اس کی جان عالم سرگ یعنی عالم ارواح میں ”یا اینت قومی یحلمون“ کا نعرہ مارتی

ہوتی ہے اور کہتی ہوتی ہے کہ اے کاش! یہ لوگ جو میرے جسم کی حسرتہ حالت پر کڑھ رہے ہیں میرے عیش اور کامرانی کو دیکھیں اور اپنی جہالت پر متنبہ ہوں۔

اس مقام پر استطراداً ایک شبہ کا دفع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ حیات جسمانی تو بے شک ایک شے ہے لیکن حیات روحانی جو حیات جسمانی سے بڑھ کر ہے اور جسکی حصول کے بعد حیات جسمانی کی پڑاہ نہیں ہوتی وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ بدوں جسم کے روح کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ فوالسما والدن قکم یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جسم آسمان پر نہیں جاسکتا۔

تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر جان بدوں اس جسم کے زندہ نہیں رہ سکتی تو آسمان کس محل ہوگا۔ اور وہاں رزق کس کو ملے گا۔ ضرور اس کا یہی جواب ہوگا کہ روح کو پس جبکہ آسمان میں غذا روح کو ملے گی اور غذا بدوں حیات کے مقصور نہیں تو حیات روحانی ثابت ہوگئی خیر! تو ہم نے کہا تھا کہ اگر تم ایسی حالت میں مر جاؤ گے تو لوگ تمہیں مردہ سمجھ کر تم پر افسوس کریں گے مگر تم کو اسوقت ایک نئی حیات حاصل ہوگی اور تم اپنی مردہ سمجھنے والوں کی حالت پر افسوس کرو گے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اس وقت تم اس غذائے قلیل و کثیف سے نکل کر اعلیٰ درجہ کی غذا میں پہنچ جاؤ گے جس کی یہ حالت ہوگی کہ اگر اس میں سے ہزاروں رطل کھا جاؤ تو نہ تم آلودہ و نجاست ہو اور نہ طبیعت پر کچھ گرانی ہو۔ بلکہ پاک صاف اور پوری کی طرح پکے پھلکے خیلے جاؤ اور یہ حالت ہوگی کہ باؤرک کر تم کو مبتلائے قویج نہ کرے گی۔

سو یہ تمہاری جان کے درپے ہو جاوے گی کیونکہ اگر تم کم کھاؤ گے تو کوئے کی طرح بھوکے رہو گے اور بھوک تمہیں تکلیف دیگی اور اگر پیٹ بھر کر کھاؤ گے تو ڈکاریں تمہارا دماغ پریشان کریں گی۔ فیہ کم کھاؤ گے تو بھوک سے بد مزاجی اور خشکی اور گری پیدا ہوگی جس سے حق ہو جائے گی اور زیادہ کھاؤ گے تو جسم بد معنی کا ستی ہوگا۔

غرض کہ غذائے جسمانی ہر طرح موجب تکلیف ہے پس جبکہ بھوکا رہنا بھی موجب

تکلیف ہے اور پیٹ بھرنا بھی۔ تو اس تکلیف سے نجات کی کیا صورت ہے۔ سواس کا جواب یہ ہے کہ تم حق سبحانہ کا کھانا اور وہ زود ہضم غذا لیجئے غذائے روحانی کھا کر لیے خطرناک دریا یعنی دریائے تکلیف پر کشتی کی طرح سوار ہو جاؤ۔ اور بے خطر اس دریا کو طے کر جاؤ یعنی اس تکلیف سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ غذائے روحانی کے عادی ہو جاؤ اور غذائے جسمانی کو چھوڑ دو۔

فائدہ: اس تدبیر سے بدہضمی کی تکالیف سے نجات پانا تو ظاہر ہے مگر بھوک کی تکالیف سے نجات پانے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ سواس کا جواب یہ ہے کہ جب رفتہ رفتہ آدمی بھوک کا عادی ہو جائے گا تو پھر بھوک اس کو تکلیف نہ دیگی لان العادۃ کا طبیعۃ الثانیہ چنانچہ جو لوگ سنگھیا کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں وہ تو لوں سنگھیا کھا جاتے ہیں مگر وہ انہیں تکلیف نہیں دیتا۔ پھر غذائے روحانی سے روح کو قوت ہوگی اور روح کی قوت سے طبیعت کو قوت ہوگی اور قوت طبیعت امراض کو دفع کرے گی۔ اور بالاس ہمسہ اگر کوئی مرض پیدا ہوا تو گو اس طبعی تکلیف ہو۔ مگر وہ تکلیف اس لئے غیر معتد بہ ہوگی کہ اس پریشانی نہ ہوگی۔ اور اصل موذی پریشانی ہے نہ کہ تکلیف پس یہ تکلیف کا معدوم ہوگی۔ ہذا علیٰ عندنا واللہ اعلم

جب تکلیف غذائے جسمانی سے بچنے کی تدبیر معلوم ہوگی تو اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ طعام اللہ کیونکر ملے۔ سواس کی تدبیر یہ ہے۔ غذائے حق سبحانہ کے منتظر رہتے ہوئے روزوں کی تکلیف پر صبر اور ان پر ملاومت کرو کیونکہ حق سبحانہ جو کہ حکیم اور حلیم ہیں اپنے عطایا انتظار کی حالت میں دیتے ہیں اور قاعدا ہے کہ رُطبی کا انتظار پیٹ بھر نے کو نہیں ہونا اور اس کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ خوراک مقرر سویرے آئے گی یا دیر میں۔ برخلاف بھوک کے کہ وہ ہر وقت یہی کہتا ہے کھانا کہاں ہے اور بھوک کے سبب وہ فہم اس کا منتظر رہتا ہے اس لئے ضرورت ہے بھوک اور روزہ کی۔ تاکہ تم کو خوراک کا انتظار ہو اور وہ غذائے روحانی تم کو ملے ورنہ جبکہ تم بھوک کے نہ ہو گے اور اس لئے تم کو انتظار نہ ہی ہوگا تو وہ کثیر المقدار غذا تم کو نہ ملے گی پس تم مردانہ خوان آسمان کے منتظر بنو۔ اور روزہ

پر ملا دمت کر کے بھوکے رہو کیونکہ ہر بھوکے کو انجام کار غذا مل جاتی ہے اور آفتاب دولت اس پر تاباں ہوتا ہے۔

سین قاعدہ ہے کہ جب کوئی عالی ہمت مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو میزبان اس کے لیے بہتر سے بہتر کھانا لاتا ہے۔ مجسّم فقیر یا بخیل میزبان کے وہ تو ضرور ایسا نہیں کرتا جس سے تم غذائے جسمانی سے نفرت پیدا کرو۔ تاکہ تم کو بہتر غذا یعنی غذائے روحانی ملے اور حق سبحانہ کی نسبت جو کہ رازق کریم ہیں۔ مغسّی یا بخیل کا لگن بدنہ کرو اور تم پہاڑ کی طرح سر اٹھاؤ۔ تاکہ سب سے پہلے آفتاب رحمت کا نور تم پر پڑے کیونکہ پہاڑ کی چوٹی خورشید سحر کی منتظر ہوتی ہے تو سب سے پہلے آفتاب اسی کو اپنے فیض سے بہرہ ور کرتا ہے۔

غرض کہ تم اپنے اندر غذائے روحانی کی طلب اور اس کا انتظار پیدا کرو۔ (فائدہ قولہ کہ نہ جس باد و قنچت کند۔ چار میخ معده آہ سخت کند، کی شرح میں محمد رضا نے کہا ہے۔ حاصل آنکہ ترا غذائے روحانی نہ جس باد و قنچت کند و نہ پیائے بند معده کشید گرداند۔ و معده کشیدن در زیر بار طبل شکم در آمدن باشد انتھائے اور ولی محمد نے بھی اسی مضمون کو قائم کر رکھا ہے لیکن یہ مضمون ایک حد تک اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ نسخہ کہ نہ جس باد و قنچت بواو عاطفہ ہوا اور ہمارے نسخہ میں ایسا نہیں ہے اسلئے ہم نے شرح میں بیت مذکورہ کے مصرع اول کو مضمون بالا سے مرتبط قرار دیا ہے اور مصرع ثانی کو علیحدہ مضمون اور بالعمدہ مرتبط ٹھہرایا ہے اور یہ ہی مضمون ہم کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ ۱: قولہ کم خوری خوئے بد خشکی و دق میں ولی محمد نے دق کو بجاؤا بمعنی لاغری قرار دیا ہے مگر ہم نے ترک حقیقت کی ضرورت نہیں خیال کی۔

فائدہ ۲: قولہ باش در روزہ شکبیا و مصرعی قولہ آفتاب دولتی برے بتا پر بادی النظر میں ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ ترک غذائے جسمانی سے اور بھوکا رہنے سے تو غذائے جسمانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا۔ نہ کہ غذائے روحانی کا

پھر اس خواہش اور انتظار پر غذائے روحانی کا ترتیب کیونکر ہوگا۔

سو حل اس شبہ کا یہ ہے کہ اس ترک اکل کا منشا غذائے جسمانی سے نفرت اور غذائے روحانی کی رغبت ہے کیونکہ وہ وسیلہ ہے حصول غذائے روحانی کا۔ پس اس غذائے جسمانی کا انتظار نہ بڑھے گا۔ بلکہ اس غذائے روحانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا۔ کیونکہ اختیار وسیلہ میں جس قدر مشقت اور زحمت کا سامنا ہوتا ہے اسی قدر مغلوب کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے مثلاً جب کوئی مسافر کسی مقام کے قصد سے چلتا ہے تو جس قدر سفر کی تکان زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وصول کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے۔

پس جبکہ آدمی اس غرض سے بھوکا رہے گا کہ شوکت و صولت نفس ٹوٹے اور ہم میں غذائے روحانی کی قابلیت و استعداد قریب پیدا ہو۔ اور اس طرح ہم کو غذائے روحانی مل جائے تو جس قدر بھوک سے اُسے تکلیف ہوگی اسی قدر اس کی یہ خواہش بڑھے گی اور اتنا ہی غذائے روحانی کا انتظار بڑھے گا۔ فائدہ لااشکال۔

در جواب آل منغل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایس جہاں اگر
اُس بیخود کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہاں کا ہی ایک ہذا اگر
مرگ بنوے و خوش بودے ملک دنیا اگر زوالش بنوے
مرگ بنوے ہوتی اندھا کی سلطنت اچھ ہوتی اگر مرگ نہ زوال نہ ہوتا
وَعَلَىٰ هٰذَا الْوَيْدُ مِنَ الْفُشَارَاتِ
اور اسی طرح کی جو اسیں

آل یکے میگفت خوش بود مرگ جہاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا رہیں ہوتی
آل درگفت از بود مرگ بیخ
دوسرے شخص نے کہا اگر مرگ بالکل نہ ہوتی
خرمنے بودے بدشت افزائے
جنگ میں اچھا ہوا ایک کسب ان ہوتا
گر بنوے پلے مرگ اندریاں
اگر مرگ نہ ہوتا دنیا میں نہ ہوتا
کہ نیز زیدے جہاں بیخ بیخ
نہ پڑی دنیا ایک بیخ کی زہری
مہل و نا کو فتنہ بگذاشتہ
بیکار بغیر کہاے ہوتے جھوٹا ہوا

۱۵ آں کے۔ یہ بیخوت دنیا
کی آدمی زندگی کا شوق تھا۔
آں در۔ دوسرا شخص جو کہ
تھا اس نے کہا کہ دنیا کی
زندگی تو محض اس لئے ہے کہ
یہاں آدمی کچھ چمکے ہم کرے
تو آخرت کی چیز کی زندگی میں
کام نہیں اگر مرگ نہ ہوتا تو
آخرت تک نہ پہنچتا ہوتا تو
پھر دنیا کے اعمال کی مثال
فوس گمان کی کس ہے جو
جیتے جاگتے بیخ ہوتے ہیں
جھوٹا ہوتا ہے

مرگ را تو زندگی پنداشتی
تو نے موت کو زندگی سمجھا
عقل کا زب ہست غے و ملکوں میں
جہوں عقل خود اکٹا دیکھنے والی ہے
اے خدا بنمای تو ہر چیز را
اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے
شیخ مرده نیست پڑ حسرت مرگ
کوئی مرے والا موت پر حسرت ہے
ورنہ از چاہے بصرا او فتاد
ورنہ وہ نکریں سے بھگ ہیں آگیا
زین مقام مآثم و تنگیں سناخ
اِس مگر کی جگہ اور تنگ آئے سے
مقعد صدقے نہ ایران دروغ
سناخ کا شکا، نہ جھوٹ کا قلعہ
مقعد صدق و جلیس حق خود
سناخ کی مجلس اور ادب رفاہی کا ہر شے ہو گیا
ورنہ کردی زندگانی شیر
اگر نہ تھے زندگانی بسر نہیں ہے

مگر۔ انہری زندگی
 کے مقابلہ میں، دیانے کے
 ہنر و صحت ہے جس کو نہنگ
 سبنا ہے۔ دوسری ہے بیعت
 وہ شخص جس کے پاس سالم
 نہ ہیں۔ اسے غا غاں
 حق باقی نیاک کی خبریں
 کو بہرہ بخش دیا کرتا ہے
 نام نہان، یا نام نہان
 نقل کرنے کے ہر اس اثر
 کے وسیع مقام پر منتقل ہوتا
 ہے۔ یہ منتقلہ، مگر، وہاں تک
 میں ہے اسی کی تعلیمات
 بنش، وہ نہروانی تعلیم
 چند ہی خطہ کی تعلیمات
 جو کہ بہرہ بخش دیا کرتا ہے
 انہری زندگی میں نہیں
 ہوتا مگر اس کا
 ہوتا مگر اس کا
 آخرت کی تباہی نہیں کرتا
 اب کرنے اور صحت کے لیے
 مراد و صحت اختیار کرتے۔
 یہاں تک کہ انہری، انہری، یہاں تک
 ہے کہ کھڑے رہیں کہ کھڑے رہیں
 کیا نہیں حاصل ہوگی۔

ہے۔ تھوڑا سا کلاس۔
 کرپٹ کر، حرافت کی بات
 کی کرنا، انبیاء کی مذہبی
 مسئلہ کی طرف سے کرنا کرنا
 گھبراہٹ ہے۔ اہل علم اور
 دانشور کا کہنا ہے کہ مذہبی
 مسئلہ کا جو ہے تحقیق
 سے بہت حد تک ہے کہ
 یہ کہ وہ جس سے
 بہاؤ کی وجہ سے کہنے
 کی کوئی سب سے پہلے
 کا یہ وہ ہے کہ اس کا
 بہت کم ہو کہ اس کا
 مذہبی کہ اس کا کہ
 علیٰ شکر آؤ، یہ کہ اس کا
 یقین حاصل

شرح جب تم کو مضمون بالا سے معلوم ہو گیا کہ دنیا، میسج ہے اور اصل شے آخر ہے اور انقطاع تعلق دنیا اور موت جسمانی پر۔ افسوس نہ ہونا چاہیے۔

تو اب ایک واقعہ سنو۔ جسکی مضمون بالا کا مزید ثبوت ہو وہ یہ کہ ایک شخص

اے خدا تو ان کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ نتیجہ جب مرے پر دیا اور عشق کی حیثیت گنل جاتی ہے تو مرے پر انوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعلیٰ سنگ کی بنا انوس کرتا ہے۔

کہہ رہا تھا کہ دنیا بڑے مزے کی چیز ہوتی بشرطیکہ موت کو اس کے تعلق نہ ہوتا چونکہ اس بیان سے حیات جسمانی کی فضیلت اور موت کی بُرائی ظاہر کی گئی تھی جو کہ خلاف واقع تھی اس لئے دوسرے شخص نے اس کہنے والے کو اس کی غلطی پر متنبہ کیا اور کہا کہ یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ دنیا اور جسمانی زندگی میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ موت ہی کے سبب ہے

ورنہ اگر موت بالکل نہ ہوتی۔ تو دنیا کوڑی کے کام کی نہ تھی۔ کیونکہ دنیا میں خیر و شر مخلوط ہیں ان کا امتیاز موت سے ہوگا اور اعمال حسنہ اسی وقت قابل انتفاع ہوں گے جب آدمی مرے گا اور اس عالم سے اس کا تعلق منقطع ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر موت نہ ہوتی اور دنیا میں خلل نہ ہوتا تو اسکی ایسی مثال ہوتی جیسے کھیت میں غلہ کا انبار لگا ہوا ہو۔ اور وہ بے کار اور بے گاہا ہوا پڑا ہو جس میں گہیوں اور بھوسہ ہر دو مخلوط ہوں اور اس وجہ سے گہیوں کا قابل انتفاع ہوں اس لئے دنیا بالکل لغو اور بیکار شے ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ موت دنیا کے اندر خوبی پیدا کرنے والی ہے نہ کہ اُس کے خوبی کو کھونے والی۔ تم جو حیات دنیوی کو جو کہ حقیقت موت ہے زندگی سمجھ رہے ہو۔ یہ ایک فعل عبث اور حرکت لائینی کرتے ہو اور گویا کہ زمین شور میں بیج بوتے ہو۔

(خائنہ مرگ رات تو زندگی پنداشتی الخ کی تقریروں میں بھی لکھی سکتی ہے کہ تم جو کہ حیات جسمانی کو جو کہ فی الحقیقت موت ہے زندگی سمجھتے ہو اور اس لئے اس کی بقا کی منتا اور موت سے نفرت کرتے ہو اس لئے لازم ہے کہ جو اعمال تم کو دے۔ وہ محض فضول کرتے ہو کیونکہ نتیجہ تو ان کا موت سے ظاہر ہوگا اور موت تم چاہتے نہیں تو ان کا عبث ہونا لازم اس تقدیر پر یہ دوسرا عنوان ہوگا قائل کی تحقیق و تہلیل کا۔ ہذا ہوا لا وجہ عندی واللہ اعلم بالصواب)

یہاں تک اس مضمون کو ختم کر کے مولانا فرماتے ہیں کہ اُس قائل کو حقیقی عقل حاصل نہیں جو اشیاء کو علی ماہی علیہ دکھلاتے تھے بلکہ اس کو عقل کا ذب حاصل ہے یعنی ایک ایسی جس اس کو حاصل ہے جو حقیقت میں عقل نہیں بلکہ عقل کے مشابہ ہے اور عقل

کاذب کا خاصہ ہے کہ وہ اشیاء کو الٹی دیکھتے ہیں اسلئے وہ بتلائے خسارہ۔ شخص زندگی کو موت اور موت کو زندگی سمجھتا ہے۔ یہ وجہ ہے اسکی اس غلط خیال کی۔

اُس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہم کو حقیقی عقل عطا فرما۔ اور اس فریبکے گھر دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کو ایسا دکھلا جیسے کہ وہ واقع میں ہے تاکہ ہم اس شخص کی طرح غلطی میں پڑ کر خسارہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

مناجات سے فارغ ہو کر پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر واقع میں موت حیات ہے اور حیات موت تو مردوں کو زندگی کی حسرت کیوں ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردوں کو زندگی کی حسرت موت کے سبب نہ ہوگی اور اس کا منشاء یہ نہ ہوگا کہ موت بُری شے ہے اور زندگی اچھی چیز۔ بلکہ اسکی وجہ یہ ہوگی کہ مرنے کے بعد اُسے موت کی خوبی ظاہر ہوگی اور اسکی اعلیٰ ثمرات کا حصول اعمال حسنہ پر موقوف ہوگا۔ پس اس کو اپنے اعمال کی کمی پر افسوس ہوگا اور وہ کہے گا کہ اگر کچھ اور دنوں زندہ رہتے تو ہمیں مرکز زیادہ فائدہ ہوتا۔ لیکن اگر یہ افسوس نہ ہو تو صرف حیات جسمانی کے زوال اور دنیا کے چھوٹنے کا کچھ بھی غم نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو کنوئیں سے نکل کر لقمہ و دق میدان میں دولت اور عیش اور خوشی میں پہنچا ہے اور تو مقام رنج و غم اور جلے تنگ سے ایک وسیع جنگل میں منتقل ہوا ہے جو کہ اس کا اصلی اور باقی رہنے والا ٹھکانہ ہے اور دنیا کی طرح جھوٹا گھر نہیں ہے اور جو کہ اصلی شراکی طرح مستی و اذیت کھتا ہے اور مٹی کی طرح اس کی سستی بے حقیقت نہیں اور وہ تو اصلی اور واقعی مقام میں خدا کا مقرب ہے اور اس آفتِ گلی (عالمِ ناسوت) سے جس کو محلِ آلام و تکالیف ہونے کی وجہ سے آتش کہہنا مناسب ہے، جھوٹا ہے پھر اسے جینے کی حسرت اور موت کا رنج کیونکر ہو سکتا ہے۔

پس تم کو دنیا پر خاک ڈال کر اپنی آخرت سنوارنا چاہیے۔ اگر تم اب تک دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی نہیں جیے ہو تو خیر کچھ سانس باقی رہ گئے ہیں ابھی میں اپنی

حالت درست کرو۔ اور اہل اللہ کی موت مرو۔ حق سبحانہ کی رحمت بہت وسیع ہے
 وہ اس حالت میں بھی تم پر رحمت کریں گے پس تم کو بالکل نہ ہونا چاہیے
 اور اسلئے رحمت کا امیدوار رہنا چاہیے اس وقت تم کو ایک واقعہ سناتے ہیں
 جسکی حق سبحانہ کی رحمت کی وسعت اور امید رحمت کی فضیلت ظاہر ہوگی سنو

فَمَا يُرْجَى مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى مُعْطَى النِّعَمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا
 اسی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کے بیان میں جو استحقاق سے ہے، یہ نہیں مانتا کہ
 وَهَذَا الَّذِي يُنْزِلُ الْعَذَابَ مِنْ بَعْدِ مَا قُضُوا وَرَبُّ بَعْدِ
 وہی ہے جو عذابیں برساتا ہے لوگوں کی باورس کے بعد اور بہت سی دلدیاں ہیں
 يَوْمَ قُزِّبَ قُزْبًا وَرَبُّ مَعْصِيَةٍ يَمُوتُ وَرَبُّ سَعَادَةٍ تَأْتِي
 جو قرب پیدا کر دیتی ہیں اور بہت سے عذاب، یہی جو بارگاہِ ہمداد بہت سی سادیاں ہیں
 مِنْ حَيْثُ يُرْجَى النِّقْمُ لِيَعْلَمَنَّ اللَّهُ يُبْدِلُ مِثْلَهُمْ حَسَنًا
 جو اگر گئے حال پر واپس آجائیں تو پھر ان کے جگہ حَسَنًا کی جگہ دیکھ کر حیرت ہو جائے گی

لے ڈرنا بند۔ یہی وہ
 نازل ہوا کہ سب میں جاتا
 ہے۔ وہی مَعْصِيَةٍ پرست
 گناہ بابت بہت حد تک
 ہے اللہ تعالیٰ کی نیکو
 کی نیکو کہ جو نیکو ہو
 کر دیکھ کر حیرت ہو جائے
 برعکس نیکو کہ جو نیکو
 سے نیکو نہ ہو جائیں گے
 تو نیکو نہ کہ جس سے ہمارے
 چاہتے تھے۔

لے ہمہ جہت بند
 انسان پیدا ہوتا ہے نہ
 جو جائیں گے۔ جتنی بھی ہو
 ہی عذاب میں آجاتی ہے
 جسم کا اس میں کچھ نہیں
 جسم کو خوب چھان بین کر
 اور نہیں ہوتا کہ کسی کی
 کسی دوسرے کے جسم کی جانچ
 لے جانچ عالم، عالم کی روح
 عالم میں، عالم کی روح عالم
 میں کچھ جاتی ہے کہ نشانہ
 برآمد آئے جسم کو اس میں
 کے ذریعہ چھان بین لے گی جو
 غلطی نہیں کر سکتا ہے
 جس طرح کہ بیڑ اور اس کا
 بچہ ایک دوسرے کو چھان
 بیٹے ہیں۔ پاؤں پاؤں دیکھ
 میں اپنے جو کہ چھان بین
 ہے۔ صبح، انسان کا سینہ
 سے صبح کو بیدار کرنا
 چھان بین ہے ایسی بڑے
 حشر کو کہہ دو۔

در حدیث آمد کہ روز رستخیز
 حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن
 نفع صور امرست از زردان پاک
 ضرر کا ٹھکانہ خدائے پاک کا حکم ہے
 باز آید جان ہر یک در بدن
 ہر ایک جان میں جس میں واپس آجائے گی
 جان تن خود را شناسد وقت وز
 دن کے وقت مدح اپنے جسم کو چھان بین ہے
 جسم خود را شناسد و درے روز
 اپنے جسم کو چھان بین ہے اور نہیں ہوتی
 جان عالم سوئے عالم میرود
 عالم کی روح عالم کی جانب جاتی ہے
 کہ شناسا کرد شاں علیم را
 کہ جو کہ ان کو عالم خدائے نے شناسا بنا دیا ہے
 پائے کفش خود را شناسد در ظلم
 اہم چیزوں میں پاؤں اپنے جو کہ چھان بین ہے
 اُم آید ہر یکے تن را کہ خیر
 ہر جسم کو مکمل ہو کر آئے
 کہ بر آید اے ذرا تر سزا خاک
 کہ ہے جو خیر، جس سے سزا
 پتو وقت صبح ہو شکر یدین
 جو صبح کے وقت جسم کو شکر آجائے
 زربا بس خود را آید با فروز
 روح کے ساتھ اپنے لباس میں آجائے گی
 جان زر گر سوئے درزی کے روز
 سونار کی مدح، درزی کی جانب جاتی ہے
 روح ظالم سوئے ظالم میرود
 ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے
 چونکہ بڑے و میش وقت صبح
 جس طرح کہ بیدار کرنا اور میرود کے وقت
 چوں نماند جان تن خود را شناسد
 لے منم، اور جس میں جسم کو نہ چھان بینے گی

صبح حشر کو چمک استائے مستیر
اے پناہ کے طالب! صبح بھڑکی جات ہے
آجمنائے کہ جاں پتہ دوسوے طیں
جس طرح دوسوے ہم کی ہمت کی طرف پتہ داز کہ ہے
در کفش نہند نامرغسل و جود
اُس کے ہاتھ میں دیوے کی ہن در صدارت امانت
چوں شود بیدار از خواب او سحر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوگا
گر ریاضت اداہ باشد غمخیز خوش
اگر اُس نے اپنی حالت کی اصلاح کر لی ہوگی
و رہد اودی تمام وزشت کمال
اگر وہ عمل کیا اور بھلا اور گراہی میں تھا
و رہد اودی پاک بالقوی و دیں
اور اگر وہ غل پاک اور تقویٰ اور دیندار تھا
بست ما را خواب بیداری ما
ہمارا سونا اور مال ہمارے لئے
حشر اصف حشر اکبر را نمود
بھولتی قیامت نے بڑی قیامت و گمادی
لیک ایں نامرغیالت نہاں
لیکن یہ امانت غیبات اور پوشیدہ ہے
ایں خیال نہ خیال نہاں پیدا اثر
یہ خیال نہاں چھاپا ہوا ہے آخر پیدا ہوگا
در مہندس میں خیال خانہ
انجمن میں کسی گھر کا تختہ دیکھ
اں خیال از اندول کی پیدائش
وہ خیال اندر سے ابھر آجائے گا
ہر خیال کو کند در دل وطن
ہر خیال دل میں وطن بننا ہے

حشر اکبر را قیاس از بے گیر
بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کر سہ
نامہ پرواز یار و ازیمیں
امانت ہا میں اور ان میں جانب سے پرواز ہوگی
فسق و تقویٰ آنچہ دے خوگر وہ بود
برکاری اور تقویٰ جس کی اس کو عادت تھی
باز اید سونے او آں خیر و شر
وہ بھلا اور بُرا اس کی جانب واپس آجائے گا
وقت بیداری ہمالیہ بد پیش
بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی
چوں غرا نامہ سید یا ہد شمال
قیامت کا پانی اتہ تہرت نامہ صیانت و ہدایت
چوں شود بیدار یا بد و زمینیں
جب بیدار ہوگا اور ان میں ہاتھ میں ہائے
برزشان مرگ و محشر دو گوا
دو گواہ ہیں موت اور محشر کی طاعت پر
مرگ اصف مرگ اکبر را ز دود
بھولتی موت نے بڑی موت کو مانجہ دیا
واں شود در حشر اکبر بس غمال
اور وہ بڑی قیامت میں داخل ہوگا
زیر خیال آنجا برویاند صورت
اِس خیال سے اُس جگہ صورتیں گئیں گی
در دشت چوں در زمینے دانہ
اُس کے دل میں بس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ
چوں زمین کہ زاید از خم زدن
جس طرح زمین اند کے سج ۷۲ دیتی ہے
روز محشر صورتے خواہ شدن
قیامت کے دن ایک صورت چھ

۷۲ آجمنائے قیامت میں
جس طرح روح جسم کی بنا
پتہ داز کہ آئے گی اسی
طرح ۷۲ آجمنائے زمین اور
میں جانب سے پرواز کہے
انسانوں کے پس آجائے
در کشت خروشتہ ہر انسان
کے ہاتھ میں کی نیکیوں
اور گناہوں کے امتیاز سے
پکارتی گے چن خود جب
صبح ہو کر انسان موت کی
خیمہ سے بیار ہوگا جس کی
برخیزد شمس کے پاس پہنچ
جائے گی۔
۷۲ قیامت اگر اُس
نے جاہد کر کے یک حالت
بالی ہوگی تو صبح محشر میں
وہ اُس کے سامنے آئے گی
اور اگر وہ عمل نہیں کیا
اور اُڑت اور گمراہ تھا تو
اُس کا سیاہ اعلان اس
کے ایں ہاتھ میں آجائے گا
تو زہد اگر انسان نیک تھا
بلکہ حق امتیاز میں سوکر
بیدار رہا حشر اکبر میں چلا
میں نہند ہر نامہ مرگ کشتہ
میں سناں مرگ اکبر میں چلا
یکت دنیا میں ہر امانت
فرشتے تیار کر رہے ہیں وہ
ہم سے پوشیدہ ہے قیامت
میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔
ایمانت۔ یہ اعلان نامہ
ہاں پر مشید ہے لیکن
اُس کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا
در زمینیں۔ اُس کی قیامت
ہے کہ بھگت کے دل کے
خیالات آفریں صورتیں
ابتدا کر لیتے ہیں
۷۲ آجمنائے انسان کے
اندول خیالات ظاہری
صورت اختیار کریں گے

قوس کا اصل نامہ ایں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ بست۔ ہمارا سونا اور بیدار ہونا ہمارے لئے
اور بیک قیامت میں زندہ ہوجانے کے گواہ ہیں۔

پُر ز ستر تاپائے رشتی و گناہ
 خرد سے آخر تک بُرائی اور گناہ سے ہر اہل
 آن و غل کاری دُور دیا ہے اُو
 اُس کی مکاری اور چوری سے
 چوں بخواند نامہ خود آنِ ثقیل
 جب وہ برہیل اپنے امانتار کر رہے گا
 پس اُوں گرد چو زداں شود
 تو وہ ذاکن کی طرح سولی کی جانب روانہ ہوگا
 آن ہزاراں محبت و تقارب
 وہ ہزاروں دلیلیں اور بڑے بے
 زحمت دُردی در تنِ خود خاندان
 چو کی کا سامان بدن پر اور اُس کے گھر میں
 پس رواں گرد در زندانِ سیر
 تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب روانہ ہوگا
 چوں مُوکل اُن ملاکِ عیش پس
 فرشتے سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے
 میسرندش بیسارندش نہ پیش
 اُس کو نہ بائیں گے نہ کوئیں نہ چپ و درجے
 میکش پارسر ہر راہ اُو
 وہ ہر راستہ پر پاؤں کی پست ہے
 منتظر می ایستد تنِ میزند
 انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے چپ سادہ جتا کر
 آشکِ میبارد چو بارانِ خراں
 (موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہا تا ہے
 ہر زمانے روتے واپس میکند
 وہ ہر وقت روتا کر دیکھتا ہے
 پیش ز حق امر آید انا قلیم نور
 نور کے نام سے اللہ کی جانب سے حکم آتا ہے
 انتظارِ چیتی لے کانِ شمر
 اسے فکر کی کان! کا ہے انتظار ہے!

تسخر و خنک زدن بر اہلِ راہ
 راہ و طریقت کے اہل کا طاق ڈونے اور تپا ہونے
 و اں جو فرعونانِ انا و انا لے اُو
 اُس کی فرعون کی سی انایت اور بکڑی سے
 داند اُو کہ سوتے زندانِ شکیل
 وہ جان جائے گا کہ قید خانہ کی جانب کب ہوا
 جرم پیدا بستہ راہِ اعتذار
 قصور کھلا ہوا اور مسدود کی راہ بند ہو گئی
 بردہاش گشتہ چوں مساربند
 بڑی کیسل کی طرح اُس کے قید پر ہی گئے
 گشتہ پیدا لک شدہ افسانہ اش
 کُل میں اُنس کا قید ختم ہو گیا
 کہ نباشد خار را ز آتش گزیر
 کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے برابر وہ نہیں
 بودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں
 چپے ہوتے تھے، کوئی کی طرح ظاہر ہوتے
 کہ بروئے سنگ بکشد انا لے خوش
 کہ اسے نکلے اپنے پاخانوں میں جسا
 تابو د کہ بر جہد زراں چاہ اُو
 شاید کہ وہ اُن کنویں سے کود جائے
 بر آئیدے روتے واپس می کند
 کسی امید پر مڑ کر دیکھتا ہے
 خشک آئیدے چو دار و او جواں
 وہ سوائے اُس کے اور کیا خشک گنبد رکھتا ہو
 رُو بد رگا و متقدس میکند
 در گاؤں نقوس کی طرف رجوع کرتا ہے
 کہ بگویندش کہ اے لکڑی خال غور
 اُس سے کہو کہ اے جھوٹے، نیکے!
 رُو چہ واپس میکنی لے خیر و سر
 اے یہوہو! مڑ کر کیوں دیکھتا ہے!

بکڑی و فرعون کی طرح ہوا۔
 تخیل میں جھوٹ سے بھری
 رت کبھی جہنم کی تم
 منہ کھلے ہوئے ہیں اور
 مسدود کا دست بند ہوگا۔
 سہ آں ہزاراں مجھ جھوٹوں
 کے بارے میں تیراں میں ہے
 اُنکو نہ غلطی علیٰ اُفواہیم
 و غلطی اُنہیں نہیں و غلطی
 از جہنم نہ کا خاکِ شکیل
 ۱۰ آج ہم اُن کے قید پر ہر
 گھر میں کے اور ہم سے اُن کے
 بات گفتگو کر کے اُن کو
 کے کارساروں پر اُن کے پاؤں
 گری جائے گی۔
 لے وقت دُردی جیہ کھری
 سے چری کا سامان برآمد
 ہر ہلے تو جرت کتن ہو جاتا
 ہے سیر جہنم کے تباہ شدہ
 خاوار و جواں جسے ہم نے
 کام آئی ہے، چوں خوش جو
 فرشتے پہلے اُس سے پیش
 تھے اب کوئی کی طرح اُس
 پر شکر ہوں گے
 اُس کی بردش وہ فرشتے
 اُس کو جہنم کی طرف بھیجے گی
 پیش میں غائب شدہ ہوگا
 میں جہنم میں جواں کا ختم
 ہے جی کہ وہ جہنم کی کڑ
 جائے سے کہ ۱۰ اور کسی
 آئید پر مڑ کر دیکھو ۱۰ امان
 خزاں موسم خزاں کی بارش
 ہے کہ وہی ہے کہ وہی
 وہ خزاں کا شکر تانے کے
 دربار کو دیکھو گا۔
 ۱۰ پیش اُس جھوٹ کے
 لے ماکڑوں سے غلط ہوگا
 کہ اُس جھوٹے اعمالِ عامہ
 سے نکلے مڑ کر کیوں دیکھتا
 ہے کہ ہوا کا انتظار چو تیرا
 امان بترے بات ہی آچکا

ہے اب بیکار ناں ملے کو
کوئی قائم نہیں ہے اب
جسے مناب کے گزیرے ہوا
ہے ناں دشمن کی کوئی
ایہ نہیں ہے۔

ملے نے قہر اشتعال
گنہگار سے لڑا لگا کرتے
پس کوئی ملے غم سے بے خبر
غیر دولت کی فائدہ مند
کار نہ کرنے لوگ کناف
سے بھرتا ہوا ظالم
کے ہاں سے موت میں
نہ کی جلیں آگے سے
لا مطلب ہے کہ ترانے
مرنے انسان کی کیفیت
کا تصور کے مرتضیٰ
کناں ہر جگہ سے
مطلب ہے کہ جو تھے
پہلے مرے ہی من سے
میں تھا۔

تو تھوڑے گھر میں کھانا
جی ہمارا قاتل سے تو بڑا
چلتا۔ جب تیرے میں کہ تیرے
لدا قاتل قلب سے کہ تیرے
کچھ سمجھ رہی تھی ہے جو کہ
بڑا ہی بائیں جانب سرپ
ہوتی ہے چلتی ہو جوان
خال ملے کی کسی ہے جب
خوئی ملے نہ ساری ضرور
نیر صابر ہوا۔

ملے نے قہر میں ہوا تیرے
کی جانب سے نہ ہو کہ
ایسے سخت طلب میں تھے
کون سے ہوا ہی ٹھیک
جانتے بندہ گوئی اب
گوہر دلچسپ ہوا میں
کر کے جو جی میں غم کی گمان
گئی تھی میں آں سے جو تھے
کو غلام جو رہی تھی تیری
دست تھی تھوڑی سے تھی
دیکھ میں کی کھینچ تھی

نامرات آگست کت آمدت

تیرا ہی احوال ہے خبر سے اتنی
چوں بدیدی نامہ کر دار خوش
جبکہ ترانے ملے کا احوال دیکھ با
بہندہ چوں مول ملے مینہ
پاکو نہ بہندہ ناں ملے کرتا ہے
لے ترا از رنے ظاہر طاعتے
خبر سے اس ظاہر کے اعتبار سے کوئی بدلت ہے

لے ترا در شب مناجات قیام
خبر سے اس رات کی خوشی اور اہل رہنا ہے
لے ترا حفظ زباں ز آزار کس
خبر سے اس کی کوتاہی سے نہای کو کھنڈا لگتا ہے
پیش چوں بود یاد مرگ ز غم خوش
آگے کیا ہوتا ہے؟ موت اور اہل ہاں کن
لے ترا نظر ظلم تو پہنچ خوش
خبر سے اس ظلم سے آہ میری تیرے ہے

چوں ترا زونے کو تر بود دغا
جبکہ تیری ترانہ بچ اور بڑ (دغا) تھی
چونکہ پائے چپے ہی در غم کا
جبکہ تو تھوڑی اور گنہگار میں بائیں ہاں ہوا تھا
چوں جزا سایہ اس کے قدر تو تم
لے تیرے قدر تو لے ابکہ جا تیرا ہے

زین قبل آید خطا بات درشت
اس طرح کے سخت خطا بات آئیں گے
بندہ گوید آنچہ فرمودی بیان
بندہ کہ جو کہ آپ نے بیان فرمایا
خود تو پویشیدی تر بارا حکلم
تو نہ عذر دے ہاں سے اس سے بڑ کر ہوئی گا
لیکے میری دل ز جہاد و صل خوش
میں کو شش اسلحہ نے نسل کے

لے خدا آزار و لے شیطان سرت

لے خدا دشمن اور لے شیطان کے بھاری!
چہ نگری پس میں جو دلی خوش
بچے کیا رکھتا ہے؟ اپنے ہم کی جہاں دیکھ
در خچیں چہ کو امید روشنی
ایسے تیری میں دشمن کی کیا امید ہے؟
لے ترا در رسترو باطن نیتے
خبر سے اس پوشیدہ اندیش میں کوئی نیت ہے

لے ترا در روز میر و صیم
خبر سے اس دن کی ہر خوشی اور بدلتہ رکنا ہے
لے نظر کردن بعبرت پیش پس
خبر سے لے آگے اب دیکھنا ہے
پس چہ ہاشد مردن یا لکیش
بچے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے رسترو کا کرنا
لے دغا گندم نمائے وجو فرشت
لے دغا داز گمیر لے دغا گندم نمائے

راست چوں جوئی ترا زونے جزا
تو جواں کی صبح ترا دگر تو کیوں نکلی کرتا ہے؟
نامہ چوں آید ترا در دست است
تو ہمارا سحر تیرے ہاں اتنی کیسے آگے؟
سایہ تو کج فتدیشیں ہم
سائے تیرا ہے میں نہیں ہاں ہے

کہ شود کہ را از اں ہم کو زشت
کہ اس سے پہاڑ بھی گھبرا جاتا ہے
صد خاتم صد خاتم صد خاتم
میں میں سے شرمناکوں میں شرمناکوں میں
ورنہ میدان فیض تھا العلم
ورنہ تو نہ سائنہ کہم کے نہ ہوتا ہے
از ورائے خیر و شر و کفر و کیش
بھلائی اور بھلائی اور کفر و کیش کے

وز نیاز عاجزانہ خوشیستن
 ہوا ماہانہ نسیادندی کے ساتھ
 بودم امیدے محض لطف تو
 بے تیرہ ہی ہرانی سے امید تو
 بخشش محض ز لطف بے غرض
 بغیر ہلے کی ہرانی سے خاص بخشش
 روپس کردم بدای محض کرم
 میں کس خاص کرم کی طرف مڑا
 سوائے آں امید کردم زئے خوش
 اس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے
 خلیعہ ہستی بدادی را لگاں
 کرنے مفت و دجہ کا لباس عطا کیا
 چوں شمار دجرم خود را و خطا
 جب وہ اپنے جرم اور خطا گناہے کا
 کاے ملا تک باز آیدش بیا
 کراے فرشتہ اس کو تھامے پس را ہی لگاؤ
 لا ابالی و آزادش کنیم
 بے پردائی سے ہم اس کو آزاد کر دیں گے
 لا ابالی مگر کے باشد مباح
 بے پردائی اس کے لئے مناسب ہے
 آتش خوش بر فروزم از کرم
 ہم کرم سے ایک آتش پاک روشن کر دیں گے
 آتش کو شعلہ آتش کمتر شرار
 وہ آگ جس کے شعلے کی چہرہ ہی چھکاری
 شعلہ درنگاہ ابانی ز نیم
 ہم ابانی غیر ۲۰ میں آگ کا دیں گے
 ما فرستادیم از جہنم
 ہم نے تیرے آسمان سے بھیجیں گے
 خود چہ باشد پیش نور مستقر
 مشتعل نہ کرے سائے خود کیا ہے!

وز خیال و دہم من یاد چون
 اپنے یاد کی یاد میں خیال اسد میں ہے
 از درائے راست باشی یا عتو
 مسیح زدگی یا سرکشی کے مصلاد
 بودم امیدے کریم بے غرض
 اسے بے غرض سنی: بے امید تو
 سوائے فعل خوشیستن می ننگرم
 میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں
 کہ وجود دادہ از پیش بیش
 کرتے مجھے پہلے وجود سے ناواقفیت
 من ہمیشہ معتقد بودم براں
 میں ہمیشہ اس پر ہر دوسرے رکھتا تھا
 محض بخشایش و آید و عطا
 خاص بخشش، عطا میں لگ جاؤں
 کہ بدتش چشم دل سوائے رجا
 کیونکہ کل آنکہ اور دل امیدوار مطلقا ہیں
 و اں خطا ہا را ہمہ خط برزیم
 اور اسی سب خطوں پر تسلیم پیر دیں گے
 کش زیاں تو ز جرم و اصرار
 جس کو شکی اور بدی سے کلی نقصان پہنچے
 تا نماند جرم و زلت بیش و کم
 تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی ہے نہ زیاد
 می بسوزد جرم و جبر و اختیار
 خطا اور جبر اور اختیار کو مقرر کرے
 خارا گلزار روحانی کنیم
 کائنات کو روحانی جہنم بنا دیں گے
 کیسا بھلا لکھ اعمال کھ
 وہ تھا ہے لئے بھلائے اعمال کی اصلاح کرنا پڑے
 کز و فتر اختیار و البشہ
 اگر البشہ کے اختیار کی شان و شوکت

لے ہر دم میری نسید
 تیرے اس کرم سے وابستہ
 ہے جو کس میں رہنے اور
 بخش سے بے نیاز ہے ہی
 مجھ کو تیرے اس کرم کو
 دیکھتا ہوں اپنے اعمال اللہ
 اعمال کو نہیں دیکھ رہا ہوں
 غفلت کرتے ہیں جو مدعا
 کیا قادر تیرے صفت کرم تھا
 روز جس سے پہلے نیک
 اعمال کہاں تھے۔
 جسے جس شامہ جب
 گنہگار رہی تھا نہیں گناہ
 تو خاص بخشش ملاحظہ
 کر دے گی کہ ہے۔ اذ قلنا
 وہ کو مکر کرنے کا جو کہ
 اس گنہگار نے ہمارے بخشش
 سے امید و ایتہ کی ہے لہذا
 اس کو جہنم کی جانب سے
 واپس لے آؤ۔ لا ابالی ہم
 اس کی تمام خطا میں معاف
 کرتے ہیں اور ہمیں کوئی جرم
 نہیں ہے کیونکہ ہم بے پردہ
 ہیں نہ پردہ ہوتا ہے
 جس کو کسی کی نیکی اور بدی
 سے کوئی نقصان پہنچ سکے
 آتش خوش ہمہ کرم
 کی وہ آگ جو کرم اور جرم
 اور خطا کو مٹا کر ناکارہ بناتی
 ہے جیسے شمع کا و شعلہ جہنم
 پاکیزہ ہے یا آتش اللہ یعنی
 آتش اللہ اللہ و نور اللہ
 سویدم لکھ لکھ اعمال کھ
 سویدم لکھ لکھ اعمال کھ
 سرسودا سے ہر کرم کی مثال
 کہ اور نیک بات کہہ رہا ہوں
 اعمال کو شمار دیکھ اور جہاں
 ہے تھامے کراہی بخش رکھ۔

لے خود ہمیشہ جسمتہ
افعال انسان ہیں وہ منظر
صفات و اسباب و افعال
ہیں احوال اعتبار سے ان
میں ایک نور ہے لیکن چونکہ
ان کا صدور بندہ کے اختیار
سے ہوا ہے اس ماضی کو
سے ان میں جسم و احوال
پیدا ہو گئی ہے جب حضرت
حق تعالیٰ اپنے کرم سے اس
اختیار کی نسبت کو مقرر فرما

گوشت پارہ آلت گویائے او
گوشت کا ایک ٹکڑا اس کے رونے کا آدہ ہے
بسمع او آں دوبارہ استخوان
ہڈی کے دو ٹکڑے اس کے سننے کا آدہ ہیں
کرنگی و از قندر آگندہ
نوکسندہ سے بھرا ہوا ایک کیسٹھا ہے
از منی بودی منی را واکدار
زمن سے پیدا ہوا تھا عروہ کر چھوڑ

پیر پارہ منظر بینائے او
چربی کا ٹکڑا اس کے دیکھنے کا آدہ ہے
مدرکش و وقطرہ خون یعنی چناں
خون کے دو قطرے میں دل لکھے ہیں آدہ ہیں
ظمطر اقی و درجہاں افکنہ
قرنوں دینا میں دھوم پسا رکھی ہے
اے ایازاں بوئیں را یاد دار
اے ایازا اس بوئیں کو یاد رکھ

زبان کا زور اور ہوشیاری
ان احوال میں جسم و احوال
صفت یا نور ہے کہ گویا
مروارید کے جس اختیار
قدارت اور صفت کا
نور ہے اور آں نور کا
اختیار کسی ایک زبان کا
ہے کہ نور کے نور
میں اختیار کا نور کی صورت
معلوم رہے ہے اور جس
صورت میں اختیار
کان کا نور و نور کی روئے
ہے جو کہ صفت ہی
اختیار کا نور کی روئے
نے ان نوروں کے ہر ایک
نور کے اختیار کی صفت
ظاہر کی۔ انہوں نے جس
نور سے بنا ہے جس نے ظہور
دیا ظہور ان نوروں میں
ہے کہ آئینہ چکا لانی
و جس نور سے نور کا نور
ہے کہ اس سے ظہور ہوا
اور ان کے اختیار کی صفت
ظاہر ہے

شرح

حدیث شریف میں آیلے ہے کہ قیامت میں ہر جسم کو حق تعالیٰ کا حکم
ہوگا کہ اٹھو اور محاسبہ کے لیے تیار ہو۔ یعنی برد ز قیامت نفع و
ہوگا جس مردے اٹھیں گے اور یہ نفع و ضرر میں خدا کا حکم ہے کہ اے منتشر ذرّہ جمع ہو
اپنی قبروں سے اٹھو۔ خیں تو اس وقت ہر ایک کی جان اپنے قالب میں چلی جائیگی
اور یوں چلی جائیگی جیسے صبح کے وقت جسم میں ہوش آجاتا ہے جو کہ نیند کے سبب
اس دور ہو گیا تھا۔

دیکھو! جب دن ہوتا ہے تو جان اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اس میں چلی
جاتی ہے وہ اپنے جسم کو پہچانتی اور اسی میں جاتی ہے نہ کہ دوسرے میں۔ چنانچہ سنار
کی جان دندڑی کے قالب میں نہیں جاتی اور عالم کی جان عالم ہی کے جسم میں جاتی ہے
اور ظالم کی روح ظالم ہی کے قالب میں جاتی ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ کو ہر جسم اور ہر روح
کا علم ہے اور اس شخص اپنے علم سے ادراغ کو بھی حسد دیتا ہے اور انھوں ان کے اجسام سے
واقف کر دیا ہے۔

اسلئے روح اور قالب کی ایسی مثال ہو گئی ہے جیسے بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ کہ جب صبح ہوتی ہے تو ہر بچہ اپنی ہی ماں کی طرف دوڑتا ہے دوسری بھیڑ کی طرف نہیں جاتا۔ اسی گھپ اندھیرے میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے تو روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی خود پہچانے گی۔ پس تم کو حشر اجساد پر کوئی اشکال نہ ہونا چاہیے کیونکہ دنیا میں اس کے نظائر مشاہد ہیں چنانچہ صبح جس کو ہم ہر روز دیکھتے ہیں قیامت صفت ہے پس قیامت کو بھی یوں ہی سمجھنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ جس طرح ہم اپنی خواب گاہوں سے اٹھتے ہیں یوں ہی قبروں سے اٹھیں گے اور جس طرح صبح کیونکہ ہماری ارواح پر اجسام ملتے نہیں ہوتیں یوں ہی قیامت میں بھی ملتے ہوں گی۔

القصد قیامت ہوگی اور مردوں کی ارواح اپنے اپنے جسم میں جائیں گی۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جوں ہی آدمی کی روح اپنے قالب میں آئیگی اس کا نامہ اعمال بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اڑ کر اس کے ہاتھ میں آجائے گا۔ اور نعل یا سخاوت فریق یا پرہیزگاری۔ غرض کہ جو کچھ بھی وہ دنیا میں کرتا تھا اس کی مکمل اور مفصل فہرست اس کے ہاتھ میں دیدی جائے گی۔ اور یہ امر بھی ناقابل استبعاد و انکار ہے کیونکہ اس کے نظائر بھی دنیا میں مشاہد ہیں۔

دیکھو! جب آدمی صبح کو سونے سے اٹھتا ہے تو اس کی بھلائی بُرائی اس کے سامنے آجاتی ہے مثلاً اگر وہ ریاضت کا خوگر تھا تو وہ بیداری کے وقت ریاضت کو اپنے سامنے پاتا ہے اور اگر ناقص اور برا اور مبتلائے گمراہی تھا تو ماتم کی طرح سیاہ نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں آتا ہے اور اگر وہ پاک اور متقی اور دیندار تھا تو جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پاتا ہے۔ القصد آدمی جس بات کا عادی ہوتا ہے جب سوکر اٹھتا ہے تو اسی بات کا خیال اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور یہ گویا کہ اُس کا نامہ اعمال ہے جو اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں آیا ہے۔ پس

کا امتحان ہو رہا ہوگا اور قلوب کی حالت جسم میں تو یوں چسکتی ہوگی جیسے کہ قندیل میں سے
 پانی کا پانی ہونا اور تیل کا تیل ہونا ظاہر ہو۔ یا خاک سے سبزہ اُگے ہوں اور صحرائے
 بہار پیاز اور زعفران اور پوست وغیرہ سے سرسبز ہو۔ پس ان میں سے کوئی خیال
 کر کے کہ ہم متقی ہیں آج ہم کو کچھ خوف اور غم نہیں۔ خوشی و خرم ہوں گے اور کچھ تشنہ
 کی طرح ندامت سے سر جھکائے ہوں گے اور مارے خوف سے آنسوؤں کے نالے
 بہتے ہوں گے اور پائدار خوف کے سبب سخت انتظار میں ہوں گے اُن کی آنکھیں انتظار
 میں کھلی کی کھلی رہ گئی ہوں گی کہ ایسا نہ ہو کہ نامہ اعمال بائیں طرف سے آجائے۔ یہ لوگ انہیں
 بائیں دیکھتے ہوں گے کیونکہ وہ سمجھتے ہوں گے کہ صحیح نوشتہ تقدیر میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی
 (خلاصہ یہ کہ وہ جانتے ہوں گے کہ تقدیر کا لکھا پورا ہوگا اسلئے وہ سخت پریشان ہونگے
 کہ دیکھنے کیا ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ حیران و پریشان داییں بائیں دیکھتے ہوں گے)
 اسی حالت میں ایک شخص کے ہاتھ میں نامہ اعمال آئے گا جس کا دل جرات سے سیاہ اور
 جو کہ فسق و فجور سے لبریز ہوگا اس میں کوئی بھلائی اور کوئی خوبی نہ ہوگی اور اس میں مجر
 اہل الشر کے دل کے ستارے یعنی اُن کی مخالفت کرنے کے اور کوئی بات نہ ہوگی۔ اور وہ
 سر سے پاؤں تک برائیوں اور گناہوں یعنی اہل الشر کا مذاق اڑانے اُن پر تالیاں بجانے،
 دغا بازی، چوری اور فرعون کی سی خودی وغیرہ سے بھرا ہوگا یہ شخص جب اپنا نامہ اعمال پڑھے
 گا تو سمجھے گا کہ بس اب جیل خانہ جانا ہوگا اس کے بعد یہ شخص بحکم الہی دوزخ کی طرف یوں
 روانہ ہوگا جیسے چور سولی کی طعش جاتے ہیں اس کا جرم ظاہر ہوگا اور معذرت کی راہ
 مسدود ہوگی۔ اور اس کی وہ ہزاروں محبتیں اور بیہودہ گفتگوئیں جو وہ دنیا میں
 کیا کرتا تھا اسکے منہ پر شیخ کا کام دیتے ہوں گے اس کو لب کشائی کا موقع نہ دیتے
 ہوں گی اور چوری کا مال اس کے جسم اور گھر سے برآمد ہو چکا ہوگا یعنی جرم اس پر بخوبی
 ثابت ہو چکا ہوگا اسلئے اس کا ایسا نہ بریت و صفائی معدوم ہو چکا ہوگا۔
 لہذا وہ جیل خانہ کی طعش روانہ ہو گیا ہوگا کیونکہ وہ کاٹا ہوگا اور کاٹا ٹالا
 آگ میں جلتا ہے فرشتے سپاہیوں کی طرح اسکے آگے اور پیچھے ہوں گے جو کہ پہلے مخفی

تھے اور اب ظاہر ہوں گے جیسے کہ کو تو ال کی حالت ہوتی ہے کہ وہ طرہوں کی گرفتاری کے تحت اول جھپٹتا ہے اور جب وہ اسکی زد میں آ جاتے ہیں تو فوراً بکل پڑتا ہے الغرض وہ اسے لے جاتے اور تکلیف کے حوالہ کرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ادا کئے! اپنے گھڈان کو چل مگر وہ شخص رستہ میں پاؤں ملتا چلتا ہوگا۔ بدیں امید کہ شاید وہ اس کنوئیں (مصیبت) سے نکل جائے۔ کسی انتظار میں خاموش کھڑا ہو جائے گا اور کسی توقع پر پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے گا۔ اور موسم خزاں کی طرح بے سود آنسو بہانا ہوگا کیونکہ اسکی پاس بجز خالی پھیلکی امید کے اور کچھ نہ ہوگا۔ غرض کہ وہ ہر وقت منہ موڑ کر دیکھتا ہوگا اور درگاہ حق سبحانہ کی طرف منہ کرتا ہوگا پس حق سبحانہ کی طرف سے یعنی اقلیم نور سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم اسکو کہو کہ او بطلال اور کسوت اعمال حسنہ سے ننگے اور برائیوں کی معدن تھے کس بات کا انتظار ہے اور او بے ہودہ تو بار۔۔۔ بار پیچھے مڑ کر کیا دیکھتا ہے۔ اے دشمن خدا او مطیع شیطان! تیرا نامہ اعمال تو وہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آچکا ہے اور جس کو تو دیکھ چکا ہے پس جبکہ تو اپنے نامہ نامہ اعمال کو دیکھ چکا ہے جس میں کوئی بھلائی ہے ہی نہیں تو پھر مڑ کر کیا دیکھتا ہے اتنے تھے اپنا اعمال کا بدلہ دیکھنا چاہیے۔ اور فضول بار بار کیوں بھٹکتا ہے۔ اس کنوئیں میں روشنی کی توقع کہاں ہے کیونکہ نہ تو ظاہری ہی تیرے کوئی طاعت ہے اور نہ تیرے باطن میں کسی اچھے کام کا عزم مصمم ہے اور نہ رات میں تو نے مناجات اور قیام کیا ہے اور نہ دن میں معاصی سے پرہیز اور روزے کئے ہیں اور نہ تو نے اپنے زبان کو لوگوں کی دل آزاری سے روکا ہے اور نہ تو نے آگے پیچھے عبرت سے نظر کی ہے آگے سے کیا مراد ہے اپنی موت کو یاد کرنا اور پیچھے سے کیا مقصود ہے یاروں کا پہلے مرجانا یعنی نہ تو نے کبھی موت کو بطور خود یاد کیا ہے کہ ایک روز ہمیں مرنا ہے اس کے لیے کچھ سامان کرنا چاہیے اور نہ تو نے دوسروں کی موت سے عبرت پکڑی ہے اور نہ تو نے کبھی ظلم سے تضرع و زاری کے ساتھ توبہ کی ہے۔

پس اے دغا باز گندم کا جو فردش! جبکہ تیرے ترازوئے عمل میں کمی اور دھوکا

تھا۔ تو تو ترازوئے عوض کو راست کیسے چاہتا ہے اور جبکہ تو بے وفائی اور کسی طاعت میں بایاں پاؤں یعنی ناقص تھا۔ تو نامہ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں کیونکر آئے اور تو منسور کیونکر ہو۔ اور جبکہ جزا کو اعمال سے وہی نسبت ہے جو قد کو سایہ سے تیلے ٹیڑھے قدر لے اور بد عمل! تیرا سایہ تیرے آگے ٹیڑھا ہی پڑیگا اور تجھے جزا اعمال کے موافق ہی ملے گی۔

غرض کہ اسی قسم کے سخت سخت خطاب ہوں گے جس کی ہیبت سے پہاڑ بھی جھک جائے اس کے جواب میں وہ شخص عرض کر گیا کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے میں اس سے بھی سو گنا برا ہوں اور آپ نے اب تک میری برائیوں کو اپنے حلم سے چھپایا تھا۔ ورنہ میرے عیوب کو آپ اپنے علم کامل سے بخوبی جانتے تھے۔ لیکن اے کوشش اور اپنے فعل سے الگ اور اپنی برائی بھلائی اور کفر و ایمان اور اپنے عاجزانہ نیاز اور اپنے بلکہ مجھ سینکڑوں کے وہم و خیال سے باہر۔ مجھے آپ کی عنایت محسنہ کی امید تھی خواہ یہ میری امید بجا ہو یا سرکشی۔ اور اے کریم بے عرض! مجھے آپ کی بے عوض عنایت سے بخشش محسنہ متعلینہ علی العمل کی توقع تھی۔ پس میں اس کرم خالص کی طرف منہ موڑتا ہوں اور اپنے افعال کو نہیں دیکھتا اور میں اس امید کی طرف رخ کرتا ہوں جو آپ کی اس عنایت سے ناشی ہے کہ آپ نے مبداء مجھے وجود اور خلعت ہستی مفت اور بے عوض عطا فرمائی تھی اور جس پر میں ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں تھا۔ غرض کہ جب وہ اپنے جرائم اور خطائیں گنائے گا اور ان کا اعتراف کرے گا۔ تو حق سبحانہ! بخشش صرفہ دینے پر آمادہ ہونے لگے اور حکم ہوگا کہ اے فرشتو! اسے ہمارے پاس واپس لے آؤ کیونکہ اس کی آنکھ اور اس کا دل دونوں امید رحمت کی طرف متوجہ تھے ہم اس کو آزادانہ اپنے اختیار شاہی سے آزاد کرتے ہیں اور اس کے جرائم کو اور جس کو نہ جرم سے ضرر ہو۔ اور نہ صلاح سے فائدہ۔ ایسی کو آزادی جائز ہے اور جو کچھ وہ کرے اس کو حق ہے اور ہماری شان یہ ہے لہذا آپ کو آزادی جائز ہے اگر ہم ایک سزا یا جرم و گناہ کو بالکل معاف کر دیں اور سزا یا طاعت کو جہنم میں بھیج دیں

تو ہم کو حق ہے۔ اور ہمارا یہ فعل بالکل ٹھیک ہے اور مجھ پر کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔
 لایسٹل عثمٰ یفعل وہم یثعلون۔ ہم اپنے کرم کی آتش کو سویہاں تک مشتعل کر سکتے
 ہیں کہ خطا و قصور کا نام و نشان نہ رہے اور ایک قلم سب کو معاف کر سکتے ہیں اور ہم
 وہ آگ مشتعل کر سکتے ہیں جس کا ادنیٰ شعلہ تمام جرائم اور جبر و اختیار کو بحسم کر دے
 (فاکدہ: جبکہ مراد جرم ناشی از جبر اور اختیار سے مراد جرم ناشی از اختیار ہے
 اور یہ تشریح ہے جرم کی یعنی ہم تمام جرائم کو معاف کر سکتے ہیں خواہ وہ عقیدہ جسے ناشی
 ہوں یا عقیدہ اختیار سے واللہ اعلم)

اور ہم خانہ انسانی میں آگ لگا سکتے ہیں اور خار کو گلزار روحانی بنا سکتے ہیں یعنی
 ہم آدمی کی قلب ماہیت کر کے اسکی صفات ذمیرہ کو تبدیل یہ صفات حمیدہ کر سکتے ہیں
 چنانچہ ہم نے بالائے عرش سے ایک ایسی کیمیا بھیجی تھی جو بندوں کے اعمال کے نقصان
 کی اصلاح کر کے انکو کامل بنا سکتی تھی اور ہم نے کہہ دیا تھا یا ایہا الذین امنوا
 اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیداً ۱۱ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم
 اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کا ارشاد نہایت بجا ہے اور وہ یقیناً کایا پلٹ
 کر سکتے ہیں کیونکہ اس نور دائم کے۔ یعنی حق سبحانہ کے سامنے آدمی کے اختیار کی شان و
 شوکت کیا حیثیت رکھتی ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ جس زبان سے وہ بولتا ہے وہ ایک گوشت
 کا ٹکڑا ہے جس میں گویائی کی قوت حق سبحانہ نے عطا فرمائی ہے۔ اور جس آنکھ سے وہ دیکھتا
 ہے وہ ایک چربی کا ٹکڑا ہے جس میں دیکھنے کی قوت حق سبحانہ نے رکھی ہے۔ اور جس
 کان سے وہ سنتا ہے وہ ہڈیوں کے ٹکڑے ہیں جس کو قوت سامع حق سبحانہ نے
 عطا فرمائی ہے اور جس دل سے وہ ادراک کرتا ہے وہ چند خون کے قطرہ ہیں۔
 جس میں قوت ادراک حق سبحانہ نے دوایت رکھی ہے پس وہ جب چاہیں بنا
 سے قوت گویائی آنکھوں سے قوت بینائی۔ کانوں سے قوت شنوائی دل سے قوت
 مدد کر سلب کر سکتے ہیں۔ چلیے خاتمہ ہوا اختیار انسانی کا۔ بہت جیب اختیار انسان
 حق سبحانہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور آدمی اپنے اختیار ہی سے برا یا بھلا

نہتا ہے تو پھر اس کے قلبِ ماہیت کو دینا۔ اس کے نزدیک کون سی بڑی بات ہے۔ اس مضمون کو ختم کر کے مولانا مضمونِ ارشاد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے انسان اتیری یہ تو حالت ہے کہ تو ایک معمولی کیڑا اور وہ بھی گندگی سے بھرا ہوا ہے مگر تو نے جہاں میں اپنی دھوم مچا رکھی ہے اور تو ایسا بنا ہوا ہے جیسا کہ نَعُوذُ بِاللّٰہِ تو رہی خُدا ہے۔

یہ حرکت تیری نہایت نازیبا ہے تو منی سے گندہ اور ناپاک چسپنہ سے پیدا ہوا ہے۔ پس تو خودی کو چھوڑ! اور اے ایاز! تو اپنا پُرانا پوستین یاد رکھ یعنی اے انسان! تو اپنی حالت سابقہ کو نہ بھول۔ اور حق سبحانہ کے سامنے تذلل اور تمسک اختیار کر اور خودی و سرکشی کو چھوڑ! جو کہ ہمارے قتل اے ایاز! ان پوستین را یاد دار۔ اشارہ تھا ایک قصہ کی طرف اس لیے اب ہم اس قصہ کو بیان کرتے ہیں اور حسب توقع اس کے مفید نتائج بھی استنباط کریں گے اور وہ قصہ سنو۔

قصہ از وحجرہ داشتن اوجہت چارق و پوشتین و
انڈاور افس کے چہل اور پوشتین کے لئے مجبور تھے ساتھ اور افس کے
گماں بردن خواجہ تاشاں کہ اورادراں حجرہ دینے آ
ساتھیوں کا مکان کرنا کہ افس حجرے میں اس کا خزانہ ہے دہانہ
بسبب محکمی دُر و گرانی قفل و رفتن اُوبدیاں جا
کی منبری اورتا کے کے ہماری ہیں اور افس کے دیاں جانے کی وجہ سے

آل ایا از زیر کی انیغتہ
ایاز از انت سے ہمسرا ہوا تھا
میر و دہر روز در حجرہ خلا
میسر و دہر سے میں روز گزارتا تھا تھا
شاہ را لغتند او را حجرہ ایست
انھوں نے بادشاہ سے کہا اس کا حجرہ ہے
یوستین و چار قش آوغختہ
اس نے اپنی پریشیں اور چھٹی ٹھکان کی تھی
چار قش اینست منکر در علا
خبری ہے یہی ہے ہندی پر نقشہ ذکر
اندرا آنجا از وسیم و حجرہ ایست
وہاں سونا چاندی اور نیشا ہے

تلاوتِ قرآن اور اذانِ نماز کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اذان پڑھنا ایک ایسا عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اذان پڑھنا ایک ایسا عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے نوازا کرتا ہے۔

تعمدہ ایازہ ایک انسان کا بھی اصل و حقیقت کو اس طرح پیش نظر رکھنا چاہیے

جس طرح ادا اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا تھا۔ آج ادا باز جوش ملیح آباد کی ایک نئی فلم کا قلمیہ سر کرنے لگی اس کا منسوب زین، وزیر علی تھا جو کھن کا پوتا تھا اس نے اپنی خصوصی حالت کی بدترین ادراک پس، ایک مجسمے سے دکھائی نہیں۔ چاہے۔ ایک سرکاری کپڑے میں جو جلی درگہ پہنتے تھے۔

پہلے شاہ بدشاہ نے کب
 خوب ہے اس نے ہم سے
 چمکا کر دولت کیوں سج کی
 ہے جس بادشاہ نے ایک
 وزیر کو شان کیا کرت میں
 جا کر اس جبرے کا دروازہ دروازہ
 اندر گیس جاؤ ترشا جس جو
 میں جو کچھ ملے وہ چارے
 تیار کرنا۔ ہر کوئی ایاز کے
 اس راز کو دلوں سے کھینچنا
 آتین۔ ہمارے اس کم کے
 بہتے ہوئے اس نے ہر
 چھپا کر مال کیوں میں کیا ہے
 مٹی تابی۔ ہم سے دعا داروں
 اور مشن کا دم ہر ہے اور
 گہیں دکھا کر خوش کرتا
 ہے یہی دھوکا زئی کرتا ہے
 ملے تیرک جو مشن کا دھوئے
 کرے ہر محبوب کی لالی کے
 عداوت کے لئے ہر چیز کفر
 بن کر ہے یہ شب امن زور
 نے لے کیا کہ آدمی مانتا کرتی
 ہر سے کہ آدمی بیکر شہرہ
 بدعا اور بول دیکھ پستوان
 یعنی کہ جس مشن کرتی گوشہ
 ہل چہ تانے زور میں ہو
 میں سونا درکنار مشن اور میں
 اور موت میں ہے۔
 ملے خاص۔ چکر ایاز شاہ کا
 خاص خدائی ہے اللہ شاہ کی
 جان بنا ہوا ہے اور شاہ ۲
 مشن ہے تو اس کے خوان
 میں و عشق اور ہر کہ میں
 کا تہ ہے عشق مشن
 میں ایاز۔
 ملے شاہ۔ شاہ نے ایاز کا
 جو وقت کے ہے میں
 جو حکم دیا وہ میں بنا ہے
 زور ایاز کی روکن کی لالی
 ہے شاہ ایاز سے لگان
 ہر گنا تھا بلکہ میں نے ہم

راوی ندید کسے را اندر و
 وہ اس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے
 شاہ فرمودے عجب آں بند را
 شاہ نے کہا تعجب ہے اس ظلم کا
 پس اشارت کر دیرے زا کر و
 پھر میں نے ایک سر را کر اشارہ کیا کہ
 ہر چہ یابی مثر تریغنا مشن کن
 تو جو کچھ پائے تیرا ہے اس کو ٹٹ لے
 باچنیں اگر ام و لطف بے عذر
 ایسے اعزاز اور بے شمار ہر انہوں کے باوجود
 مینا یاد و وفا و عشق و جوش
 وہ دانا اور مشن اور جوش دکھاتا ہے
 ہر کہ اندر عشق یا بند زندگی
 جو مشن عشق میں زندگی ماسل کرے
 نیم شب آں میر باشتی معتد
 اس امیر نے آدمی مانتا کرتی میں کیسا
 مشعلہ بر کردہ چندیں پہیلوں
 چند بسا اور عشقیں سنے ہوئے
 کامر سلطانست بر حجرہ نیم
 کہ بادشاہ کا تہ ہے کو ہم حجرہ وٹ میں
 آں یکے میگفت ہے چہ جانزد
 ایک کہنا تھا سونا کیا بڑا ہے
 خلی خاص مخزن سلطانست
 وہ شاہی خوان کا خاص الام ہے
 چہ محل دار و بیش آں عشیق
 اس مشن کے آگے کا وقت رکھتا ہے
 شاہ را بروئے تیرے بدگیاں
 ایسا کہ اس پر بدگیاں نہ تھی
 پاک نیتش از ہر عشق و غل
 وہ میں کہ ہر کرٹ اللہ سے ہے ایک کہنا تھا

بستہ میدارد ہمیشہ آں در او
 وہ ہمیشہ اس دروازے کو بند رکھتا ہے
 چہ بود نہان و پوشیدہ ز ما
 ہم سے چھپا اور ڈھکا کب ہوگا؟
 نیم شب بکشاے در و حجرہ شو
 آدمی رات کو دروازہ کھولے پھرے میں چلا جا
 برتر اور بر بنیہاں فاش کن
 اس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے
 از لیسیم سیم و زربینہاں کند
 کہیں میں سے پانڈی اور سونا چھپا ہے
 وانکہ او گندم نمائے و جو فروش
 ہر وہ گہیں دکھائے والا اور جو بیچے والا
 کفر باشد پیش او جز بندگی
 اس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے
 در کشاد حجرہ اورائے زد
 اس کے حجرے کو کھٹاٹے کیا
 جانب حجرہ روانہ شاہان
 خوش غرضی حجرے کی جانب روانہ ہوئے
 ہر یکے میان زر و زرش گیسم
 ہم سے ہر ایک سونے کی تیل میں ہی دالے
 از عقیق و لعل گوی و از گہر
 عقیق اور لعل اور موت کی بات کر
 بلکہ انہوں شاہ را خود جان بستو
 بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے
 لعل و یاقوت و زمرد و عقیق
 لعل اور یاقوت اور زمرد و عقیق
 تھوڑے مسکروں پر امتحان
 وہ آدمی اس کے لئے غلام کر دیتا
 باناز و جمش ہی لرزید دل
 جس پر ہے اس کا دل لرزنا تھا

کہ مبارک اکا میں بوند خستہ شود
 کہ نہ خواستہ رنجیدہ ہو
 این نہ کرد است او در گریز او روتا
 اس نے یہ کیا ہوا اور اگر کیا ہے تو باز ہے
 ہرچہ مجھ کو کند من کردہ ام
 ہر چیز مجھ کو کر کے وہ میں نے کیا ہے
 باز گفتمے دل از اس نخوئے و فصال
 پھر کہتے اس فطرت اور عادت سے بید ہے
 از ایاز اس خود حال سٹ عبید
 ایاز سے یہ خود ناگہی اور ہمسر ہے
 ہفت دریا اندو یک قطرہ
 ساتوں سمندر اس کے اند ایک قطرہ ہیں
 جملہ پاکہا از اس دریا بزند
 سب اس دریا سے پاک مہل کرتے ہیں
 شاہ شہانست و بلکہ شاہ ساز
 وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ مگر ہے
 چشمہائے نیک ہم ہرے بہت
 بھل نکلیں ہیں اس پر بڑی ہیں
 یک دہاں خواہم بہت فلک
 آسمان کی چوڑائی وہ ایک منہ پاتا ہوں
 دروہاں یا کم چنیں و صد چنیں
 اور اگر میں ایسا دریاں چھریں تو منہ ہوں
 اینقدر ہم گرگویم اے سند
 اے سمندر اگر میں اتنا ہی نہ کہوں
 شیشہ دل را چونازک دیدہ ام
 جو کہ میں نے دل کے شیشہ کو ناکر ہوا
 منہ شہر بہر ماہ نہ روزا نے منم
 اے محبوب ہمیں بہت کے شہر میں ہیں

من خواہم کہ برو خملت رود
 میں خواہاں نہیں ہوں کہ اس کو شرمندگی ہو
 ہرچہ خواہد گوین مجھ کو بہت
 کہ جسے وہ چاہے کہے ہانا یا پار ہے
 او منم من اوچہ گرد پر کردہ ام
 وہ میں ہوں میں وہ اگرچہ میں ہوں میں ہوں
 انجنیں تخلیط را ز رشت خیال
 اس طرح کی گڑبڑ کو کس اور ہم ہے
 کوئے دریاست قعرش ناپدید
 کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تھا نہیں ہے
 جملہ ہستیہا ز ہر شس ذرہ
 تمام ہستیاں اس کی بہت کا ایک ذرہ ہیں
 قطرہ ایش یک بیک مینا گرد
 اس کا ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے
 وز برائے چشم بدناش دل یاز
 نظر رکھ کر وہ ہے اس کا نام ایاز ہے
 از رہ غیرت کہ کھنش بجزت
 غیرت کی وجہ سے کیونکہ اس کا منہ ہم ہے
 تا بگویم وصف آن شک ملک
 تاکہ میں شک و دھوکہ کی تعریف کر سکوں
 تنگ آید در بیان آں امیں
 اس امانت دہ کے بیان میں تنگ ہوا میں
 شیشہ دل از ہضم فی بشکند
 کیونکہ اس کے دل کا شیشہ ٹوٹ جائے
 بہر تکیں بس قبا بدیدہ ام
 تکیں کے لئے میں نے بہت سی قبا بھی پاک کی ہیں
 بے گساں باید کہ دیوانہ شوم
 یقیناً دیوانہ بن جاتا ہوں

کے ذریعہ میں لوگوں کو آزمائے
 کے لئے خان کا تھا پاک
 بادشاہ ایاز اس کی بہت سے
 پاک سمجھتا تھا کہ یہ ہر شاہ
 کا دل لرز رہتا کہ اگر نہ ہو
 ان کوئی کی بہت میں
 نکل کر ایاز کوست لگا رہا
 اسے ایاز کوست شاہ
 پہی کہتا تھا کہ ایاز نے فرج
 خزان میں نہیں کیا ہے اور اگر
 کیا ہے تو چھوڑ کر میرا
 ہے اس کا جی چاہے کہے
 ہرچہ اگر اس نے خواہی
 جہم کیا ہے تو کو میں نے ہی
 بیج کیا ہے جیسا میں نے اور
 میں نے نہیں ہے لکھا کو
 جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں آواز
 ایاز انہیں رحمت کا رہا ہے
 ناپیدا کر ہے
 اسے بہت دیا ہر کشت
 ہے کہ یہ بادشاہ کو شک شاہ
 کی نہائی از کی تعریف ہوں یا
 سولا نے ایاز کی تعریف
 سے مختصر وقت لے کر کہیں
 کی تعریف کی طرف منتقل
 ہو کر مختصر کی حد تک
 کر دی ہو چکا ہے جیسا
 تمام موجودات مآثر اگر
 شاہ لا مشور سے تو ایاز کا
 مراد ہے اگر مختصر کی تعریف
 ہے تو ایاز سے مختصر کی
 لے کر دہاں دریا کی
 سکون تعریف میں ہیں
 ایسی کی طرحوں کو لکھا یا
 نہیں کر سکتے ہیں جیسا کہ
 شاہ لا مشور ہے تو ایاز کا
 ہے اگر شاہ لا مشور ہے تو
 مختصر مراد ہے یہ آئندہ
 مشرق کی تعریف کرنے سے
 ماضی و مستقبل ہر ہے لفظ
 دل تباہ کرنے سے
 کوئی بری بات ہے

عبدیت کراد ہے اور غیرت اسے
 غیرت از ہر ہم روئے کو ہوا ہم
 یک دہاں میرا چہرہ اسانہ تعریف سے ظاہر ہے

۱۷۰۰ ق. مجنوں کا جنون ہو گیا
 کے ابتداء میں جنوں میں جوش
 پر ہوتا ہے، یہی مشہور ہے کہ
 قحطی کا عالم نے جنسی حالت
 میں ایک جراثیم سے پیدا
 کیا کہ قحطی کے بارے میں یہی
 کہا جاتا ہے کہ قحطی نے
 قحطی کو بدو عالمی میں اور
 عالم تیار اس پر چاہے
 کہا نہیں جانتا کہ اس خود
 قحطی میں قحطی چلا ہے

ہیں کہ امروز اقل سے روزہ آ

خبردار! آج ہی دن کا پہلا دن ہے
ہر دے کا نذرِ غم شباب ہے بُود
جو دلِ شاہ کے عشق میں (مبتلا) ہو

روزبیر وزیریت نے کمپوزہ آست

کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے
وَمَبْدَمُ أُوْرَا سَرِاِیْسِ مَهْ بُوُوْ
اِس کا ہر دقت اِس ہیئت کا شروع ہوتا ہے

آپ کے لئے یہ سب کچھ ہے۔

شرح | وہ ایذا جو کہ دانائی سے نشوونما پا چھوئے اور سراپا دانائی تھا۔ اس کا تقرب سلطان سے پیشتر کا پوستین اور اسے زمانہ کی تجلیاں

جسم میں لٹکی ہوئی تھیں اور وہ ہر روز جمرہ غلوٹ میں جاتا اور اپنے نفس سے کہا کہ دیکھ تیری یہ حقیقت ہے اور تیرا یہ جو ناموجود ہے اسے دیکھ لے اور خبردار! اس علو مرتبت پر نظر نہ کرنا جو تجھ کو محض عنایت شاہی سے ملی ہے۔

اصل واقعہ تو یہ تھا۔ مگر جب لوگوں نے دیکھا کہ ایاز نے ایک خاص حجرہ پر قبضہ کر رکھا ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا تو اسکی ان کو شبہ ہو گیا اور انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضور! ایاز کے پاس ایک حجرہ ہے اور اس میں اس نے سونے، چاندی اور مال کا مٹکا رکھ رکھا ہے چنانچہ وہ اس میں کسی کو نہیں گھسنے دیتا اور اس کا دروازہ ہمیشہ مقفل رکھتا ہے بادشاہ نے اول اپنے دل میں تعجب سے کہا کہ ہمارے اس غلام خاص کے پاس ایسی کیا چیز ہوگی جسے وہ ہم سے بھی چھپاتا ہے اسکی بعد اس نے ایک ستر کو حکم دیا ہے کہ اچھا تم آدھی رات کے وقت جبکہ ایاز سوتا ہو۔ دروازہ کھول کر اس میں گھس جاؤ اور تلاش لو۔ اس میں جو کچھ تمہیں ملے وہ تمہارا ہے لوٹ لو۔ اور اس کی حقیقت کو اہل دربار سے بیان کر دو۔

غضب ہے کہ ہم اس پر اس قدر عنایت کرتے ہیں اور وہ اپنے ہا جمے میں سے اموال شاہی چراتا ہے اور ہم سے وفاداری و عشق و محبت کا دعوے کرتا ہے۔ حالانکہ

وہ گندم نما اور جو فروش ہے یہ حرکت اسکی نہایت نازیبا ہے کیونکہ جو شخص عاشق ہو اور
 عشق اسکی حیات کا ذریعہ ہو اسکے نزدیک بجز اطاعت محبوب کے دوسری روش کفر ہے
 خیر جب آدھی رات ہوئی تو اس معتمد سردار نے اس کے جگر کے کھولنے کی رائے قائم
 کی۔ چنانچہ چند زبردست سپاہی مشعل روشن کر کے اسکے حجرہ کی جانب خوش غوش
 یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے کہ اب تو حکم شاہی ہو چکا ہے۔ اب ہم حجرہ پر حملہ کریں گے
 اور ہم میں سے ہر ایک اشرفیوں کی پتلی بعل میں دبائے گا۔ دوسرا کہتا تھا اسے اثر فرما
 کیسی! عقیقہ و لعل دو گہر کہو۔ کیونکہ وہ تو سلطان کا خاص الخاص جزا پچی ہے بلکہ ولی

کہو کہ آجکل تو وہی سلطان کی جان ہے پس اس کے نزدیک لعل و یاقوت و زمرہ
 و عقیق بھی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں نہیں معلوم اس میں کیا دولت
 ہوگی یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی۔ اب سلطان کی حالت سنو! اس کو یاز کی نسبت
 کوئی بدگمانی نہ تھی اور تلاشی کا حکم جو اسلخ دیا تو وہ اظہار حقیقت کے لیے دل لگی کے
 طور پر دیا تھا اور اسکی امیروں کو بتانا مقصود تھا وہ اسکو ہر عذر خیانت سے پاک
 جانتا تھا۔ مگر اسکی ساتھ ہی وہم سے اس کا دل لرزتا ہی تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ مبادا
 واقعہ یوں ہی ہو جیسا کہ امیر ول نے بیان کیا ہے اور یاز کو صدمہ پہنچے۔ میں نہیں جانتا
 کہ وہ شرمندہ ہوا تو اسلخ ایسا کیا نہیں لیکن اگر کیا ہے تو اسے اختیار ہے جو چاہے
 کرے وہ ہمارا محبوب ہے۔ جو میرا محبوب کرے وہ میرا ہی کیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ میں ہوں
 اور میں وہ یعنی میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے۔ اور میں اس کا حجاب ہوں
 پس جبکہ میں حقیقتاً کچھ ہوں ہی نہیں۔ تو اگر مرتبہ حجاب میں ہوں۔ تو کیا ہے
 کیونکہ یہ وجود الیسا ہے۔ جو عدم ترتب آثار غیریت کے سبب شمل عدم کے ہے
 ارفا ثلک لا علیٰ او من من او ایک جملہ ہے جسکے جس طرح قتلے عاشق فی
 المحبوب ظاہر ہوتی ہے یوں ہی قتلے محبوب فی المحب بھی ظاہر ہوتی ہے۔ و خلاف
 المقصود۔ اسلئے اسکی تشریح کی ضرورت ہے۔ سو دواضح ہو کہ فنا کی حقیقت

یہ نہیں ہے کہ فانی کی ذات مفہمی فیہ کی ذات کی ساتھ متحد ہو جائے۔ بلکہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ فانی بقا ذات کے ساتھ۔۔۔۔۔ اپنی صفات کو چھوڑ کر مفہمی فیہ کی صفات اختیار کرے پسے فنا سے قبل چار چیزیں تھیں ذات مفہمی فیہ اور اس کے صفات خاصہ۔ ذات فانی اور اس کی صفات خاصہ اور تحقق فنا کے بعد تین چیزیں رہ گئیں ذات مفہمی فیہ اور اسکی صفات اور ذات فانی متصفہ بصفات متفی فیہ۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ ”اوسم من او“ میں ”او“ سے ذات متفی فیہ متصفہ بصفات مراد نہیں۔ بلکہ ذات فانی متصفہ بصفات متفی فیہ مراد ہے اور چونکہ اس ذات میں دو حیثیتیں ہیں ذاتیہ اور وصفیہ اسلئے حیثیت اولیٰ سے اس کو میں سے تعبیر کیا ہے اور حیثیت ثانیہ سے اوسے۔ اور اوسم من او کہا ہے فائدہ الاشکال و لغز الحمد۔

فائدہ ۲: در پردہ ام کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں پردہ میں ہوں بلکہ مراد اسکی یہ ہے کہ میں پردہ کے مرتبہ میں ہوں۔ اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ فنا کے بعد ذات فانی باقی رہتی ہے۔ مگر اسکی صفات زائل ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ اس میں مفہمی فیہ کی صفات آ جاتی ہیں کما سبق فی الفائدة الاولیٰ اس طرح دونوں ذاتیں صفات کے لحاظ سے متحد ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ ذات فانی منائرۃ لذات المفہمی فیہ موجود ہوتی ہے اور صفات متفی فیہ کا ظہور اسکی ذات منائرہ سے ہوتا ہے اسلئے ظاہر ہیں ان صفات کو ذات فانی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فانی کو مفہمی فیہ کے منائرہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح ذات فانی اس اتحاد کا حجاب بن جاتی ہے جو کہ ہر دو ذاتوں میں اتحاد صفات کے سبب پیدا ہو گیا تھا۔ فتدبر واللہ اعلم بالصواب پھر کہنا کہ خدا نہ کرے کہ اسکی ایسی بے ہودہ خصلت ہو۔ میں نے جو حکم عقلی میں حکم و ہم کی آمیزش کر دی ہے یہ میری بے ہودگی اور۔۔۔۔۔ بے اصل بات ہے۔ ایاز سے یہ حرکت ناممکن اور نہایت بعید ہے کیونکہ وہ تو خصال حمیدہ کا ایک سمندر ہے جس کی تہہ معلوم ہی نہیں اور جسکے اندر سات سمندر ایک قطرہ ہیں۔ اور وہ ایک ایسا آفتاب کیالٹ ہے جسکے مقابلہ میں تمام مخلوقات ایک

ذرہ ہیں اور وہ نجاست نقص سے اس درجہ پاک ہیں کہ تمام مخلوق پاک کو اسی دریائے
 لے جاتی ہے اور اس کے قطرہ سراسر... ناقص کو کامل بنا دینے والے ہیں
 وہ ایک شہنشاہ بلکہ شاہِ گر ہے ایاز تو اس کو نظر بد کے دفع کے لیے کہتے ہیں چشم بد
 تو چشم بد - یعنی میرے نزدیک تو ابھی نظر میں اس پر چشم بد ہی ہے کیونکہ اس کا
 حُسن بے حد ہے پس مجھے رشک آتا ہے کہ کوئی اُسے دیکھے ایسی صورت میں جس طرح
 میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی اسے بُری نظر سے نہ دیکھے۔ یوں ہی چاہتا ہوں کہ کوئی اس کو
 ابھی نظر سے بھی نہ دیکھے ومن لم یفہم قال ما قال میں اس منہ سے اس کی تعریف نہیں
 کر سکتا اسلئے مجھے ایسے منہ کی ضرورت ہے جو آسمان کے برابر وسیع ہو تاکہ میں اس

رشک ملک کی کچھ تعریف بیان کروں اور اگر مجھے ایسا بلکہ اس کو گنا منہ مل جائے تو اس
 کے اوصاف پورے طور پر اس وقت بھی بیان نہیں ہو سکتی۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں
 کہ جس قدر میں نے اس کی تعریف کی ہے یہ کسی درجہ میں بھی کافی نہیں ہے لیکن کیا کروں اگر
 اتنی بھی تعریف نہ کروں تو شیشہ دل... اپنی کمزوری کے سبب پھٹ جائے (یہاں تک
 مولانا نے محمود و ایاز کا قصہ بیان کیا ہے محشین کو ہفت دریا اندر دیک قطرہ اور جہل پاک
 بازاں دریا بُرند وغیرہ صفات کے ایاز پر منطبق نہ ہونے سے شبہ ہو گیا ہے اور انہوں
 نے اس کو انتقال قرار دیکر حق سبحانہ یا عارف کی تعریف قرار دیا ہے لیکن میرے
 نزدیک اس مقام پر انہوں نے اس دقیقہ کو نظر انداز کر دیا ہے
 کہ یہ تعریف محمود کی زبانی ہے جو ایاز پر عاشق تھا اور عاشق کا مذاق اپنے معشوق
 کی نسبت معلوم ہے کہ وہ انکو کیا اور کیسا سمجھتے ہیں واللہ اعلم)

چونکہ مولانا نے عاشق و معشوق کا قصہ بیان کیا تھا اسلئے مولانا پر جنونِ عشق
 کا غلبہ ہو گیا۔ اب اس کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح محمود نے اپنے دل کی
 تسکین کے لیے ایاز کی تعریف کی مٹی جوں ہی میں نے بھی اپنے دل کو نازک پایا اور اس
 کے جوش کو فرو کرنے کے لئے کپڑے بچھا ڈالے — بات یہ ہے کہ جس طرح

دیوانوں کی دیوانگی ہر مہینہ کے اول تین دن میں خوش پر ہوتی ہے۔ (کما قبل) یونہی
مجھ پر بھی ہر مہینہ کے پہلے تین دنوں میں جنون کا غلبہ ہونا چاہیئے پس یہ دن ان تین
دنوں میں پہلا دن ہے اور یہ دن میسرے روز فیروزی ہے نہیں بلکہ فیروزہ یعنی
فیروزی کے تو تمام ہی دن میں مگر یہ اسی میں نہایت ہی اعلیٰ ہے۔

میں نے جو کہا تھا کہ میسرے خوش جنون کے لیے بھی ہر مہینہ کے شروع میں تین دن
ہونے چاہئیں اور آج ان میں کا پہلا دن ہے یہ تو عام جنون پر قیاس کر کے کہا تھا ورنہ
اصل بات یہ ہے کہ جس کو کسی محبوب کا غم ہوا اسکے لیے تو ہر لمحہ مہینہ کے ابتدائی تمام ہیں
اور آپ کو ہر وقت وہی خوش ہوتا ہے جو عام دیوانوں کو ان دنوں میں ہوتا ہے۔

(فائدہ: اشعار اس قدم گنگویم الخ سرخی کے حل میں سے محشی نے غلط کیا ہے
بعض نے تو تمام اشعار کو مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے اور بعض نے اول کے دو شعر
کو محمود کا اور آخر کے تین اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا ہے مگر میسرے نزدیک صرف شعر اول محمود
کا مقولہ ہے اور باقی اشعار مقولہ مولانا ہیں فتبہ)

در بیان آنکہ آنچه بیان کرده میشود صورت قصہ است و آنکہ
اس بیان میں کہ جبکہ بیان کیا جائے وہ قصہ کا ظاہر ہے اور
اس صورت میں در خور و اس صوت گراں است و در خور
یک وہ ظاہر، ظاہر ہستوں کے واقع اور اس کی تصویر کے آئینہ کے واقع ہے
آئینہ تصویر ایشان است از قدوسی کہ حقیقت اس قصہ است
اور وہ طاعت جو اس قصہ کی حقیقت ہے میری جوانی کو
لفظ مرا ازین تنزل شرم می آید و از خجالت سر و شس
اس کے بیان کرنے سے شرم آتا ہے اور شرمندگی سے سر اور راسی اور
و قلمم کم میکند و العاقل تکفیه (الامارۃ)
قلم کو کم کرتے ہیں اور عقلمند کے لئے اشارہ کرتے ہیں

قصہ محمود و اوصاف ایاز چوں شدم دیوانہ رفت کنون باز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف اب ترتیب سے باہر ہو گئے ہو کہ میں بڑا بیگنا ہوں

محمود ایاز کا حسن و آفرین اور ایاز کا حسن و آفرین اس قصہ میں مختصر ہے و شمس الدین کی کیا کہ ہے فتنہ گو۔
چونکہ اب کوئی شمس الدین کی یاد کی پہچان نہیں ہے لہذا یہ قصہ محمود کے ہے۔

زانکد سلیم دید ہندستان خواب
 کیونکہ میرے آسمان ہندستان کو خوب میں دکھایا
 کَیْفَ یَاکُنِ النَّظْمُ لِي وَالْقَافِیَہُ
 مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو
 مَا جُنُونٌ وَاحِدٌ لِي فِي الشَّجُونِ
 غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے
 ذَاتِ جِہَمٍ مِنْ اِشَارَاتِ التَّكْنَا
 کیتھنوں کے اشاروں سے میرا بدن مفلک گیا
 لَئِیْ اِیَّازَ اَزْ عَشْقٍ تَوْشْتَمِ چُونُیْ
 اے ایاز! میرے عشق میں بال بسا ہو گیا ہو
 بَسْ فَاہِ عَشْقٍ تُو خَوَانْدَمِ کَیَاں
 میں نے تیرے عشق کا انسان (دل) دیا ہے چہا
 خُو تُو بَیْخَوَانِی لَیْقِیْ اے مُقْتَدَا
 اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے
 کُوہِ بَیجَا رَہِ چہ دَا نَدِ گُفْتِ حَیْتِ
 بیچارہ بھاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوئی ہو؟
 لَیْکِ مَوَسِیْ ہِمِ گُفْتِہَا کُنْدِ
 لیکن موسیٰ گفتگو میں سمجھتے ہیں
 کُوہِ مَیْدَا نَدِ لَقَدِ رِخْوِشْتَنِ
 اپنی نقد پر بھاڑ بھی جانتا ہے
 تَنِ چَوَا صُطْرَا بَاشْدَ زَاہِلَا
 جسم، حساب لینے میں اصطراب کی طرح
 اُسِ مَچْمُ چُوں نَبَا شْدِ حَیْثِ مَیْزِ
 جب وہ مجھ کی میز نگاہ نہ ہو
 تَا صُطْرَا لَابَ کُنْدِ اَزِ بَہْرَاؤِ
 تاکہ وہ اس کے لئے اصطراب نہ دے

از خراج اُمید رُہِ شَدِ خَرَابِ
 آمدن سے اُمید منقطع کر کے گمان برباد ہو گیا ہے
 بَعْدَ مَا ضَاعَتْ اُصُولُ الْعَاقِبَہِ
 جبکہ عاقبت کی جسٹ میں برابر ہو گئی ہیں
 بَلْ جُنُونٌ فِي جُنُونٍ فِي جُنُونِ
 بلکہ جنون در جنون در جنون ہے
 مُنْذُ عَاثَيْتُ الْبُقَاةَ فِي الْفَنَا
 جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلف کی گئی ہو
 مَا نَدَمُ اَزْ قَصْدِ تَوْقِصِ مِیْنِ بَکُوْنِ
 میں تیرے قصد سے تنگ گیا تو میرا قصد بیان کر
 تُو مَرَا کَا فَا نَدِ شْتَمِ چُونِ
 میں جو انسان بن گیا ہوں تو مجھے پڑے پڑے
 مِیْنِ کُ طُورِ مِ تُو مَوَسِیْ دِیْنِ صَدَا
 میں کہہ، طور میں موسیٰ ہے اور یہ صدا (لاؤ گشت) ہو
 زَا نَکَدِ بَیجَا رَہِ زِ گُفْتِہَا تَہِیْ سَتِ
 کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے
 کُوہِ عَاجِزِ خُو دِ چہ دَا نَدِ لَے سُنْدِ
 اے مستند! عاجز بھاڑ کیا جانے
 اُنْدِ کَے دَا رِ دِ زِ لُطْفِ رُوحِ تَنِ
 جسم، روح کا تھوڑا سا لطف رکھتا ہے
 آہِ تَے اَزِ رُوحِ مَیْچُوں اَقْتَابِ
 روح کی نشانی سورج کی طرح ہے
 شَرَطِ بَاشْدِ مَرَا صُطْرَا لَابِ بَیْزِ
 اصطراب بنائے والے انسان کی ضرورت ہوئی ہو
 تَا بَرِ دَا زَا حَالِ تِ خُو رِ شَیْدِ بُو
 تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

طے تاکہ آسمان ہندستان کا
 جانور ہے شکر رکھیں مگر
 جب کہ وہ خواب میں ہندستان
 کو دکھاتے تو اس پرستی
 طاری ہوجاتی ہے کیفیت
 ایک جنون اور قافیہ پر
 تاور میں رہتا۔ آجوں میرا
 صرف ایک جنون نہیں ہے
 جنون در جنون در جنون ہے
 داب میں جو کہ عشق کی دکان
 بیان نہیں کر کر رہا ہوں،
 لہذا اس کا اثر میرے جسم کو
 گھلا رہا ہے۔ حشر جب سے
 میں اپنے آپ کو نہا کر کے
 مقام شاہ میر پہنچ گیا ہوں
 اے ایاز، اے محبوب
 اب مجھ میں طاعت نہیں ہے
 کیرے عشق کا قصد بیان
 کر سکتا ہوں اب میرا دم و خود
 تقدیر کی کر رہ گیا ہے تو میں
 تقدیر کی بیان کر میں نہاں
 میں تیرے عشق میں نہا ہوں کہ
 خود انسان بن گیا ہوں خود طوطی
 میں کی صدا خود طوطی کی تھی
 وہ تو حضرت موسیٰ کی صدا ہے
 باز گشت تھی اب میں طوطی ہوں
 تو موسیٰ ہے ہذا تیری آواز
 واصل تیری آواز ہے کہ
 پہاڑ خود بھی آواز کو کہ نہیں
 سمجھتا موسیٰ نے سمجھا
 اے کُوہِ حیدر اندر پہلے شہر ہے
 یہ دیکھ کر پہاڑ بالکل بیخود
 ہے پہاڑ میں بھی خضر ہے
 لیکن حضرت موسیٰ جیسا
 شہر نہیں ہے۔ اند کے
 اس لذت مدح کو حاصل
 لے آں ہم جو کہی رہا ہوں
 تاروں کے احوال نہیں دیکھ
 سکتا اے لے اصطراب زہر
 بننے ہے جان جو بھڑ بھڑا رہا
 چاہے اور سورج کے فاصلوں کو

ہوتی ہے جسم میں اس سے بہرہ اندوز ہوتا ہے یہی حال حضرت موسیٰ اور پہاڑ کا ہے۔ حق۔ اب
 مولا نے جسم اور ذہن کا مستقل بیان شروع کر دیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور
 مراتب کا یہی طرح پتہ لگتا ہے جس طرح اصطراب سے سورج کے احوال کا پتہ چلتا ہے۔ اصطراب
 ایک آواز ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

نہ کہ کے نص اصرلاب کے
 زیر حقیقت تک پہنچ سکے
 تو کہ اگر انسان جس کو کہ کے
 اصرلاب کے دیرہ نام کی
 حقیقت کو سمجھنے کی کوشش
 کرے تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ
 پا سکے۔ تو جہاں آگہ کے دیر
 کے دلاوا ہی آگہ کے بقدر کہ
 سکے۔ مافاں ماروں سے
 سرز حاصل کرنا چاہیے پھر
 حقائق واقف ہونے لگے۔
 گہ ذوق اگر جو میں تھوڑی
 ہی مشق تو میں تھوڑی سیانی
 نہ کروں لیکن جو کہ میری عقل
 اور حواس کم ہونے میں ہنڈا
 بنے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔
 نے گناہ وہ مشق جس کی وہ
 سے ہوش اور حواس کم ہونے میں
 ان کی کوئی تصویر نہیں ہے جس
 کی نشان میں ہے کہ اس کے
 سامنے مافاں کی عقلیں کم
 ہوجاتی ہیں۔ تجربہ جہاں کرنے
 والا غناقت سنتیں جہاں کرنے
 والا جہاں عقل جہاں کہ جہاں
 ہے آتش فشاں میں سے مشق
 کے جنوں کے بعد مجھے عقل
 کی تباہی میں جہاں جہاں۔ تو نے
 مجھے جنوں میں دکھایا ہے۔ جہاں
 تو نے مجھے رہتی ہو جہاں جہاں
 جہاں جہاں عقل ہی جہاں جہاں
 باتوں کی تصویر کرنے جہاں جہاں
 مشق کا ہونا رہا۔ جس کو
 ہونے اور اس کے کہے کہے
 لہ آہ اس کی شراب کو
 صاحب ہمت ہی برداشت
 کر سکتا ہے اس کی عقلی کے
 حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے
 باور گراہ مجھے جنوں کا پیر
 دودھ پینے کا جلد زنجیر لا
 لیکن وہ زنجیر زلف کی
 لا۔ وہ ہے کی زنجیر میری عقل

جاں کز اصرلاب عید اوصوا
 جہاں اصرلاب کے زیر حقیقت تک پہنچ سکے
 تو کہ اگر انسان جس کو کہ کے
 اصرلاب کے دیرہ نام کی
 حقیقت کو سمجھنے کی کوشش
 کرے تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ
 پا سکے۔ تو جہاں آگہ کے دیر
 کے دلاوا ہی آگہ کے بقدر کہ
 سکے۔ مافاں ماروں سے
 سرز حاصل کرنا چاہیے پھر
 حقائق واقف ہونے لگے۔
 گہ ذوق اگر جو میں تھوڑی
 ہی مشق تو میں تھوڑی سیانی
 نہ کروں لیکن جو کہ میری عقل
 اور حواس کم ہونے میں ہنڈا
 بنے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔
 نے گناہ وہ مشق جس کی وہ
 سے ہوش اور حواس کم ہونے میں
 ان کی کوئی تصویر نہیں ہے جس
 کی نشان میں ہے کہ اس کے
 سامنے مافاں کی عقلیں کم
 ہوجاتی ہیں۔ تجربہ جہاں کرنے
 والا غناقت سنتیں جہاں کرنے
 والا جہاں عقل جہاں کہ جہاں
 ہے آتش فشاں میں سے مشق
 کے جنوں کے بعد مجھے عقل
 کی تباہی میں جہاں جہاں۔ تو نے
 مجھے جنوں میں دکھایا ہے۔ جہاں
 تو نے مجھے رہتی ہو جہاں جہاں
 جہاں جہاں عقل ہی جہاں جہاں
 باتوں کی تصویر کرنے جہاں جہاں
 مشق کا ہونا رہا۔ جس کو
 ہونے اور اس کے کہے کہے
 لہ آہ اس کی شراب کو
 صاحب ہمت ہی برداشت
 کر سکتا ہے اس کی عقلی کے
 حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے
 باور گراہ مجھے جنوں کا پیر
 دودھ پینے کا جلد زنجیر لا
 لیکن وہ زنجیر زلف کی
 لا۔ وہ ہے کی زنجیر میری عقل

چہ قدر داند زجرخ و آفتاب
 وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر بیان کرتی ہے
 درجہاں دیدن نقیص بن فاضری
 مالہ اہل اور نہ سمجھتے تھے نقیص ثابت عاجز ہے
 کو جہاں سبالت چرا مالیدہ
 جہاں کہاں ہے! مونچوں کو تاؤ کیوں رہا ہے!
 تاکہ دریا گرد و ایں چشم جو جوئے
 تاکہ یہ نہریں آئیں سمندر بن جائے
 ایں چہ سودا و پریشان گفتن ست
 قریہ دیوان کی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے!
 پس گناہ من دریں تخلیط صیت
 تو اس غلط غلط میں مہر کا کیا قصور ہے!
 عقل جملہ عاقلان پیش بمرود
 تمام عقلاتوں کی عقلیں اسکے آگے مراد ہیں
 مَا سِوَاكَ لِلْعُقُولِ مُرْتَجِی
 تیرے سوا عقلوں کی کیا امید ہے
 مَا حَسَدْتُ الْحَسَنَ وَلَا زَيْنَتُنِی
 جیسے تو نے مجھے زینت بخش ہو میں نے حسن بخش نہیں کیا
 قُلْ بَلَىٰ وَاللَّهُ بَزْیَاكَ الصَّوَابُ
 کہہ دے ہاں! اللہ مجھے ٹھیک بدل دے
 گوش و ہوش کو کہ درمیش سبی
 نیراکان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اسکو کہے
 حلقہ او سخرہ ہر گوشہ نیست
 اس کا حلقہ ہرکان کے باقی نہیں ہے
 زو زو لے جاں و دوزخیر یار
 اسے جان: چاہا جلد زنجیر لا
 گرد و صد زنجیر آری بردرم
 اگر دوسرے زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا
 سود کے داردم ایں وعظ و نید
 مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے!

کہ جس کی عقل میں نہایت کمزوری ہے

قصہ رشتہ نشین نادر مطلع
اس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا

ہم نادر و بیہوش مطلع مقطع
مطلع کی طرح قطع میں نہیں رکھتا

قصہ رشتہ نشین کے قصہ
کی نادر ہوتی ہے نادر
مطلع غزل کا ہوشیار مطلع
غزل کا آخری شعر

شرح

چونکہ مولانا پر جنون عشق کا غلبہ ہو گیا تھا جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے اور اسکی وجہ سے قصہ محمود و یاز ناتمام رہ گیا تھا اب اسکی ناتمامی کی معذرت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں کیونکہ میرے ہاتھی کو خواب میں ہندوستان نظر آ گیا ہے اور میری روح عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گئی اسلئے اب مجھے محمود اور یاز کے اوصاف بھی نہیں آتے۔ گاؤں اجڑ گیا پس تم مجھے معذور کہو اور خراج قصہ گوئی کی امید سرد دست چھوڑ دو کیونکہ میرے عقل کا گاؤں اجڑ گیا ہے تم غور تو کرو کہ جب اصول عافیت یعنی عقل و ہوش جاتی رہی تو مجھے نظم اور قافیہ قصہ جس میں آورد کی ضرورت ہے کیونکہ درست ہو سکتا ہے کیونکہ غمناک عشق میں مجھے ایک جنون ٹھوڑا ہی ہے بلکہ جنون در جنون در جنون ہے ایسی حالت میں قصہ کیونکہ بیان کر سکتا ہوں یہی یہ نظم سو یہ تو آمد ہے جس میں غم و فکر کی ضرورت نہیں۔

یہاں تک پہنچ کر مولانا کو دل تنگی لگتی تھی ہے کیونکہ جو عشق چاہتا ہے کہ خوب دل کھول کر بھڑاس نکالو۔ اور جو منہ پر آئے کہو۔ اور اطاعت محبوب اسکی اجازت نہیں دیتی اسلئے مولانا پریشان ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بھائی! جب سے میں نے فنا میں بقا کی مشقتیں جھیلی ہیں۔ اس وقت سے اشارات مخفیہ میرا تو جسم گھل گیا کیونکہ جی بے اختیار یہ چاہتا ہے کہ اسرار عشق خوب جی کھول کر بیان کروں اور اجازت ہی نہیں اسلئے ضبط کرتا ہوں۔ اور ضبط کی تکلیف سے گھٹتا ہوں۔

(فاٹک ۷: منذ عایت البقار فی الفسار کے اندر دو احتمال ہیں اول تو یہ کہ لفظ عایت معائنہ سے مشتق ہو دو سرا یہ کہ معائنہ سے مشتق ہو جسکے معنی ہیں رنج کشیدن یعنی مصیبت جھیلنا اور میرے نزدیک مقام کے مناسب احتمال ثانی ہے کہ محشی نے احتمال اول کو اختیار کیا ہے) اسکے بعد فرط ضبط سے تنگ آ کر بے اختیارانہ

کچھ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے میرے آيا ز، يعنى محبوب حقيقى! میں تیرے عشق میں گھل گھل کر مثل بال کے دبلا ہو گیا ہوں اور قصہ بیان کرنے سے بھی عاجز ہو گیا ہوں اور قصہ محسوس و آيا ز جو حقيقت میں آپ کا اور میرا قصہ ہے اور محمود و آيا ز برائے نام اور پردہ پوشی کے ليے ہیں بیان کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں۔

پس اب آپ میرا قصہ جو میں کہہ رہا تھا کہئے اور میں آپ کے عشق کا افسانہ بہت کچھ جان و دل سے کہہ چکا ہوں۔ پس اب کہ میں خود افسانہ ہو گیا ہوں آپ مجھے پڑھئے يعنى میں تو خدا ہو کر آپ کے ذکر کے قابل نہیں رہا۔ اب آپ بمقتضائے اذکثرنى اذکو کم میرا ذکر کیجئے اور یہ جو میں کہتا ہوں کہ میں نے کیا وہ کیا اور میں ایسا ہو گیا ديسا ہو گیا اب آپ یہ کیجئے وہ کیجئے یہ میں نہیں کہتا بلکہ آپ ہی کہتے ہیں کیونکہ میں تو بمنزلہ کوہ طور کے ہوں اور آپ بمنزلہ موئے کے۔ جو کہ کوہ طور پر کلام کرتے تھے اور میرا کلام بمنزلہ طور کے اس صدائے بازگشت کے ہے جو کہ موئے علیہ السلام کی آواز سے اس میں پیدا ہوتی تھی وہ آواز گو بظاہر طور سے پیدا ہوتی تھی مگر حقيقت میں وہ کلام موئے علیہ السلام کا تھا۔ ورنہ بے چارہ طور کیا جانے کہ گویائی کیا چیز؟ کیونکہ وہ تو کلاموں سے عاری ہے ہاں موئے علیہ السلام ضرور بولنا جانتے ہیں اور لیتے ہیں اچھا ہر جگہ عاجز رہے کیا بولنا جگہ تو اپنی حیثیت کے موافق ہی بولنا جانتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ موئے علیہ السلام کہیں اسے دہرائے سو اس قدر گویائی بھی موئے علیہ السلام کا فیض ہے اسلئے موئے اور طور کی ایسی مثال ہے جیسے روح اور جسم کہ جسم فی حد ذاتہ معطل محض ہے۔ ہاں روح کی عنایت سے کچھ حصہ سکھ بھی مل گیا ہے اسلئے اگر خیال کیجئے تو جسم کو روح سے وہی نسبت ہے جو اصطراب کو آفتاب سے کیونکہ وہ روح کی حالت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے، جیسے اصطراب آفتاب کی حالت کے اظہار کا۔

یہاں تک مولانا نے جسم کو اصطراب اور روح کو آفتاب قرار دیا تھا اب مولانا ایک دوسری تشبیہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور جہاں کو مثل آفتاب کے قرار دیکر

اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو! جب ستارہ شناس تیز نظر نہیں ہوتا تو اس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اصطراب قائم کرنا جانتا ہو۔ تاکہ وہ اس کے لیے اصطراب قائم کرے اور وہ ستارہ شناس اس کے ذریعہ سے آفتاب کی حالت معلوم کرے۔ اب تم سمجھو کہ جو شخص اصطراب کے ذریعہ سے حالت واقیعہ کو جان سکتا ہے اور اس کے بدوں نہیں تو وہ آسمان اور آفتاب کے متعلق کس قدر علم رکھ سکتا ہے یقیناً تم یہ کہو گے کہ بہت کم۔ اب ہم کہتے ہیں کہ تم جو اصطراب چشم کے ذریعہ سے عالم کو دیکھتے ہو تو یقیناً تم کو بھی جہاں کی حالت بہت کم معلوم ہو سکتی ہے۔

ایسی حالت میں تمہارا یہ دعوے کہ ہم نے عالم کو دیکھ لیا۔ اور اس کی حالت کا حقہ معلوم کر لی بالکل غلط ہے تم نے جہاں کو اس قدر دیکھا ہے جس قدر آنکھ سے معلوم ہو سکتا ہے اور حقیقت دوسر جہاں یہ نہیں ہے پس فضول مونچوں پر تاؤ کیوں دیتے ہو۔ اور کیوں کہتے ہو کہ ہم نے جہاں کو دیکھ لیا مگر اگر تم جہاں کو یوں دیکھنا چاہتے ہو۔ جیسا کہ وہ ہے اور جیسا کہ اس کو دیکھنا چاہیے۔ تو ہم اس کا طریقہ بتاتے ہیں اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے پاس ایک سرمہ ہے جس کی اشیا کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تم وہ سرمہ تلاش کرو تاکہ تمہاری یہ آنکھ جو بمنزلہ ایک ندی کے بہا ایک سمندر ہو جائے اور تمہاری نظر اس قدر ثاقب ہو جائے کہ صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر ہوش آتا ہے اور فرماتے ہیں کہ صاحبو! میں نہ کہتا تھا کہ میں دیوانہ ہو رہا ہوں اب تو ہمیں اس کی تصدیق ہو گئی کیونکہ اگر مجھے کچھ بھی عقل اور ہوش ہوتی تو یہ جنون اور پریشان گوئی کیوں ہوتی کہ کیا کہہ رہا تھا اور کیا کیا کہنے لگا۔ مگر چونکہ میرے دماغ میں عقل و ہوش نہیں اس لئے اگر میں غلط بحث کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے کچھ بھی نہیں۔ قصور تو اس کا ہے جس نے میری عقل کھوئی یعنی میرے محبوب کا۔ جس کے سامنے تمام عقلا کی عقول ہیچ اور معطل ہیں۔

(خاندہ: گناہ اور امین لفظ گناہ بنا بر مشاکلت استعمال ہوا ہے جیسے دکر اور دکر اللہ میں دکر اللہ)

چونکہ اس مضمون سے شکایت محبوب کی بواقی تھی کہ اس نے مجھے دیوانہ کر دیا اسلئے مولانا اپنے محبوب کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عقول کو پناہ دینے والے اور انکو فتنہ میں مبتلا کرنے والے محبوب عقول کی امید فلاح آپ کے وابستہ ہے اور آپ ہی انکو فتنوں سے بچا سکتے ہیں پس اگر میرے عقل نے بیان مذکور میں غلطی کی ہو تو آپ معاف کیجیو۔ اور اسے فتنہ سے بچائیے۔ میرا مقصود اس بیان سے شکایت نہیں ہے اور جب آپ نے مجھے دیوانہ کیا ہے میں نے کسی عقل کی خواہش نہیں کی اور جب آپ نے مجھے دیوانگی سے زینت بخشی ہے میں نے حسن عقل پر کبھی رشک نہیں کیا۔ بلکہ مجھے تو آپ کی محبت میں جنون ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اے مخاطب! تو بھی کہہ جی ہاں! بخدا یہی بات ہے کیونکہ یہ بات سچی ہے اور سچی تیرے لیے کافی ہے۔ [خاندہ: واللہ میں داؤتیر ہے اور تجزیک الصواب علت ہے قل کی۔ محشی نے واللہ کو مبتدا قرار دیا ہے اور جملہ کو دعائیبہ یا حالیبہ قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک صحیح نہیں] چونکہ مولانا نے فارسی کو چھوڑ کر عربی بولنا شروع کر دی تھی جس عوام کو وحشت ہو سکتی تھی۔ اسلئے مولانا اپنے کلام کو محبوب کا کلام قرار دیکر فرماتے ہیں کہ خواہ وہ عربی بولے یا فارسی کچھ کیا؟ اور تو عربی سے کیوں وحشت کرتا ہے۔ اسلئے کہ تیرے کان اور ہوش کہاں ہیں کہ ان کے ذریعے سے تو اس گفتگوئے عشق کو سمجھ سکے۔ اسلئے کہ اس کی شراب سخن بر عقل کے مناسب نہیں ہے اور اس کا حلقہ کلام ہر گوش کا مسخر نہیں ہے پس جب تو اسکو سمجھ ہی نہیں سکتا تو تیرے نزدیک عربی و فارسی دونوں برابر ہیں پھر تو عربی سے کیوں وحشت کرتا ہے ”مادہ اور ذخیر الخ سے مولانا پر پھر جنون کا غلبہ ہو گیا اسلئے فرماتے ہیں کہ میں پھر دیوانہ وار آیا ہوں۔ جاؤ جاؤ میرے لیے زنجیر لاؤ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جی زنجیروں سے

کیا ہوتا ہے ایک چھوڑ تم دو کسوز بخیر میں لاؤ تو میں توڑ ڈالوں گا۔ اور کسی سے مفید نہ ہونگا
 اَلْاَلْفُ يَارُكُ وہ مجھے مفید کر سکتی ہے اور اسکو میں نہیں توڑ سکتا پس مجھے کوئی زنجیر
 نہیں روک سکتی نیز مجھے وعظ و نصیحت بھی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ میں سکر ہل کے
 پاؤں میں عشق کی پیڑی پڑی ہے جو کہ اسکو ہر نصیحت کے قبول کرنے سے مانع ہے
 اچھا اب اس ذکر کو چھوڑنا چاہیے کیونکہ اسکی عشق کے قصہ کی ابتدا نہیں اور جس طرح
 اسکی ابتدا نہیں یوں ہی انتہا بھی نہیں پس اس کا پورا بیان کر دینا ناممکن ہے۔

آؤ گراں

ایاز کا قصہ پھر شروع کر دیو
 اُس میں بہت سی باتیں
 پر مشتمل ہیں جتنی جتنی
 بیش و عشرت کے سامان
 کے ہوتے ہوئے انسان میں
 زعفران جتنی ہے دشمن۔

۱۵۰ مہر اراں۔ تو ہرگز
 سے یزداں کی توں اور گراں
 کی تباہی کا سبب بنی ہے۔
 شہر آریل سیطان کو ہر وقت
 کا بیش و عشرت اور رتبہ
 کی بڑائی حاصل تھی وہاں
 کی گواہی کا سبب بنی۔
 خواجہ شیطان، فاکہ لا مقبر
 تھا اور آگ سے چہا ہوا تھا
 جو کہتی ہے اٹل ہے اس
 نے اُس نے آپ کو سردار
 سردار زادہ کہا۔

۱۵۱ عشق میں نصرت
 آدم۔ دھن کیوں پیش ہوتی
 زہر میں آگ سے گھٹی ہوئی
 ہے۔ آؤ کہا۔ حضرت آدم کی
 پیدائش سے پہلے شیطان کی
 بہت عزت تھی تھوڑی
 آئندہ سے ثابت ہوا شیطا
 جنوں میں سے تھا اور جنوں
 کی پیدائش آگ سے ہوئی
 ہے۔ فتنہ۔ چونکہ شیطا
 آتش ہے فاس کا زادہ

حکمت نظر کردن در چارق و پوستین کفلی نظر

چپٹل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے

الْإِنْسَانُ وَمَتَا خُلِقَ

کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

کال یکے گنجے ست مالامال راز

کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

تا بہرینہ چار قہ باپو تیں

تاکہ چپٹل میں پوستین کے دیکھے

عقل از سر، شر م از دل میزد

سر سے عقل کو اور دل سے شر کو نکال دیتی ہے

مستی ہستی بزدلہ زیں کیس

دست کیستی نے اسی گمات ہے ناگزینی کی

کہ چرا آدم شود بر من رئیس

کہ آدم میرے سردار کیوں ہوں؟

صد ہنر ارات بل و آمادہ ام

لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

تا بخد مت پیش دشمن بستم

ہر کو دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟

پیش آتش مَر و حل راجہ محل

آگ کے سامنے کیمز کا کیتا رتبہ؟

باز گراں قصہ عشق ایاز

ایاز کے عشق کا قصہ تو

میر و دہر روزہ در حجرہ بدیں

وہ ہر روز جبرو میں اسے جاتا تھا

زانکہ ہستی سخت مستی آورد

کیونکہ دست بہت سستی لاتی ہے

صد ہزاراں قرن پیشیں راہیں

اُس نے لاکھوں سال پہلے اسی

شد عز ازیلے ازیں متنی بلیس

ایسی شستی کی وجہ سے۔ ازیں ابلیس بنا

خواجہ ام من نیز و خواجہ ادہ ام

میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں

در ہنر من از کے کم نیستم

میں ہنر میں کسی سے کم نہیں ہوں

مَن ز آتش زادہ ام اواز و حل

میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیمز سے

ہیں کتنی آیت ہوا ازل
جیسا آپ دیکھنا۔

ملک تھے میں نے اُس کی
نازانی کی قلت ایک قرار
وہ اصل قلت قہر خدا ہے
آثار اللہ تعالیٰ کا ہم وقت
پر نہیں ہوتا ہے۔ درکمال
اللہ تعالیٰ کے کاموں اور
صفات اولیٰ میں کوئی امر
محدث اس کی قلت کیسے ہو
سکتا ہے تو شیطان کی فتنہ
کی قلت اُس کے آتش
ہونے کو تسار و تباہی
نہیں ہے بلکہ قدر انسانی
اُس کو نافرمانی و عداوت
خاص وقت و آگ میں نہ
شیطان کا آتش ہوتا تھا۔

تک کہ آپ پر ہو۔ کھانا ازل
سیڑ لائیہ یعنی بیٹے کے
اور سات کے لئے آپ کے
اور سات قلت ہیں۔ آپ
فرماتے ہیں کہ آپ خداوند
کا بنا ہوا ہے وہ کیا قلت
ہوئے گا جس اشکاف
ہے آپ اسی کا پھر چلا
ملک دوزخی جو جسم و پوست
کی بابت لگ کر ہے دوزخی
ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوزخ
میں ہی میں کما میں دیکھ کر اُن
پاک ہیں سے نکالنا بیخوش
جلوئے ہم پیش نہ ہم بخود
نہیں خالی نہ تو اللہ تعالیٰ
اُن دوزخیوں کی جب جب
کما میں پاک میں کہ نہیں
کما میں تبدیل کروں گے تاکہ
وہ خدا کا فریب میں مشغول
انسان کی روح روح کا
پر فرمے ہزارہ آگ پر حاکم
ہے آگ کا بندھن انسان کا
جسم ہے کہ جس کو کوس کے

اُو کجا بود اندراں دور کہ من
صدر عالم بودم و فخر من
اُن زمانہ میں وہ کہاں تھا جبکہ میں
مالم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

در بیان آیہ کریمہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ مَنْ قَالِجٍ مَنْ نَادَىٰ وَقَوْلُهُ تَعَالَى
آیہ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لہٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا
فِي حَقِّ إِبْلِيسَ عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ - اِنَّ كَانَ مِنَ الْإِنِّ فَفَسَقَ
ابلیس (اُس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر ہمارا

عَنْ أَمِيرِ رَبِّهِ
اپنے رب کے حکم سے

کاشی بود الولد سر آبیہ
کیونکہ آگ کا دینا ہوا تھا کہ آپ کا لازم ہے
علتے راپیش آوردن چرا
کوئی قلت پیش کرنا کیسا
مستمر و مستقرست از ازل
ازل سے دائم اور قائم ہے

علت حادث چہ گنجہ باحدث
حدث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجہ
صنع مغزست آب صورت چو پوت
صنع مغز ہے اور آپ جھلکے کی طرح صورت ہے
جانت جوید مغزو کوید پوست
جوئی جان کو مغز کا لپٹا ہوا جوید کے کوکھتا ہے

داد بد لنا جلودا پوستش
ہم نے کہا تو کوئل دیا۔ کی کمال انکو دیدی ہے
لیک آتش را قشورت ہم زمست
لیکن تیرے جھلکے آگ کا ایستہ میں ہیں
قدرت آتش ہمہ بر طرف آو
آگ کا پورا قابو اُس کے برحق پر ہے

شعلہ میزد آتش جان بقیہ
آفاق کی جان شعلہ دارتی تھی
نہی غلط گفتم کہ بد قہر خدا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ خدا کا قہر تھا
کار بے علت مست از علل
خدا کا کام بے علت۔ بقول سے پاک ہے
در کمال صنع پاک مستحش
قابل توجہ پاک کام کے کمال میں
سیر آب چہ بود آب مضع او
آپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا اپنا کیلئے صحت
عشق دال لے فندقی من دو
لے فندقی سے ہمہ اولے عشق کو رینا دوست ہو

دورخی کو پوست باشد دوش
دورخی کو کمال جس کی دوست ہو
معنی مغز بر آتش حاکم ست
تیرا جوہر اور مغز آگ پر عکس ہے
کوزہ چوبیں کہ دروے آب سجتو
کوزی کا چوبہ اس میں شہدہ کا پانی ہے

ہے تو اصل علت اور سبب خدا کی کارگیری ہے عشق دوزخ میں بابت لگ پیدا کرتا ہے اور
جسم کو گشت ہے۔ شتاق کی طرح کا ایک چل ہے

معنی انساں بر آتش مالکست
 انسان کا جو ہر آگ کا مالک ہے
 معنی ہیزم بر آتش حاکمست
 ایسے من کا جو ہر آگ پر حاکم ہے
 پس میفراتو بدن معنی فترا
 پس تو جسم کو نہ بزما، روح کو بزما
 پوشتہا بر پوست می افزودہ
 تو نے مجھے پر بھکا، بڑھا یا ہے
 زانکہ آتش را علف جز پوست
 آگ کی خوراک مجھے کے علف نہیں ہے
 ایں تکبر از نتیجہ پوستست
 یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے
 ایں تکبر صیت غفلت از لباب
 یہ تکبر کیا ہے؟ جو ہر سے غفلت
 چوں خبر شد ز آفتابش تخ نما
 جب اس کو سورج کا پتہ چلا، بر نہ رہا
 شد ز دید لب جملہ تن طمع
 جو ہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لای ہو گیا
 چوئل نہ بیند مغز قانع شد بپوست
 جب جو ہر کو نہیں دیکھا ہے، مجھے پرتا ہے ہر مانا
 عزت اینجا گبرست دل دیں
 اس جگہ قوت کا مانی ہے اور ذات دیں
 در مقام سنگی و انگاہ انا
 تو بقر کر جگہ ہے اور پھر تکبہ
 کبر زان جویدہ ہمیشہ جاہ و مال
 تکبر ہمیشہ رتبہ اور مال کا جہاں، ایسے ہے

مالک دوزخ درو کے مالکست
 دوزخ کا مالک اس میں کب ہلک ہوئے ملا ہے
 یک آتش راتن اویزمست
 لیکن اس کا جسم آگ کا ایسے من ہے
 تا چو مالک باشی آتش را کیا
 تاکہ تو مالک کی طرف آگ کا مالک بنے
 لاجرم چوں پوست اندر دودہ
 لا محالہ تو مجھے کی مسرع و جبریں ہیں ہے
 قہر حق آں کبر را گردن نیست
 اللہ اقصاں کا قہر اس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے
 جاہ و مال آں کبر را زان دست
 اس لئے تکبر کو رتبہ اور مال محبوب ہے
 منجمد چوں غفلت مخ ز آفتاب
 جی ہوئی جیسا کہ ہر کسی کی غفلت
 نرم گشت و گرم گشت تیز زانہ
 نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے ہو گیا
 خوار و عاشق شد کذل من طمع
 ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ من نے لالچ کیا نہ دلیلی ہوا
 بندہ بزم قنع زندان اوست
 جس نے قناعت کی اس نے بزم کیا، کی بزمی کی قناعت
 سنگتانی نشد کے شکنجیں
 پتھر جب تک نالی نہ ہوا، گیند کب بسا
 وقت مسکین گشتن تست و فنا
 (مالا کی تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت اقرب ہے)
 کر ز سرگین ست گلخن را کمال
 کی بعضی کو سرگوبر سے کمال (جامل) ہے

پایانے میں پانی ہو کر اس کو
 آگ پر رکھ کر پانی پر آگ کا
 اترائے گا۔
 معنی انسان، روح انسانی
 آگ کی مالک ہے تو مالک فترا
 جو ہر کا مادہ اور مالک ہے
 آگ سے کیسے تیار ہو سکتا ہو
 مالک اس فترا کا مالک ہے
 آگ کا مالک اور مادہ ہے۔
 پتھر تھا، جبکہ تو جبریں ہیں
 کیا ہے اور پوست، جی نہیں ہے
 تو جی جس جگہ کے دوسری ہیں ہے
 زانکہ جسم پروری سے بجز
 پیدا ہوتا ہے اور مادہ کا جسم
 اس کا قانع ہے۔
 معنی جس تکبر جو ہر پروری کا
 نتیجہ کہ پورا دوزخ ہوتا ہے اس
 لئے تکبر ہاں اور تکبر کو ہر سے
 پیدا کرتا ہے چونکہ یہ جبریں ہیں
 پروری کا سبب ہیں اور تکبر
 انسان کا تکبر جس کی ذات میں ہے
 جس سے غفلت کا نتیجہ ہے
 لہ چوئل نہ بیند جب تک
 انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ
 نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت
 کرتا ہے اور قناعت کی بزمی
 اس کو کبر اور دوزخ میں مبتلا
 کر دیتی ہے۔ غرض قنع نہیں
 محاورہ کے عام معنی قناعت
 ہیں کہ جو شخص زیادتی سمجھتا
 میں قناعت اختیار کرتا ہے
 وہ باعزت رہتا ہے مولانا نے
 اس محاورہ کے کئی ہی معنی
 سرا دیے ہیں۔ غرض
 مولانا فرماتے ہیں قناعت پروری
 کفر ہے اور دینی وقت کا اختیار
 کن ہے۔ جسکے جسم کے پھر
 کو جب تک مباحوں کے
 ذریعہ نہ دیا جائے گا نہ ملک
 نہیں ہے گا۔

اسی کا جہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ ہر کسی کا جہاں سے غفلت کی بنا پر ہے۔ کتاب خلاصہ جو ہر معنی ذات باری اور
 صفات شہرہ یافتہ۔ جب انکسورات، صفات کا مشاہدہ ماس ہو جاتا تو انسان میں انکسہ صلا کا لای ہو جاتا
 اور لای ہو جاتا۔ انکسورات کو تو قناعت، معنی اس محاورہ کے عام معنی سے بجز دوسرے معنی مادی جس میں عام قناعت

۱۔ دیدہ راہ چو کمان و گول
 نے اس جو ہرگز نہ دیکھا اس
 نے وہ چنگے کو منہ پر بیٹھے
 چنگا۔ اس گروہوں کا پیشوا
 شیطان ہے جو درجہ جاہ اور
 مرتبہ کے جال کا شکار ہیں کیا
 آہ۔ اہل اندیشہ کی ہمت
 انسان کیلئے سانپ اور اڑھٹا
 ہے۔ بزرگوں کی ہمت انسانوں
 کے لئے زور کو ہے۔ زناں زور کو
 مشہور ہے کہ زور کی تاثیر
 سے سانپ اٹھتا ہو جاتا جو
 اور وہ انسانی پر حملہ کرنے
 کے قابل نہیں رہتا۔
 ۲۔ چلے راہ دہایت پر
 چو کہ شیطان نے کانٹے پہنے
 ۳۔ اب جس کسی کو بھی اس
 راہ میں آتی ہے سخت سچ ہو
 ۴۔ ہرگز صرف غریب ہے
 حق حق منہ نشینہ
 غلبہ و زور کا دوزخ میں
 تین بھائی قوم القیامت
 جس شخص نے کرنی پڑی راہ
 تہم کی اس پر جس کا اور ان
 لوگوں کا گنا ہے جو قیامت
 تک اس پر عمل کریں گے جہنم
 میں۔ دوزخ۔ قوم کی مشر
 ایک آدم۔ آدم علیہ السلام
 نے وہی اس کو دیکھا اور فرمایا
 کھانا آفشتا کھانا۔ چوں
 ایاز۔ ایاز کا بھی اس وقت سے
 اپنا غریب کی ہمتیں اور ہمتی
 کر دینے کا اصول خاصا ہے
 اس کی عاقبت بھی پسندو
 ہوئی۔
 ۵۔ جس مخلوق انسان اپنے
 آپ کو نیت کرے گا تب ہی
 اس میں صفت خداوند کا
 ہے گی۔ جہنم۔ کچھ ہے کہ نہ
 پر کرنی نہیں کہتا ہے جس خدا

کایں دو دلیہ پوست افزوں کنند
 کہ کو کہ یہ دونوں جہدہ پائیزاں کمال کر بڑھالیں
 دیدہ راہ بر لب لب نفاشتند
 لوگوں نے منہ کے منہ پر نکسرت آٹھان
 پیشوا ابلیس بود ایں راہ را
 اس راستے کا پیشوا ابلیس تھا
 مال چوں مارست آں جاہ اژدا
 اہل سانپ جیسا ہے اور زور تہ اژدہ ہے
 زان زمر در مار را دیدہ جبند
 اس زمر سے سانپ کی انکسین تک ماتی ہیں
 چوئل بدیں رہ خار بہا دالیں
 جبکہ اس پیشوائے اس ماستہ پر کانٹے پہنے
 یعنی ایں غم بر من از غدریت
 میں مجھے یہ تکلیف اس کی غداری سے پہنچی
 بعد از ان خود قرن بر قرن آمد
 اس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں
 ہر کہ بہند سنت بد لے فتی
 لے فوجیوں جس نے بڑا راستہ تو کہیا
 جمع گردد بروے آں جملہ نرہ
 وہ سب گناہ اس پر جمع ہو جاتا ہے
 یک آدم چارق و آں پوئیں
 لیکن آدم و چہیل اور وہ پرستیں
 چوں ایازاں چارقش مورد بود
 جیسا کہ ایاز۔ چیل اس کا ورد حق
 ہست مطلق کار ساز نیستی است
 خلق درجہ نیستی کا راز ہے

ششم لحم و کبر و نخوت آگتند
 چربی اور گوشت اور عجز اور غور۔ ہر حق ہیں
 پوست از ان روئے لب بنداشتند
 اس سب سے چمکے کہ منہ سے ہمت
 کو شکار آمد شبیکہ جاہ را
 جو زربہ کے جال کا شکار بنا
 سایہ مرواں زمر و ایں دورا
 اہل دونوں کا زمرہ مرواں کا سایہ ہے
 کو ز گرد مار و زہر و وا زہد
 سانپ اٹھتا ہو جاتا ہے اور صالک نہایت باہمت
 ہر کہ خست او گفت لغت بریں
 جو بھی زخمی ہوا اس نے کہا شیطان پرست
 غدر را آں مقتدا سابق پست
 نقاری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے
 جملگاں بر سنت او پا ز دند
 سب اس کے طریق پر چل پڑے
 تا در آفتد بعد از و خلق از غمی
 انکے بعد جس کی خلق انکے ہی سے اچھوٹے ہے
 کو سرے بود ستایشاں دم غرہ
 کہ کو کہ وہ سندھ کا اور وہ دم کی جڑ تھے
 پیش می آرد کہ ہستم من ز طیں
 سامنے آتا ہے کہ میں ہوں کا ہوں
 لاجرم او عاقبت محمود بود
 لاجرم اس کا انجام قابل تائنص تھا
 کار گاہ ہست کن جزو نیست
 جو جہت ہونے کا راز نیستی کے ہوا کیا ہے

وہ شیطان پرست کرتا ہے۔ آں مقتدا یعنی شیطان۔ خدا ان۔ اب جس قدر گمراہ ہیں انہی شیطان
 کی پیروی کرتے ہیں۔

۱۵ آیت۔ یہ دعا نام اور شرط

کی طرف منسوب ہے مرنے

نے اس مناسبت سے ہرگز

یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے

معاذوں کو لے کر جہنم ملنے

کی حقیقت معلوم نہ تھی اسی

لئے انھوں نے اس کو قسم لیا۔

تَوَكَيْفَ الظُّلُمَۃُ یُضْفِی

فی کثر اشد وجہ کا مترادف ہے

کوہرا ایمان دانوں میں جو

کا ہے کہ اگر قیاس سے پردے

میں ہونے والی باتیں تو میرے یقین

میں کوئی امتیاز نہ ہوگا پروردگار

ہوتے ہوئے میں ایمان اور

یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔

دوسرے کہ اس قسم کا مطلب ہے

ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے

ادب و قیاس کرتا ہے یہ سیاق و سباق

ہے دوسرا اس دور سے کہ کہتا

ہے ۱۶

۱۷ آیت دیا۔ دینا اور تو

کا معنی وقت نہیں پہنچانے

ہیں ایسے وقت تو برکت

ہی ہو جیسا کہ قیاس نہیں دیتا

معنی کاذب معنی وقت کو نہ

پہنچانے سے بہت سی قریب

تھا، ہوں ہیں قائد اگر کاذب

معنی میں نکل پڑنا ہے تو وقت

یا جاتا ہے معنی کاذب خدا

کے کاذب معنی کسی کی دہر

نہ ہونے والا ہے وہ تباہ ہو

جاتے گا۔

۱۸ آیت شہ جو شخص خود

عقل میں جلا ہے ۱۹

کو عقل پر نہ بکے اگر نہ لگا

اگر انسان خود را تہذیب ہے تو

اس کو دوروں کو کوشاں

دیکھنا چاہیے کہ لگا۔ ۲۰

بہت بد کام ہے۔ ۲۱

کو دوسروں کا اور سچی ہو کر

دروغی آنکہ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا هِیَ وَمَعْنٰی اَنکَ لَوْ کَشَفَ

اس معنی کے چاہی میں کہ میں چیزوں کو ایسا دکھا جیسا کہ وہ ہیں اور اس کے معنی کو اگر

الْخَطَاۃَ مَا اَزْدَدْتُ یَقِیْنًا وَمَعْنٰی اِیْس بَرِیْت

بہرہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اس بیت کے معنی

از خبیثہ وجود خودی نگر

جس شخص کو تو بڑی نگر سے دیکھتا ہے

و در بیان ایں مصرعہ

اور اس مصرعہ کے بیان میں

۱۹ خروشاں زوے آموزید بنگ

اے خروشاں! اس سے ایمان دینا سیکھو

صُح کاذب آید و نفر پیدش

صُح کاذب آتی ہے اور انکو قریب نہیں دیتی

۲۰ اہل دنیا عقل ناقص داشتند

دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے

صُح کاذب کاروانہا را ز دست

صُح کاذب نے ان کا ظن کو تباہ کیا ہے

صُح کاذب خلق را رہبر مباد

خدا کے صُح کاذب مخلوق کی راہنما بنے

۲۱ شہ تو صُح کاذب را رہیں

اے وہ شخص اگر تو صُح کاذب کا پابند ہے

۲۲ گزنداری از نفاق بدماں

اگر تجھے بڑے نفاق سے اس نہیں ہے

۲۳ بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار

بدگمان ہمیشہ بُرا کار ہوتا ہے

۲۴ آں خساں کند کثر شیہا ماندہ اند

وہ کہنے جو کچھ میں چھپے ہوئے ہیں

۲۵

۲۶

۲۷

۲۸

۲۹

۳۰

۳۱

۳۲

۳۳

۳۴

۳۵

۳۶

۳۷

۳۸

۳۹

۴۰

۴۱

۴۲

۴۳

۴۴

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

۵۴

۵۵

۵۶

۵۷

۵۸

۵۹

۶۰

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

۶۹

۷۰

۷۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۳

۱۰۴

۱۰۵

۱۰۶

۱۰۷

۱۰۸

۱۰۹

۱۱۰

۱۱۱

۱۱۲

۱۱۳

۱۱۴

۱۱۵

۱۱۶

۱۱۷

۱۱۸

۱۱۹

۱۲۰

۱۲۱

۱۲۲

۱۲۳

۱۲۴

۱۲۵

۱۲۶

۱۲۷

۱۲۸

۱۲۹

۱۳۰

۱۳۱

۱۳۲

۱۳۳

۱۳۴

۱۳۵

۱۳۶

۱۳۷

۱۳۸

۱۳۹

۱۴۰

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۳

۱۴۴

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۷

۱۴۸

۱۴۹

۱۵۰

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۷

۱۵۸

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

۱۷۶

۱۷۷

۱۷۸

۱۷۹

۱۸۰

۱۸۱

۱۸۲

۱۸۳

۱۸۴

۱۸۵

۱۸۶

۱۸۷

۱۸۸

۱۸۹

۱۹۰

۱۹۱

۱۹۲

۱۹۳

۱۹۴

۱۹۵

۱۹۶

۱۹۷

۱۹۸

۱۹۹

۲۰۰

۲۰۱

۲۰۲

۲۰۳

۲۰۴

۲۰۵

۲۰۶

۲۰۷

۲۰۸

۲۰۹

۲۱۰

۲۱۱

۲۱۲

۲۱۳

۲۱۴

۲۱۵

۲۱۶

۲۱۷

۲۱۸

۲۱۹

۲۲۰

۲۲۱

۲۲۲

۲۲۳

۲۲۴

۲۲۵

۲۲۶

۲۲۷

۲۲۸

۲۲۹

۲۳۰

۲۳۱

۲۳۲

۲۳۳

۲۳۴

۲۳۵

۲۳۶

۲۳۷

۲۳۸

۲۳۹

۲۴۰

۲۴۱

۲۴۲

۲۴۳

۲۴۴

۲۴۵

۲۴۶

۲۴۷

۲۴۸

۲۴۹

۲۵۰

۲۵۱

۲۵۲

۲۵۳

۲۵۴

۲۵۵

و اے امیرانِ حسیں قلب ساز
 آن کینے دھکے باز سہرا دلوں نے
 کو دینے دار دو گنج اندراں
 کردہ دینہ دکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے
 شاہ میدانست خود پاکِ او
 شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے
 کاے امیرانِ حجرہ بکشانید در
 کہ سے سر دار ! حجرے کا دروازہ کھول دو
 تا پدید آید سگالشہائے او
 تاکہ اُس کی تیسری نما ہو جو ہے

مشرقاں ادا دم آں زرد و گہر
 میں نے وہ زرد و گہر حاضر نہیں دیا
 ایں بھی گفت دل اومی طہید
 وہ یہ کہ رہا تھا اور اُس کا دل زپ رہا تھا
 کہ منم کایں برز باخم میسود
 کہیں ہوں کہ میری زبان سے جباری ہو رہا ہے
 باز میگوید بحق دین او
 پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم
 کہ بقدر زشت من طیرہ شود
 کہ وہ میرے بڑی بہت لگانے سے ناراض ہو
 مبتلا چوں دید تا ویلات رنج
 مبتلا تھا ! جب رنج کی توجہ سمجھ لیتا ہے
 صاحب تاویل ایاز صابرست
 توجہ کرنے والا ، صابر ، ایاز ہے
 ہیمچو یوسف خواب ایں ندانیلا
 (حضرت یوسف کی طرح ایں قیدیوں کا خواب

ایں گماں بُردند بر حجرہ ایاز
 ایاز کے حجرے پر بھی گماں کیا
 زامنہ خود منگر اندر گماں
 اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ
 بہر ایشاں کردا و آں جست و جو
 اُنہیں نے وہ جست و جو اُن کے لئے کی تھی
 نیم شب کہ باشد اوزاں بیخبر
 آدمی رات کو کیونکہ اُس سے ناظم ہوگا
 بعد ازاں براست بالشہائے او
 پھر اُن کی سزا ہمارے ذمہ ہے

من ازاں زرد و گہر
 میں اُس زرد کے بائیں میں مولے حجرے کی گہریں
 از برائے آں ایاز بے تدبیر
 اُن سے بے نظیر ایاز کی وجہ سے
 ایں جفا گر بشنود او چوں شود
 یہ ظلم اگر دیکھئے ، اُس کا کیا حال ہوگا ؟
 کہ ازیں افروں بود مکین او
 اُس کا ترتیب اُس سے بڑھ کر ہے
 وز غرض در ستر من غافل بود
 اور میری غرض اور راز سے غافل ہو
 بُرد بیند کے خود او مات رنج
 کا خیال دیکھتا ہے ، دور رخ سے اُنہیں دیکھتا ہے
 کہ بھر عاقبتھنا ناظرست
 کیونکہ وہ نتائج کے سمجھ کر دیکھنے والا ہے
 ہست تعبیرش پیش او عیاں
 اُس کی تیسری اُن کے سامنے ظاہر ہے

پرستہ ہے۔ آن خاں مقلد
 میں چونکہ خود کی ہی روحانیا
 کے وہاں امیران سلطان
 محمود کے دربار کے دوسرے
 اُمراء جنہوں نے ایاز کی
 نصیحت کی تھی خود منکر تھے
 اُنہیں نے حجرے کے پاس
 میں ایاز پر بھی مکاری کا
 خیال کیا تھا۔ سلطان
 محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین
 تھا اور حجرے کی کاغذی کا
 حکم اُن امیروں کو اُس کی
 پاکی کا یقین دلانے کے لئے
 دیا تھا تاکہ امیران سلطان
 سے شاد بادشاہ بنے۔ یہ
 ہی کہہ دیا تھا کہ جو امیران
 میں وہ جہاں سے ہیں جگہ
 اگر صرف بتا دینا آج ہی
 گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو
 دیا تھا لیکن وہ جگہ سے ہیں
 تھا کہ اُن کی مجلس ایاز
 کو جس کا حکم ہو گا کہیں نے
 بدگالی کی بنیاد پر اس کے جزو
 کی کاغذی کا حکم دیا ہے تو
 کہ اس قدر رخ و رنگا جاتا رہے
 پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ
 ایاز کے غلوں پر یقین ہے
 کہ وہ اس حکم کے باوجود
 مجھ سے بدگمان نہ ہوگا بلکہ
 مجھ سے بدگمانی پر یقین
 حال واضح کرنے کیلئے میں نے
 یہ حکم دیا ہے۔
 سلطان بقیہ نصیحت اور حب
 اپنی نصیحت کی کوئی بہت
 توجہ کر لیتا ہے تو دور رخ اور
 غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا
 ہے۔ صاحب تاویل ، بادشاہ
 نے خیال کیا کہ ایاز اس کام
 کی کوئی بہتر توجیہ کرے گا۔

محمود نے اسی امیروں سے کہا کہ تم غیب میں ایاز کی وہی میں حجرے کا دروازہ کھول دینا کہ اُن
 کے پریشیدہ حالت ظاہر ہو جائیں پھر اُن اُن کو اُن کی سزا دوں گا۔ جیسا کہ شہناہ یعنی ایاز نے
 کے خیالات اور مال جمع کرنے کی تہمیریں۔

سامنے خادمانہ کھڑا ہوں اور کیوں کھڑا ہوں میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدم خاک سے۔ گارے کا آگ کے سامنے کیا رتبہ ہے نیز جس زمانہ میں مجھے عزت حاصل تھی اور میں صدر عالم اور فخرِ زماں تھا اس وقت آدم کا نام نشان بھی نہ تھا۔ والفضل للمتقائم۔ پس اس لحاظ سے بھی مجھے رئیس ہونا چاہیے

اور آدم کو مودوس! پھر یہ قلبِ مضرع کیا کہ وہ سزاوار ہوا اور میں خادم۔ غرض کہ آتش غصہ اس احمق کی جان کا بابِ برہی متی اور اس غضبِ شعلہ بند ہور ہے تھے کیونکہ وہ آتش تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الولد ستر لایہ۔ ایسے اس میں اپنے باپ کی جلنے کی صفت موجود تھی۔ نہیں میں نے غلط کہا بلکہ تیر خدا تھا جو آگ پھونک رہا تھا۔ اصلی اور سچی بات یہ ہے۔ پھر بہانہ کیوں کیا جائے اور سچی بات کیوں نہ کہی جائے۔ ہم نے سبیت فعلِ حق کو سچی اور صحیح اور سبیت آتش زادگی کو غلط اور بہانہ اس لئے کہا ہے کہ حق سبحانہ کے افعال صحیحہ غیر سقیمہ احتیاج بہ علل حادثہ سے منزہ ہیں اور ازل سے دائم و برقرار ہیں۔ جبکہ حوادث کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پس علل حادثہ کو باوجود اپنے حدوث کے حق سبحانہ کے افعال پاک نامشہ عن ذات الحق و صفاتہ من الارادہ وغیرہا کی تکمیل میں کیا دخل ہو سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ستراب ہونا کوئی چیز نہیں۔ ہمارا باپ یعنی وہ شے جس کے ہم میں صفات حمیدہ یا ذمہ کا ظہور ہوتا ہے۔ حق سبحانہ کا فعل ہے اور اصل شے اور مخرج اس کا فعل ہی ہے اور ظاہری باپ۔ پوست کی طرح نظر انداز کرنے کے قابل ہے جب گفتگو ذکر مغز و پوست مکمل ہو گئی تو اب ہم اس کے مناسب ایک دوسرے مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تن جو شِ فندق کے مغز یعنی روح اور پوست یعنی لحم و عظم وغیرہ پر مشتمل ہے تو عشقِ الہی کو اپنا دوست جان کہ وہ تیری جان کا طالب ہے جو کہ تیرا مغز ہے اور تیرے جسم کو کھلاتا ہے جو کہ تیرا پوست ہے یعنی عشق تجھے کھلاتا ہے تیرے آثارِ جسمانیہ کو مضمحل کرتا اور آثارِ روح کو ظاہر کرتا ہے۔ ایسے وہ تیرا دوست ہے

پسے تو اسگ نفرت مت کر۔ بلکہ اسکے حاصل کرنے کی فکر کر۔

اس بیان سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ عشق طالب مغز اور مضنی پوست ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ دوزخ جس کا مطلوب پوست ہے۔ حق سبحانہ کا حکم متعلق بہ تبدیل جلود۔ اس کو پوست ہی عطا کرتا ہے۔ جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ قہار مغز اور تباہی معنی دوزخ پر حاکم ہیں۔ کما فی ظہر من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکیا عن جنہم جزا مؤمنین خان نورک اطفئنا نارہ۔ لیکن قہار پوست لحم دشم وغیرہ آگ کا ایندھن ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک لکڑی کا پیالہ جس میں پانی بھرا ہو کہ مطروف تو آگ پر حاکم ہے اور ظرف پر آگ کی حکومت ہے۔ علیٰ ہذا انسان کے معنی اور اس کا مغز آگ کے مالک ہیں اور دوزخ انکو صدمہ نہیں پہنچا سکتی ہے کیونکہ مالک دوزخ و دوزخ میں نہیں جل سکتا اسکی مثال ایسی ہے جیسے کاسہ جو میں پُر آب کہ اسکی معنی یعنی پانی آگ پر حاکم ہیں اور اس کا جسم آگ کا ایندھن ہے [فاثلہ] : ہم نے معنی ہیزم الخ کو اعادہ مضمون کوزہ جو میں الخ قرار دیا ہے جب کہ معنی انسان الخ اعادہ ہے معنی و مغرت الخ کا۔ اور بعض محشی نے معنی ہیزم سے اس کے اجزاء مائتہ مراد لیے ہیں اور تن ہیزم سے اجزاء خاکیہ و ہوا ایضا اقرب اور بعض نے ہیزم سے مراد انسان لیا ہے اور اسکی معنی سے روح اور تن سے گوشت پوست وغیرہ و ہوا بعد و اللہ اعلم جب امور مذکورہ ذہن نشین ہو چکے۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنے معنی یعنی روحانیت بڑھاؤ۔ تاکہ تم کو آتش دوزخ ضرر نہ پہنچا سکے اور تم مالک دوزخ کی طرح اس پر حاکم ہو۔ لیکن اب تک تم نے ایسا نہیں کیا اور پوست پر پوست بڑھایا ہے۔ سو اگر وہی حالت رہی تو تم ضروریوں ہی دوزخ میں ہو گے جیسے پوست آگ میں ہوتا ہے کیونکہ آگ کا چارہ تو پوست ہی ہے پس اسکو آگ میں جانا چاہیئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تکبر کی گردن مارنے لے ہیں اور تکبر پیدا ہوتا ہے پوست سے۔ یہی وجہ ہے کہ تکبر کا مطلوب جاہ اور مال ہے جو کہ سامان ہیں تن پوری و نفس پوری کا۔ پس سے حق سبحانہ اس کی یوں ہیخ کنی کرتے ہیں کہ پوست کو جو کہ منشا تکبر کا۔ آگ میں جھونک دیتے ہیں۔ اسکی معلوم ہوا کہ تکبر نہایت بُری خصلت ہے جسک چھنا ضروری ہے

اب ہم اس کیجئے کی تدبیر تملاتے ہیں سُنو!

تجبر کا منشا کیا ہے۔ مغز موجودات یعنی حق سبحانہ سے غفلت جو غافل کے جمود کا یوں سبب ہے۔ جیسے برف کی آفتاب سے غفلت برف کے لیے موجب جمود ہوتی ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ غفلت کو دور کیا جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب برف کو آفتاب کی خبر ہوتی ہے تو پھر وہ افسردہ نہیں رہتا۔ بلکہ نرم اور گرم اور سیال ہو کر تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ یوں ہی جب کسی کو حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ از سر پائے خواہش بن کر متذلل اور عاشق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو کسی چیز کا خواہاں ہوتا ہے اس کی اندر تذلل اور تکسر پیدا ہو جاتا ہے اور تذلل اور تکسر منافی تجبر ہے پس تجبر جاتا رہتا ہے لیکن جب کہ کوئی مغز (حق سبحانہ) کو نہیں دیکھتا تو وہ پست یعنی غیر الشیر پر قانع ہوتا ہے۔ اور غیر الشیر قید خانہ اس کا جیل خانہ بن جاتا ہے یعنی قناعت از حق اور اس کے عدم طلب کے سبب وہ خود ہی پھنس جاتا ہے۔

جب کہ تجبر کا علاج معلوم ہو گیا تو اب یہ سُنو۔ کہ دنیا میں عزت تمہارے تجبر اور ذلت کا سبب ہے اور ذلت دینداری اور عزت کا۔ پس تم عزت دنیا کو چھوڑو اور ذلت حاصل کرو تاکہ تم کو عزت حاصل ہو۔ کیونکہ جب تک کوئی اپنے کو مٹا نہیں دیتا اُسے عزت حاصل نہیں ہوتی۔

دیکھو! پتھر نے جب تک اپنی خودی کو نہیں چھوڑا اس وقت تک نیلین خاتم ہونے کا شرف اس کو حاصل نہیں ہوا۔ اور جب اپنی خودی کو چھوڑ کر آفتاب کے رنگ میں رنگ گیا اس وقت اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا۔ افسوس! کہ تم ہنوز پتھر اور عاری عن الکمالات ہو مگر اس پر بھی خودی کو نہیں چھوڑتے اور فانی ہو کر عزت حاصل نہیں کرتے۔ صاحبو! یہ وقت تذلل اور فنا کا ہے نہ کہ تکبر اور خودی کا۔ پس تم فانی ہو جاؤ۔ تاکہ تم کو عزت حاصل ہو۔

خیو! یہ تو ہو چکا اب سُنو! کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ تجبر طالب ہے جاء و مال کا اب اس کی وجہ سُنو وہ یہ ہے کہ وہ بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور جاہ و مال بمنزلہ پاخانہ کے

اور قاعدہ ہے کہ گھوڑے کا کمال پاخانہ سے ہوتا ہے یوں ہی کبر کا کمال جاہ و مال سے ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں داہ ہیں بلکہ آدمی کے اندر پوست یعنی چربی اور گوشت اور کبر و نخوت بڑھاتے اور ان سے اسکو چڑھتے ہیں اسلئے وہ ان کا طالب ہے اچھا اب یہ سنو کہ جب تکبر اتنی بڑی چیز ہے تو لوگ تکبر کیوں کرتے ہیں۔
وجہ اسکی یہ ہے کہ انہوں نے لُب لُب یعنی مقصود حقیقی حق جل مجدہ

کو نہیں دیکھا اسلئے انہوں نے پوست کی طرح نیکے اور غیر مقصود تکبر کو مغز یعنی کار آمد اور مقصود سمجھ لیا اور اسکی طالب ہو گئے۔ اس راہ کا مقصد ابلیس ہے کیونکہ وہ ہی اول دام جاہ کا شکار ہوا تھا اور اسی نے اول تکبر کیا تھا۔

صاحبو! مال اور جاہ دونوں نہایت بُری بلا ہیں اور جاہ مال سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ مال تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور جاہ بمنزلہ اثر دھ کے۔ لیکن سایہ اہل اللہ ان دونوں کے لیے زمرہ ہے کیونکہ اس زمرہ یعنی سایہ اہل اللہ سے ان سانپوں کی آنکھیں نکل جاتی ہیں اور وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کا خطرہ دور ہو جاتا ہے اور اس طرح سالک ان کے ضرر سے بچ جاتا ہے۔

خیں یہ مضمون تو راستطرازی تھا۔ اب سنو کہ چونکہ اس سزا یعنی ابلیس نے لوگوں کی راہ میں کانٹے رکھ دیئے اور تکبر کر کے ان کو تکبر کا طریقہ بتلا دیا۔ اور اس طرح ان کے لیے خطرہ پیدا کر دیا ہے اسی لیے جو شخص زخمی ہوتا ہے یعنی تکبر کر کے نقصان اٹھاتا ہے تو وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے اور مقصود اس کا یہ ہوتا ہے کہ مجھے یہ صدمہ اُسکی دغا بازی کی بدولت پہنچا ہے کیونکہ وہ پیشوا دغا بازی میں سابق الاقدام ہے۔
نہ وہ یہ رستہ نکالتا نہ مجھے تکلیف اٹھانی پڑتی۔

الحاصل: طریق تکبر کا موجد ابلیس ہے اسکے بعد زمانے گزرتے رہے اور تمام متکبرین اسی کی روش پر چلتے رہے۔ اس کا دباں ہی ابلیس کی ہی گردن پر ہے گا۔ کیونکہ جب کوئی بُری راہ قائم کرتا ہے تاکہ لوگ اسکے بعد اندھے پن سے ٹھوکیں کھا کر گریں تو ان تمام لوگوں کا دباں اس راہ کو قائم کرنے والے کی گردن پر ہوتا ہے

کیونکہ وہ پیشوا تھا اور لوگ اس کے متبع - خیر! ابلیس نے تجبر کیا۔ مگر اُس کے برخلاف آدم علیہ السلام نے اپنے پرانے جوتے اور پوسٹین یعنی اپنی حقیقت کو پیش نظر رکھا اور سمجھا کہ میں گارے سے بنا ہوں۔ اور یا زکی طرح وہ اپنے پرانے جوتے کے پاس برابر آتے رہے یعنی اپنی حقیقت کو نہیں بھولے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تعریف کیے گئے یہ بیان تھا آدم علیہ السلام کی ترک خودی کا۔

اب مولانا ترک خودی اور فنا کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نستی اور عدم و فنا ہی میں تاثیر کرنے والے اور اسی میں کام کرنے والے ہیں اور کچھ حق سبحانہ ہی کی تخصیص نہیں بلکہ جو کوئی بھی کسی شے کو وجود میں لاتا ہے۔ وہ اس کی صنعت کا رخا نہ عدم ہی ہے۔ عدم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وجود میں تاثیر ایسی ہے۔ جیسے لکھے ہوئے پر لکھنا۔ جہاں کوئی پودا لگا ہو وہاں پودا لگانا پس سے کیا کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے۔ یا جہاں کوئی پودا لگا ہو کوئی پودا لگاتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایسا کاغذ... تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہ ہو۔ اور ایسی جگہ پودا لگاتا ہے جہاں کچھ بویا ہوا نہ ہو۔

یونہی حق سبحانہ اور دیگر موجود بھی اپنی تاثیر کے لئے عدم چاہتے ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم ہی اپنی صفات کو فنا کر کے ایسے ہو جاؤ جیسے بغیر کوئی ہوئی زمین۔ یا بے لکھا کاغذ۔ تاکہ حق سبحانہ کی تحریر اور اس کی قلم سحریت حاصل کرو۔ اور وہ کریم تمہارے اندر اپنی صفات کا بیج بوئے۔

حاصل یہ کہ تم خودی کو مٹاؤ۔ تاکہ تمہارے اندر اخلاق الہیہ اور علوم معارف پیدا ہوں۔ اور تم فالودہ خودی جس کو تم مزہ سے کھا رہے ہو۔ نہ کھایا سمجھو اور یہ مطبخ جو تم نے بچھا ہے نہ دیکھا سمجھو۔ کیونکہ یہ فالودہ بہت سی مستیاں پیدا کرتا ہے۔ جن سے تم اپنے پوسٹین اور لیٹھڑوں کو بھول جاؤ گے یعنی تم کو اپنی حقیقت یاد نہ رہے گی لیکن جب جان کنی اور موت کا دقت ہو گا۔ اس وقت افسوس کرو گے اور اپنے گدڑی اور لیٹھڑوں یعنی اپنی حقیقت کو اس دقت یاد کرو گے اور جب تک تم بڑائی کی موج میں یوں غرق نہ ہو گے کہ تمہاری لیے کشتی پناہ نہ ملے

اس وقت تم اس دافع کشتی کو یاد نہ کرو گے۔ یعنی تم اپنے پوستین اور لیٹھوں کو نہ دیکھو گے۔ اور اپنی اصلیت کو یاد نہ کرو گے۔ ہاں! جبکہ تم مصیبت کے ڈباؤ بانی میں پھنس جاؤ گے اس وقت ظلمنا کو شوق سے اپنا وظیفہ بناؤ گے لیکن اس وقت تم پر شیطان ہنسے گا۔ اور کہے گا کہ اس ناقص کو دیکھو کہ کس وقت یہ اپنی اصلیت کو یاد کرتا ہے۔ اس مرغ بے ہنگام کا سراٹا دینا چاہیے مگر یہ خصلت کہ وہ مصروف خودی رہیں۔ اور ان کی طاعات سے خشوع ہوں۔ خاصانِ حق کی دانش مندی سے بعید ہے۔ وہ تو پیشتر ہی سے آسمانی مرغ کی مانند ہیں اور انہی اذانیں اپنے وقت پر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کی حالت اہل دنیا کے خلاف ہے کیونکہ وہ بے وقت اپنی حقیقت کو یاد کرتے ہیں اور اہل اللہ بے وقت۔ [فائدہ: ولی محمد نے دور میں خصلت الخ کو مقولہ محمود قرار دیا ہے اور ایاز سے ایاز مراد لیا ہے مگر یہ ان کی غفلت ہے۔ اگر وہ مولانا کے شعر ایسے خرد سال از مے آموزید بانگ۔ بانگ بہر حق کس نے بہر بانگ میں تامل کرتے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے]

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مرغو! (اہل دنیا) خاصانِ حق سے اذان سیکھو کہ وہ خدا کے لئے اذان دیتے ہیں نہ کہ روپے کے لیے یعنی اہل اللہ کی روش اختیار کرو کہ وہ فانی فی اللہ ہیں۔ نہ کہ مبتلائے خودی اور پابند نفس۔ اور صبح کا ذب کھانکو دھوکا نہیں دے سکتی۔ صبح کا ذب سے ہماری مراد دنیا ہے۔ جو کہ ان کی بھلائی اور برائی کا عالم ہے یعنی وہ لوگ مغرور دنیا نہیں ہیں۔ برخلاف اہل دنیا کے۔ کہ وہ عقل ناقص کھتے ہیں اسلئے انہوں نے اس دار الغرور کو اصلی گھر سمجھ لیا۔

صبح کا ذب بہت سے قافلوں کو غارت کیا ہے کیونکہ وہ دن کے مشابہ ہو کر ظاہر ہوئی ہے۔ یونہی اس دنیا نے اپنی طول بقا کے سبب عالمِ باقی سے مشابہت پیدا کر کے بہت سے آدمیوں کو تباہ کیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ صبح کا ذب مخلوق کی رہبر ہو۔ کیونکہ وہ بہت سے قافلوں کو تباہ کر دیگی۔ یوں ہی خدا نہ کرے۔ نہ دنیا سے لوگ دھوکا کھائیں

ورنہ بہت سے غارت ہو جائیں گے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو صبح کاذب یعنی دنیا کا مجھوس گنا تو صبح صادق یعنی حقیقی اہل اللہ کو۔ صبح کاذب۔ یعنی بنی ہوئی نہ سمجھ۔ کیونکہ اگر تیرا ظاہر باطن یکساں نہیں اور تو ریا سے خالی نہیں تو دوسروں کو ایسا نہ سمجھ۔ تیری یہ بدگمانی دلیل ہے اس بات کی کہ تو خود بدکار ہے کیونکہ بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے اور وہ اپنی حالت کو دوسروں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ چنانچہ جو ذلیل لوگ خود گمراہیوں میں مبتلا تھے۔ وہ انبیاء کو ساحر اور گمراہ کہتے تھے۔ نیز ان ذلیل اور غاباز امیروں نے ایاز کے مجرہ پر بھی یہی بدگمانی کی تھی کہ اس میں خزانہ مخفی ہے پس تم اپنے آئینہ سے۔ دوسروں کو نہ دیکھو۔ اور جیسے خود ہو دوسروں کو بھی ویسا ہی نہ سمجھو۔ خیس! یہ گفتگو تو ہو چکی اب قصہ کی طرف عود کرنا چاہیئے۔ اچھا سنو!

بادشاہ گو جانتا تھا کہ ایاز اس جرم سے بری ہے۔ مگر امرار کی وجہ سے اس نے خانہ تلاشی کا حکم دیا اور کہا کہ اے امیر! ادھی رات جبکہ ایاز غافل ہو۔ اس وقت مجرہ کا دروازہ کھولو۔ تاکہ اس کی خیالات ظاہر ہو جائیں اگر اس کا جرم ثابت ہو گیا تو پھر سزا ہمارے ذمہ ہے ہم اُسے سزا دیں گے اور سونا موتی جو کچھ ملے سب تمہارا۔ میں تو اطلاع چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہہ رہا تھا مگر اس کا دل بے مثل ایاز کی طرف بے قرار تھا اور کہا کہ اے میرے من سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں۔ اگر ایاز کو اس زیادتی کا علم ہو جائے تو کیا ہو۔ پھر کہتا تھا کہ اس کی اطاعت کی قسم۔ اس کی کوہ وقاری اس سے بالاتر ہے کہ وہ میری تہمت سے بے یگشتہ ہو جائے اور میری غرض اور باطنی خیال سے غافل ہے وہ ہرگز غافل نہیں ہو سکتا۔ اور جب غافل نہیں ہو سکتا تو خدا بھی نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ کسی مصیبت زدہ کو اس کی مصیبت کی مصلحت معلوم ہوتی ہے تو وہ اس کو اپنی کامیابی سمجھتا ہے اور اس کی شکستہ نہیں ہوتا۔ پس چونکہ ایاز صابر اس واقعہ کی مصلحت سے واقف ہے کیونکہ وہ مست انجام نہیں ہے اس لئے وہ خفا نہ ہوگا ہم نے

یہ کیوں کہا کہ ایاز واقف ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ یوسف کی طرح ان قیدیوں یعنی میٹروں کے جواب یعنی کارروائی کی تعبیر یعنی حقیقت سے واقف ہے اور وہ جانتا ہے کہ حقیقت اسکی حسد یا بدگمانی ہے تو وہ اپنے خواب (معاملہ) کی تعبیر (حقیقت) سے کیوں نہ واقف ہوگا۔ اور کیوں نہ سمجھے گا کہ محسود کے یہ کارروائی بنا پر مصلحت ہے کیونکہ جو شخص اپنے خواب کی تعبیر یعنی اپنے حامد کی حقیقت نہ جانتا ہو تو وہ دوسروں کے خواب کی تعبیر اور دوسروں کے معاملہ کی حقیقت کیا جان سکتا ہے اور ایاز دوسروں کے معاملہ کی حقیقت سے تو بخوبی واقف ہے پس وہ ضرور اپنے معاملہ کی حقیقت بھی جانتا ہوگا اور جبکہ وہ سمجھتا ہوگا کہ یہ ایک امتحان ہے تو پھر وہ ناخوش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر امتحان میں اسکی سوتلوائیں بھی ماروں تب بھی اس شفیق کا تعلق کم نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ تلوائیں میں اپنے مار رہا ہوں اسلئے کہ حقیقت میں میں وہی ہوں اور وہ ہیں پس ان کی تلوار مارنا اپنے مارنا ہے

در بیان اتحاد عاشق و معشوق از زوئے حقیقت اگرچہ

منقضا داند از زوئے آنکہ نیاز ضد بے نیازی ست چنانکہ آئینہ
 وہ اس اعتبار سے حصاد ہے کرنا، بے نیازی کی ضد ہے مبادا آئینہ
 بے صورت سادہ است و بی صورتی ضد صورت ست لیکن
 غیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہوا صورت کی ضد ہے لیکن
 میان ایشان اتحاد ست در حقیقت کہ شرح آن را زوئے
 در حقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے
 وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْدُ الْإِشَارَةِ
 اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسم مجنون را ز رنج دوئیے اندر آمد ناگہاں رنجوئیے
 فراق کی تکلیف سے مجنون کے جسم میں ناگہان رنجوئیے

در بیان اس موضوع سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کو کہا گیا ہے۔

لے مستعد بظاہر عاشق و
 معشوق میں تضاد ہے ایک
 طرف نیاز ہے دوسری طرف
 بے نیازی ہے مبادا آئینہ
 بے صورت ہے اور صورت
 اس کے اندر آئے ہیں نظائروں
 دونوں میں تضاد ہے مگر حقیقت
 دونوں پر اتحاد ہے اس کی کوئی
 کے تشبیہ سے تشریح کر رہے ہیں۔
 مجنون۔ ایک بار مجنون سادہ
 ہو گیا عشق کی شدت نے اس
 کے خون میں جوش پیدا کر دیا
 جس سے اس کے جسم میں رنج
 دھم کا دم پیدا ہو گیا

خون خوش آمد ز شعلہ اشتیاق
خون کی چٹاری سے خون خوش میں آگیا
پیش طبیب آمد بار و گردش
ان کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا
رگ زدن باید برائے دفع خون
خون کے دغ کرنے کیلئے نصد کرنی چاہیے
باز و ش بست گرفت آں پیش او
انہی نے اس بار باہر اور اندر ان کے سامنے بکھرا
مزد خود بستان ترک فصد کن
اپنی نیکی سے بے اور نصد نہ کر
گفت آخرا ز چہ می ترسی ازین
اُس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟
شیر و گرگ خرس ہر یوز و دودہ
شیر اور گرگ یا اور دیکھ اور ہر چیتا اور دودہ
می نیاید شاں ز تو بکوائے بشر
جو میں سے انھیں انسان کی بر نہیں آتی ہے

گرگ خرس شیر داند عشق چیست
بیز اور دیکھ اور شیر دانتا ہے کہ عشق کیا ہے
گرگ عشقے بنوے کلب را
اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہو تو
ہم ز جنس او بصورت چوں سرگا
اُس کے ہم جنس ہیں کتوں کی صورت میں
تو بز دی بوی دل جنس خوش
قرنے اپنی اہم جنس کے دل کی خوشبو نہ پانی
گر بوی عشق ہستی کے مئے
اگر عشق نہ ہوتا اور خود کب ہوتا؟
نان تو شد از چہ ز عشق واشتہ
نہی روئی کس چیز سے جنس اور خواہش سے

تا پید آمد بدایا مجنون خلاق
مجنون کے جس سے مجنون کے دھن میں خلاق پیدا ہوا
گفت چارہ نیست بیج از رگ نش
اُنہی نے کہا نصد کرنے کے علاج کوئی دلی نہیں ہے
رگ زدن آمد بدایا نجاد و فنون
جہانجو دواں ایک نصد نصد نفاذ آیا
بانگے زرد ز ماں آں عشق خو
نوراً وہ عشق سے راجح جب
گر بمسیم گو پرو جسم کہن
اگر میں ہر ماؤں، کبد سے پڑا سر جلا جائے
چوں نمی ترسی تو از شیر عریں
جبکہ تو بیمار کے سب سے نہیں ڈرتا ہے
گرد بر گرد تو شرب گرد آمدہ
تیرے چاروں طرف سے گرد بڑھتا ہے
زانہی عشق و وجد اندر جگر
اتیرے جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے

کم ز رنگ باشد از عشق او ہستی
جو جنس عشق سے خال ہے وہ نصد ہے کہ ہے
کے مجھے کلب کہف قلبا
تو کتا ابی، دل کے غار کو کب ڈھنڈھتا
گر نشد مشہور بہت اندر جہاں
دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں
کے بڑی تو بوی دل ز گرگ و میش
تو بوی اور میر کے دل کی خوشبو کیلئے رکھتا ہے
کے زے ناں بر تو و تو کے شئے
روئی تجھ سے کب عشق اور تو کب ہوتا؟
ور ز ناں را کے مئے نا جاں ہے
ور ز روئی کا راست جاں تک کب ہوتا؟

۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

اٹن مردہ روئی کو زندہ بنان
کا جزو بنادیا ملک مجوں
مجوں نے فسادے کہا میں
نظر گلے سے نہیں دورا میں
یہاں میرا پڑے بھی زیادہ ہے
اور دم کا میری حالت ہے
اسی سے میرے جسم کا تار کا
تار ایک - چکر بھی اپنے
آپ کو نہ کہ چکا ہوں اور میرے
جس جسم میں مصروف ہے تو
یہ فتنہ میرے - گلے کا کوئی
کے گلے کا - آؤ جھلنے سے
سکتا ہے کہ اپنی ہی اندر
میں کوئی فرق نہیں ہے میں
میں ہوں اور میں میں ہوں
اور میں ایک بدن میں ہیں

عشق نانِ مردہ را جان می کند
عشق ہی مردہ روئی کو جان (دار) بنا تا ہے
گفت مجنوں من نہیں رسم ز نیش
مجوں نے کہا میں لاشتر سے نہیں لڑتا ہوں
منہاں ہم نے زخمِ ناسا یاد منم
میں صحبت کا ادا ہوں میرے زخم کے میرے جسم کا کلام
لیکھ از لیلی وجود من پر دست
لیکن سید اوج دین سے ہمارا ہے
ترسم لے فتہ! اگر قصد من کنی
لے فتہ! اگر تو میرے قصد کا کیا میں لوں گا ہوں
وانداں عقلے کا اڈول و شکت
وہ عقل جس کا دل روکش ہے ہمکتی ہے
من کیم لیلی و لیلی کیست من
میں کون لیلی اور میں کون ہے! میں

جاں کہ فانی بود جاویداں کند
جہاں فانی تھا اُس کو جاودانی بنا دیتا ہے
صبر من از کوہِ سنگیں بہت بیش
یہ صبر میرے پہ پہاڑ سے بہت زیادہ ہے
عاشقم بر زخمِ ہا بر می تنم
میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگا ہوں
ایں ضد پر از صفاتِ آں درت
یہ سب اُس سرق کی صفات ہے بڑے
نیش را ناگاہ بر سیلی زنی
اپنا ایک تو پہلے کے لاشتر اسے
در میانِ لیلی و من فرق نیست
(کہ) مجھ میں اور سیلی میں فرق نہیں ہے
ما دؤر و حیم آمدہ در یک بدن
ہم دور ہیں ہمیں ایک جسم میں آگئی ہیں

شرح

اچھا اب سنو! جسک مصرع بالا میں دیم اندر حقیقت اور منم
کی تائید ہو - وہ یہ ہے کہ رنجِ فراق سے مجنوں کے جسم میں ایک
بیماری پیدا ہو گئی - جس کی تفصیل یہ ہے - کہ جوشِ اشتیاق سے خون میں جوش
آگیا - جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجنوں کو خناق ہو گیا جب وہ بیمار ہو گیا تو ایک طبیب اسکے
معالجہ کے لئے آیا اور اس نے تجویز کیا کہ مجنوں کو فصد کے اس کا کچھ علاج نہیں پس
احسن علاج خون کے لیے فصد لینا چاہیے اس تجویز پر ایک ہوشیار جراح کو بلا یا گیا بس
وہ آیا - اور اگر اس شخص حسبِ قاعدہ بازو پر پٹی باندھی اور ہاتھ کو اپنی طرف بڑھایا جب
مجنوں نے یہ دیکھا تو فوراً اس نے کہا کہ تم اپنی مزدوری لے لو اور فصد نہ کرو اگر مر جاؤں
تو کیا ہے ایک بوسیدہ جسم جاتا رہے گا - بلا سے جاتا رہے -
جس طرح یہ سنگ مرمر مجھوا اور اس شخص سوال کیا کہ تم جبکہ شیر بیشہ سے بھی نہیں

ڈرتے تو فصد سے کیوں ڈرتے ہو۔ نین شیر بھڑیا، رکھ اور ہر قسم کے درندے رات کو تمہارے گرد گرد جمع ہوتے ہیں مگر وہ تم کو نہیں کھاتے کیونکہ وہ اس وجہ سے کہ تمہارے اندر آدمی کی بو نہیں پاتے کہ تمہارے جگر میں عشق و شوق کا جو جم ہے اور اسلئے گویا کہ تم مجسم عشق و شوق ہو پس جبکہ تم مجسم عشق ہو تو تم ڈرتے کیوں ہو اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھڑیا، رکھ اور شیر وغیرہ جانتے ہیں کہ عشق کیا چیز ہے اور اس کا ادب کرتے ہیں اسلئے انہوں نے مجنوں کو ضرر نہیں پہنچایا پس جو شخص عشق بالخصوص عشق الہی سے واقف اور اس کی قدر جانتا ہو اسے حاصل نہ کرے وہ کہتے سے بدتر ہے۔ کیونکہ کتا صرف عشق الہی سے واقف ہی نہیں بلکہ وہ اسکو حاصل ہی ہے کیونکہ اگر اس میں عشق الہی کی آگ نہ ہوتی تو سگ اصحاب کہف پناہ دل کا طالب کیوں ہوتا اور اہل دل کے ساتھ کیوں رہتا۔ ایک اُسی پر کیا انحصار ہے اس کی، تجنس عاشق حق اور صورت میں کتوں کے مشابہ جہاں میں اور بھی کہتے ہیں گو مشہور نہیں ہیں۔ اگر تم کہو کہ ہمیں تو ایک ہی نظر نہیں آتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں اپنے مجنوں میں تو اہل دل کا پتہ ہے ہی نہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں بھڑیوں اور بھڑوں وغیرہ میں ان کا کیا پتہ لگ سکتا ہے۔ الغرض ہم کو کا عشق الہی حاصل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مطلق عشق عجیب چیز ہے۔ کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو عالم نیست سے ہمت نہ ہوتا۔ پس وہ عشق ہی جس وجود عالم ہے۔

(فائدہ: مولانا نے اس مقام پر حدیث کنت کنزاً مخفیاً فاجبت ان اعرف خلقت الخلق کی طرف اشارہ فرمایا ہے)

نین اگر عشق نہ ہوتا۔ تو نہ تم سے روئے اتصال پیدا کرتے۔ اور نہ جزو انسان بن کر انسان بنتی پس ر و ٹی جو انسان بنی ہے تو کیوں عشق یعنی بھوک کی بدلت ورنہ روٹی کی روح تک رسائی کیونکر ہو سکتی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ عشق نہایت عجیب شے ہے کہ وہ بے جان روٹی کو جان بنا دیتا ہے اور جان جو کہ بدن عشق کے فانی تھی اور اس کو دائم البقا کر دیتا ہے اور جب مطلق عشق کی یہ حالت ہے تو عشق الہی کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

خسین میمنون استطرادی تو ہو چکا۔ اب سنو! کہ مجنوں نے جراح کے سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے نشتر سے ڈر نہیں لگتا کیونکہ میرا صبر تو پہاڑ سے زیادہ وزنی ہے میں تو نسل مرہم کے ہوں کہ بدوں زخم کے مجھے چین ہی نہیں آتا اور میں تو عاشق ہوں اور زخموں سے مجھے کام ہے مگر میرا وجود نیلے سے پر ہے اور یہ صدف جسم لانے موقی لیلیٰ کی صفات سے لبریز ہے۔ پس اے جراح! اگر تو میرے قصہ کہہ گیا۔ تو مجھے ڈر ہے کہ تو نیلے کے نشتر نہ مار دے۔ کیونکہ وہ عقل جو دل روشن رکھتے ہیں کہ مجھ میں اور لیلیٰ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ میں کون ہوں؟ لیلیٰ۔ اور لیلیٰ کون ہے؟ اور گویا کہ ہم دو دروہیں ہیں جو ایک قالب میں اکٹھے ہیں

گفت مشوقے بعا شق ز امتحان
استخوان، ایک مشرق نے عاشق سے کہا
مر مر انودوست تزداری عجب
تو مجھے عجیب زبان دوست دے رہا ہے
گفت من در تو چنان فانی شدم
اُس نے کہا میں تمہیں ایسا بنا رہا ہوں جو

بر مژن از ہستی من جز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے کچھ نہیں ہے
زاں سبب فانی شدم من انجبین
اُس نے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں
ہمچو سنے کو شود کل لعل ناب
اُس پتھر کی طرح جو ہمیشہ خاص محل میں لگا ہوا

وصف آں سنگی نہ مانند ز رو
اُس میں شمع کی کی صفت نہیں رہتی ہے
بعد از اں گرد دوست خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپکو دوست لکھتا ہے
و کہ خور را دوست دارد و بجای
اگر وہ (دل و جان سے) سورج کو دوست لکھتا ہو

خواہ خود را دوست دارد و لعل ناب
خاص محل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے
اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے

تا نشد ازل لعل خور را دشمن ست
جب تک وہ محل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے
زانکہ ظلمانی ست سنگے با حضور
اُس کے لئے کہ اسے باشعور یا پتھر یا درک ہے

خویش را گرد دوست دارد و کافر ست
اگر اپنے آپکو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے

در صبحی کائے فلاں ابن فلاں
صبح کی شرکیت وقت رائے فلاں فلاں کے بیٹے
یا کہ خود را راست گویا ز الکرب
یا اپنے آپ کو سچ بتاتا ہے غمزدہ
کہ پر م من از تواز ستر اقدم
کہ شمع سے یا اُن تک شمع سے پُر ہوں

در وجودم جز تو لے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! پتھر وجود میں تیرا سوا کچھ نہیں ہے
ہمچو سرکہ در تو بجز سر انجبین
جیسا کہ سرکہ کے شہد کے سمندر انجبین

پُر شود اواز صفات آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پُر ہوا ہے
پُر شود اواز وصف خور او پشت ز رو
وہ آگے اور پیچھے سے سورج کے وصف سے پُر ہوا ہے

دوستی خور بود آں لے فتی
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے
دوستی خویش باشد بیگماں
بلکہ شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے

خواہ یا او دوست دارد آفتاب
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے
ہر دو جانب جو ضیاء شری نیست
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کہ نہیں ہے

زانکہ یک من نیست ایجاد و من
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں
ہست ظلمانی حقیقت صد نور
تاریک حقیقت، نور کی ضد ہے

زانکہ او متاع شمس البرست
کیوں کہ وہ شمس اکبر کا متاع ہے

۱۵ صبحی صبح کے وقت
کی شراب گفت: عاشق
نے کہا کہ میں تمہیں اپنے آپ کو
فنا کر چکا ہوں اب تو اور میں دوست
نہیں ہیں کہ اُن کے پاس ہے
محبت کی کمی اور زانی کی کمال
ہو سکے۔

۱۶ بر من میرے وجود کا نام
ہی نام ہے ورنہ اُس وجود میں
در اصل تو ہے سرکہ سرکہ
کو اگر شہد کے سمندر میں

ڈال دیا جائے تو سرکہ کا صف
نام ہی نام رہ جائیگا ورنہ
وہ سب شہد میں مگر شہد
ہی لگا ہے۔ پتھر جس قسم میں

کسی دوسرے قسم کی پوری
صفات آجائیں تو اب اُس
پتھر میں نام ہی نام باقی رہے
پتھر کے سبب سورج کی صفات

کو اس درجہ قبول کر لیا کہ اُس
میں پتھر نہ رہا اور وہ سورج
کی صفات کو قبول کر کے محل
بن گیا تو اب وہ صرف نام

کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی
صفت باقی نہیں ہے۔
۱۷ بعد ازاں محل اگر اپنے
آپ سے محبت کرے تو وہ

سورج ہی سے محبت کر لائیگی
وہ اگر وہ محل، سورج سے
محبت کرے گا تو اُس کی وہ
محبت خود اُس کی اپنی ذات

سے محبت کہلائے گی۔ اب
اُس کی اپنی ذات سے دوستی
اور سورج سے دوستی ہی کوئی
فرق نہیں ہے اسلئے کہ اُس

میں اور سورج میں صفات
کی یکسانیت ہے۔
۱۸ تا آنکہ وہ اگر وہ پتھر
ابھی محل نہیں بنا ہے تو پتھر
اور سورج میں تضاد ہے پتھر

لے گشت کسی سفر زنی کا
 ۱۱۱۱۱۱ کہار کسی وجہ سے کمر
 ہے اور مسروری کا یہ کمر کنا
 میں انسان ہے آن آہ اگر
 کوئی فرعون صفت والا شخص
 آنا میں کیے تو وہ ملعون ہے اور
 کوئی مصر مصر کی صفات
 والا انسان ہی کر کیے قرض
 پر دلا کی رست ہے تاکہ
 جگہ انسان اللہ کی صفات
 سے شغف نہیں ہے قرض
 میں اور اللہ قرض میں قضا
 ہے یا میں آنا شغف میں قضا
 نہاد ہی کا آنا میں کہ انسان
 بنائے میں کہ ہے اس آنا
 ۱۱۱۱۱۱ میں کوئی فرق نہیں ہے
 کیونکہ خداوند صفات کے احاطہ
 سے دونوں میں اتحاد ہے
 قرض و قرض ہادی کوئی ناشی
 قرض میں آنا حلقہ ہے جو کمر
 ہے
 ۱۱۱۱۱۱ جہد کن ہمارے گشت
 اپنے چتر میں کہ دور کر کے صل
 بننے کی کوشش کر رہے تھے ملت
 رشتہ اپنی صفات کو تاکہ کہ اللہ
 کی صفات کے نزدیک مائل
 ہوگا وقت تیرے دور کے
 اوصاف رشتہ تابہر باپنے
 صفات خداوندی کا تیرے اخذ
 نماز ہر جائے جمع توکان
 کی طرح ہر جماعت نماز اور
 اپنی صفات کو قبول کر کے صفات
 خداوندی کو حلقہ جو گشت بنائے
 ۱۱۱۱۱۱ چتر اگر انسان میں انسانیت
 ہے تو اس کو کونسا کہو گئے
 ملنے کی طرح ہمارے کے
 زور اپنے صبر کی کہانی کرنی

پس نشاید کہ بگوید سنگ آنا
 پس مناسب نہیں ہے کہ بچتر آنا کہے
 گفت فرعون آنا الحق گشت پست
 کسی زمرے نے آنا میں کہا وہ پست ہر
 آنا آنا الفتنہ اللہ در عقب
 اس آنا کے لئے اللہ اقبال کی لبت در ہے
 زانکہ او سنگ سیہ بدایں عقیق
 کیونکہ وہ سیاہ بچتر سیاہ عقیق ہے
 ایں آنا ہو بود و زبرے فضول
 اسے یہودہ آنا کو حقیقت ہر حق
 جہد کن ناسنگیت کمتر شود
 تو کوشش کر تاکہ تیرا چتر میں کم ہو جائے
 صبر کن اندر جہاد و در غنا
 ہمسارہ اور شغف میں صبر کر
 وصف سنگی ہر زمان کم میشود
 بچتر میں کی صفت ہر مسہر کم ہوگی
 وصف ہستی میر و دان پیکریت
 تیرے ہم میں سے روح کی صفت میں بائیں
 سمع شویک ارگی تو گوشوار
 توکان کی طرح زور سماعت میں جا
 چچوچہ کن خاک می کن گر کسی
 اگر تو زور دے تو کونسا کوئی دانی کی طرح میں کہو
 گر رسد جذب خدا آب معین
 اگر خدا جذب آسمان و جہاں میں پانی
 کار کے میکن تو ذکاہل مباحش
 کہو کام کر اور کام میں

او ہمہ تاریکی ست و در فنا
 وہ ہمہ تاریکی اور فنا میں ہے
 گفت منصور آنا الحق بزرست
 کسی منصور نے آنا میں کہا وہ بالا ہے
 ویں آنا را رحمتہ اللہ لے محب
 اور یہ آنا اس رحمت اللہ اقبال کی رحمت ہے
 آل عقیقے نور بود دایں عشیق
 وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے
 ز اتحاد نور نر را و خلل
 نور کے اتحاد کی وجہ سے نہ کہ خلل کے طور پر
 تا بلعلی سنگ تو نور شود
 تاکہ تیرا بچتر میں صل سے روشن ہو جائے
 دمدم می ہیں بقا اندر فنا
 مسہر ہر صفت میں بقا اور دیکھ
 وصف علی در تو محکم میشود
 جو میں صل میں کی صفت مضبوط ہو جائے گی
 وصف ہستی میفراید و برست
 تیرے باطن میں ہستی کی صفت بڑھ جائے گی
 تا ز حلقہ فصل یا بی گوشوار
 تاکہ تجھے صل کے حلقہ کا گوشوار مل جائے
 زیر تن خاکی کر در آبے زسی
 اس میں تن کے جسم کی خاک تو پانی تک پہنچ جائے
 چاہہ ناکندہ بخوشد از زیریں
 کونسا کہو گئے میں زیریں سے جڑش لے گا
 آنک اندک خاک چرامیراش
 تھوڑی تھوڑی کنوری کی بونٹ کہو

چاہئے تاکہ وہ آب مسات تک آجی سکے اگر چہ خدا ہمارے کے ساتھ اگر حضرت حق کی جانب سے جذب
 شروع ہوتا ہے تو یہ جذب تک پہنچنے کے لئے زیادہ ہمارے ہمدون کی ضرورت نہیں رہتی

کارمین گوش ماں از بہر آب
پانی کے لئے کام کر، کان بن جا
ہر کہ زنجے دید گنجے شد پدید
جس نے تکلیف آسانی، خزانہ ظاہر ہوا
گفت پیغمبر کو عست و وجود
پیغمبر نے فرمایا ہے، رکوع اور صبح
حلقہ آں در ہر آنکو میسر نہ
جو شخص اس دروازہ کی کنڈی کھلتا ہے

اندک اندک دور کن خاک و تراب
تھوڑی تھوڑی خاک اور جٹی ہٹ
ہر کہ جدے کرد در جدے رسید
جس نے کوشش کی، نصیب کو پہنچ گیا
بر در حق کو فتن حلقہ وجود
اٹھ اٹھائے، کے در پہ راہ کی کنڈی کھلتا ہے
بہر او دولت سرے پیر کن کند
اس کے لئے دولت باہر آتی ہے

لے لے کر کن، انسان کو پادشہ
شرع کا پابند ہے، اور مقصد کے
مصلحت کا منظر رہنا چاہیے۔
ہر کفایت کو رائے رکھیں
کس ہے جو کوشش کرتا ہے
وہ پالہتا ہے، گفت، مہتر
اس لئے کہ پانی ہیں، اگر در حق
تکلیف اور آسانی کو تشریب
مصلحت جو زنجیر کا کردار
کھلتا یا چاہیے، جہاد میں
زنجیر بھاتا ہے۔
لے لے کر، مشہور قتلہ ہے
میں دنی باب الکریم، انظر

شرح

ایک معشوق نے ایک روز صبح کے وقت امتحان اپنے عاشق
سے دریافت کیا کہ تم مجھے زیادہ چاہتے ہو (اگر یہ ہے تو تعجب
کی بات ہے) یا اپنے کو اے مبتلائے رخ جو بات ہو سچ کھدو! اس نے
جواب دیا کہ میں آپ کے اندر اس قدر فنا ہوں کہ میں سرے پاؤں تک آپ کی صفات
سے لبریز ہوں میرے اندر میری ہستی کا صرف نام باقی ہے اور کچھ نہیں اور میرے
اندر سہائے آپ کے اور کچھ نہیں۔ لہذا میں آپ کے اندر یوں فنا ہوں جیسے کہ آپ جو
کہ بکھرا لگیں ہیں۔ سرکہ کھائیں اور وہ جزو بدن بن کر آپ کے اندر فنا ہو جاتے۔
اب مولانا ایک اور مثال سے مقولہ عاشق کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے
مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک پتھر جو کہ سراسر خالص لعل ہو جائے اور صفات آفتاب کے پڑھ جائے
اور وصف حیرت اس کے زائل ہو جائے اور اوپر نیچے غرض کہ ہر طرف صفات آفتاب سے
پڑھ جائے اس کے بعد اگر وہ اپنے کو دوست رکھے گا تو وہ آفتاب ہی کی دوستی ہوگی اور اگر
آفتاب کو دوست رکھے گا تو وہ اپنی دوستی ہوگی۔

الحاصل خاص لعل خواہ اپنے کو چاہے یا آفتاب کو۔ ان دونوں چاہتا ہوں
میں کچھ فرق نہیں کیونکہ گواہیں ہر دو کے متبائن ہیں مگر صفت دونوں کی ایک ہے ایسے
کہ دونوں جگہ آفتاب ہی کی روشنی ہے جو مثال ہے ماہیت کا۔ لیکن جب تک پتھر لعل نہ ہو اس وقت

نک وہ آفتاب کا دشمن ہے کیونکہ یہاں ایک ہستی نہیں بلکہ دو ہستیاں ہیں اسلئے کہ پتھر ظلماتی ہے اور آفتاب سراپا نور لہذا دونوں میں تضاد ہے اسلئے ظلماتی نور کی ضد ہے ایسی حالت میں اگر وہ اپنے کو دوست رکھے تو وہ بمنزلہ کافکے ہے کیونکہ وہ جلیل القدر آفتاب کا مزاحم ہے کہ وہ اس کو اپنے میں فنا کرنا چاہتا ہے اور یہ فنا ہونا نہیں چاہتا اور اس طرح اسکی مزاحمت اور مقابلہ کرتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جو شخص فانی الحق نہیں ہے اسکو انا الحق نہ کہنا چاہیئے کیونکہ وہ سراسر ظلمت اور فانی ہے نہ کہ باقی بقا الحق۔ لیکن اگر کوئی فانی فی الحق اور باقی بمقام حق ہو۔ تو اس کا انا الحق کہنا ہی نفسہ صحیح ہے (گو شریعت حالت صحو میں اسکی اجازت نہیں دیتی) یہی وجہ ہے

کہ فرعون نے انا الحق کہا تو وہ ذلیل ہوا۔ اور منصور نے حالت سُکر میں انا الحق کہا تو وہ ناجی ہوئے اور اس انا پر لعنت الہی مرتب ہوئی اور اس پر رحمت الہی۔ کیونکہ فرعون غیر فانی اور بمنزلہ کالے پتھر کے تھا جو کہ اپنے لیے آفتاب حقیقی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور منصور فانی اور بمنزلہ عقیق کے تھا جو کہ نعرۂ انا شمس لگاتا اور وہ دشمن آفتاب حقیقی تھا اور یہ عاشق آفتاب حقیقی۔

پس مقولہ فرعون کے یہ معنی ہیں کہ میں ہی آفتاب حقیقی اور خدا ہوں اور آفتاب حقیقی اور خدا کوئی چیز نہیں۔ اور مقولہ منصور کے یہ معنی ہیں کہ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ آفتاب حقیقی اور خدا ہے لہذا فرعون مستحق لعنت تھا۔ اور منصور مستحق رحمت۔ کیونکہ منصور حقیقت میں خدا ہی تھا اس معنی یہ نہیں کہ خدا منصور میں نعوذ باللہ حلول کر گیا تھا۔ بلکہ یہ اتحاد بایں معنی تھا کہ وہ متخلّق باخلاق اللہ اور متصف بصفات حق اور فانی فی الحق و باقی بمقامہ تھا۔ پس یہ اتحاد حقیقی نہ تھا۔ بلکہ عرفی تھا۔ جیسے کہ اہل محاورہ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں دو تھوڑا ہی ہیں وہ دونوں ایک ہیں۔ فافہم لا تنزل۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کو کشمکش کرو کہ تمہاری جسارت اور ظلمت کب ہو اور صفت لطیبت و تنور اور آفتاب حقیقی کے ساتھ ہم رنگی تم میں زائد ہو اور اس تم منور ہو جاؤ اور صورت اس کی یہ ہے کہ تم مجاہد

و مشاق میں صبر کرنا اور استقلال کے ساتھ مخالفت نفس پر کمر بستہ ہو جاؤ پھر دیکھنا کہ اس دنیا میں تمہیں لحظہ لحظہ ایک نئی بقا حاصل ہوگی اور تمہارے اندر سے نقص نقص بد وقت بکل ہی ہوگی اور صفت کمال پختہ ہو ہی ہوگی اور صفائی میں تم میں کمال تھا ہوگا اور صف عشق الہی اور اسمیں منشا کی کیفیت تمہارے سر میں بڑھتی ہوگی۔ بس تم کان کی طرح سراسر سماعت بن جاؤ یعنی جو کچھ تم سے شیخ کہے اُس کو بدوں چون و چرا کے مان لو۔ اس کی تم لعل کی بالی کان میں پہنوں گے یعنی تم صفت کمال سے ملتبس ہو گے اور اگر تم آدمی ہو تو چاہ کن کی طرح اپنے جسم خاکی سے مٹی کھوٹے رہو۔ تاکہ ایک روز تم پانی تک پہنچ جاؤ یعنی تم مجاہدات و ریاضات سے اپنے جسم کو گھٹاتے رہو تاکہ ایک چشمہ معرفت الہی تمہارے اندر سے پھوٹے اور تمہاری مطلوب تم کو مل جائے۔ یہ امور گو موقوف علیہ بمعنی لولاء لا تمنع نہیں ہیں کیونکہ اگر جذبہ خداوندی پہنچ جائے تو چشمہ معرفت بدوں مجاہدات و ریاضات کے بھی مل سکتا۔ مگر اکثر عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدوں ریاضات مجاہدات کے وہ ایسا کرتے نہیں اسلئے تم کچھ نہ کچھ کرتے رہو اور ہاتھ پاؤں توڑ کے نہ ملیٹھو اگر زیادہ نہ ہو سکے تصور اٹھو رہی مجاہدات کرتے رہو۔ غرض تم کام کرتے رہو اور چشمہ رحمت کے منتظر رہو۔ اور تھوڑے تھوڑے مجاہدات کرتے رہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز تم کو تمہارا مطلوب حاصل ہوگا کیونکہ عادت اللہ جاری ہے کہ جو شخص تکلیف اٹھاتا ہے اس کو حصول مطلوب حشرانہ مل جاتا ہے اور جو شخص کوشش کرتا ہے دولت اس کو مل جاتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے دروازہ پر زنجیر وجود کھڑکھڑانا۔ رکوع اور سجدہ (کثرات نوافل مع پابندی فالض) ہے۔ پس کثرت صلوٰۃ کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ اس طریقہ سے تم حق سبحانہ کے دروازہ پر زنجیر کھڑکھڑاؤ گے اور تم کو ایک عظیم الشان دولت ملے گی کیونکہ جو کوئی اس دروازہ کی زنجیر کھڑکھڑاتا ہے اس کو ایک عظیم الشان دولت حاصل ہوتی ہے۔

اب سمجھو کہ اس زنجیر کے کھڑکھڑانے کا کیا قاعدہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رکوع و سجدہ یعنی کثرت صلوٰۃ حق سبحانہ کے دروازہ پر طلب بقا روحانی کے لیے زنجیر کھڑکھڑانا ہے پس تم کثرت صلوٰۃ کرو تاکہ تم کو بقا روحانی حاصل ہو۔

آمدن آں امیران تمام با سرنہنگان نیم شب و کشادین
 آن چہلڑ امیران سے سپاہیوں کے آدمی رات کو آئے اور ایاز کا ہمسرہ
 حجرہ ایاز و دیدن چارق و پوشتین را آویختہ و گمان
 کھونا اور چہل اور پوشتین کو کھلا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ
 بردن کہ آں نکرست و روپوش و خانہ را خفرہ کردن بہر
 ستاری اور آڑ ہے اور گھسہ کے ہراس گوسفہ کو کھونا جس کا
 گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کناں آوردن و دیوار ہا را سوراخ
 انھیں خیال آیا اور کناں کھولنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ
 کردن و چیزے نایافتن و نخل نوید شدن چہا نند
 کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شہر مندہ اور نا امید ہونا جیسا کہ انبیاء
 بدگمانان خیال ندیشاں در کار انبیاء و اولیاء میگفتند کہ
 اور اولیاء کے معاملہ میں بدگمانوں اور سچے والوں جو کہتے تھے کہ
 ساحر اند و خوشیتن ساختہ اند و قصد ریبجویند بعد اند
 جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بٹائے ہوئے ہیں اور بڑاں پاتے ہیں جستجو کے
 نفیض نخل شدن ایشان شود ندارد
 بعد ان کا شہر مندہ ہونا مفید نہیں ہے

زودش یعنی ایاز نے چہل
 اور پوشتین اس لئے دکھادی
 ہے کہ بعض خزانہ کی جانب
 لوگوں کا دھیان نہائے۔
 گھ چٹا کہ یہ لوگ ایاز کے
 مسالیں ایسے ہی شہر مندہ ہونے
 جس طرح انبیاء اور اولیاء کے
 نکرستوں میں ایسے وقت شہر مندہ
 ہوتے ہیں جبکہ ان کی فرزندگی
 ان کے لئے مفید نہیں ہوتی
 ہے۔ قصہ۔ ہمسرہ کا مقام
 حاصل کرنا خیرہ بننے کی۔

لے آئے۔ ایاز نے خود پر
 ایسا سخت نفل ڈالیا تھا
 جس کا کھنا آسان نہ تھا۔
 نے نہ نفل پر مشورہ نفل کس
 نفل کی وجہ سے نہ کھا یا تھا
 بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کیلئے
 کھا تھا خود دیگر اگر لوگوں کو
 چہل اور پوشتین کا حال معلوم
 ہوگا تو ان کو ستاری پر رسول
 کریم کی پیش بابت و دلالت
 باطنی اقوال کی اصل وجہا پر ہے
 بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں
 پڑ۔ یہ قہر کی کہ نزدیک
 سوا جان سے بہتر ہے شہر
 رو پڑے کہ جان کی حیرت
 کہتے ہیں۔

طالب گنج وز رومرہ شدند
 خزانہ اور سونے اور چٹائی کے طلبگار بنے
 باد و صد فرنگ دانش چندیں
 چند خاص کی سیکڑوں عقلموں اور سچہ کے ساتھ
 از میان قفلہا بگزیدہ بود
 انوں میں سے منتخب کیا تھا
 از برائے تمام آں سراز عوام
 بلکہ انھیں راز کو عوام سے چھپانے کے لئے
 قوم دیگر نام سالو سم کنند
 دوسری قوم میرا نام مکار کے کی
 از خساں محفوظ تر از فعل کاں
 کیوں سے ان کے صل سے زیادہ محفوظ ہوتے
 ہیں

آں امیراں بردر حجرہ شدند
 وہ امیر ہمسرہ کے دروازہ پر آئے
 قفل را بر میکشاند از ہوس
 ہوس سے انھوں نے ۱۰ کھولا
 زانکہ قفل صعب پیچیدہ بود
 کیونکہ اس نے مضبوط لاک رکھا تھا
 نے نہ نخل سیم و مال و وزیر خام
 چاندی اور مال اور خاص سونے کے نفل کی پیچیدگی
 کہ گروہے بر خیال بدتند
 کہ ایک جماعت بڑے خیال پر قائم ہو جائیگی
 پیش باہمت بود اسرار جاں
 جان کے راز باہمت کے سامنے

زربہ از جان ستیش الہاں
 یہ قرون کے نزدیک سنا جان سے بہتر ہے
 مٹی شتابید نہ تلف از حرص زر
 دوسرے کے وہی جی تیسرے دوڑتے تھے
 حرص تاز دیدہ ہوئے سرب
 سرب کی جانب لاج بیکار دوڑتا ہے
 حرص غالب ہو دوزخوں جاں شد
 لاج غالب تھا اور سنا جان کی طرح بن گیا تھا
 حرص غالب ہو دوزخوں جاں
 جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی
 گشتہ صد تو حرص غوغا لائے او
 حرص اور اس کا شر تر غوغا بن گیا
 تاکہ درچاہ غور اندر رفت
 تاکہ دھوکے کے گھوڑوں کے اندر گرے
 چوں زبند دام باد او شکست
 جب مال کے بندے کے دھوکے سے اس کا دوزخ
 تابد یوار بلا ناید سرش
 جب تک اس کا سر نصیب کی دیوار تک نہیں آتا ہے
 کو دکاں را حرص لوزین و شکر
 بادام کے مٹوے اور شکر کا لالچ بچوں کے
 چونکہ درد نباش آغاز شد
 جب اس کے پھولے کا درد شروع ہوا
 حجرہ را با حرص و صد گونہ ہوش
 حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے
 اندر افتادند بر ہم ز از دام
 از دام سے اٹھنے اندر آئے
 عاشقانہ در رفت با کز و فر
 شان و شکر سے، عاشقانہ کرتا ہے
 بنگریدند از یار و از یار
 انھوں نے باہیں اور وہیں جانب دیکھا

زربہ از جان بود پیش شہاں
 شاہوں کے نزدیک سنا جان کی خیرات ہے
 عقل شاں میگفت ایستہ تر
 اُن کی عقل کہیں تھی۔ نہیں۔ بہت کم ہے
 عقل گوید نیک بر کائنات
 عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھو۔ وہ جانی نہیں ہے
 نعرہ عقل آں نامی پنہاں شد
 اس وقت عقل کی آواز دُوب مٹی تھی
 گفت این ست این ست این ست
 اس نے کہا میں ہے۔ یہ بیہودہ چیز
 گشتہ پنہاں حکمت ایلئے او
 دانائی اور اس کا اشارہ مجھ پر
 آنکہ از حکمت ملامت نشود
 وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سہتا
 نفس تو امبرویا بید دست
 تو امبرویا نے اس پر قابو پا لیا
 نشود پند دل آں گوش کرش
 اس کا ہر کان دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے
 از نصیحت ہر دو گوشش باز شد
 دونوں کان کو نصیحتوں سے بھرا ہوا بنا ہے
 در نصیحت ہر دو گوشش باز شد
 اُس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے
 باز گردند از زمان چندس
 اُن چند شخصوں نے اُس وقت کہلا
 پتچو اندر دوغ گندیہ ہوا
 جس طرح بنگے شری ہوئی چھا چھوٹی
 خوردن امکان نے دست ہر دو
 کھانے کا امکان نہیں اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں
 چاہتے بدیدہ بود و پوستیں
 چھٹی ہوئی جیل اور پوستیں تھی

ملے تھی شاید۔ لاج ان کو
 دوزخ تھا اور عقل آہستہ آہستہ
 کی نصیحتوں سے وہی جی جڑ جڑا
 حرص انسان کو غیر مافی اللہ
 کی طرف دھرتی ہے حال ہر
 سمجھا ہے مطلب۔ صورت
 جو دھوکے سے لاج لقا کرے جس
 آواز دُوب مٹی تھی۔ غالب بود سنا
 جواں کئے جان کلاہ تھا پیر
 حرص غالب تھا اس نے عقل کی دیوار
 کو بیکار بنا دیا۔ عقل عقل کی
 اور اس کے اشارے اُن کو روک
 حق پر گئے تھے۔
 ملے تھی حکمت کے اشارے
 اگلے پریشہ ہوجاتے ہیں کہ
 شخص جس کے میں جلا ہو چکا۔
 یہ وہی شخص جب چس جاتا ہے
 حرص کو فرور دھرتا ہے اور پیر
 اس نفس کی حکومت کرتا ہے
 نفس کا نام فرور دل کی ریش
 ملے تھی تا پیر ہوا جب تک
 مصائب کی دیوار سے اس کا
 سر نہیں ٹکراتا ہے اس وقت
 تک یہ دل کی نصیحت نہیں
 سنتا ہے۔ کو دکاں۔ ان شخصوں
 کی مثال بچوں کی سی ہے جو
 مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت
 نہیں سنتے ہیں۔ چونکہ جب
 مٹھائی کھانے سے بھروسہ
 اور مٹھیاں لٹکی ہیں تب
 بچے کے کان کھٹے ہیں۔ حق۔
 اب پیر ایذا کے قوسے کے کھوٹے
 کا ذکر شروع کیا ہے۔
 ملے تھی۔ وہ لوگ از دام
 کر کے ایذا کے قوسے میں اس طرح
 گئے ہیں جس طرح بنگے کھنی چوٹے
 میں کرتے ہیں کہ وہ نہ اس میں
 سے کہہ سکتے ہیں اور پیچ
 سالم باہر نکل سکتے ہیں۔ جی
 مان اُن لوگوں کا تھا کہ انکو

وہاں بھی ملے ہاتھ نہ آیا اور
رہا ہونگے۔
تک بارگشتہ مجھے میں مال
نہ پانے کے باوجود انھوں نے
کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں
ہو سکتی قبل ازاں پوچھا تو مال
کو چھاننے کے لئے ایک آدمی
بجھایا۔ لیکن کھودنے کے لئے
کہا نہیں۔ کارہ نالی گویا
گروہ۔ خضر۔ گروہ ان سے
کہہ رہے تھے کہ اسے تاک
خیالات والوں میں خالی گروہ
ہیں۔ زان۔ اب وہ اپنے
خیالات پر شرمندہ تھے انھوں
نے گروہوں کا پاشا شروع
کر دیا۔

لے لالہ۔ وہ اپنے کام پر
لاچار پڑھ رہے تھے۔ خضر
ان کو اپنے کاموں کو چھپا کر
دھما دیواروں کے سوراخ اور
زمین کے گڑھے ان کی پھیل
کھا رہے تھے۔ خضر۔ ان کو پھیل
اور سوراخوں کو اس طرح اب
بند نہیں کیا جاسکتا کہ ایاز
کے سامنے ان حرکتوں کا انکار
ممکن ہو لہذا وہ سب حیران
تھے اور وہ دیواری کی گواہی سے
ڈر رہے تھے۔

لے ماقبت۔ انجام کاروں
مردم واپس ہوتے اور مردوں
کی طرح مردوں پر وہ چڑھ رہے

باز گشتہ اس مکان میں نشینیت

انھوں نے پرکھا۔ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے
ہیں بیاور سیخمائے تیز را
خبردار! تیز سلاخیں
ہر طرف کنند جستن در فریق
ان لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی
خضر ہاشا بانگ میداد از نزال
ان کو اس وقت گروہوں نے ہٹا کر
زاں سگالش شرم ہم میداشتند
اس بدگانی سے ان کو شرم بھی آ رہی تھی
باز در دیوار ہا سوراخ ہا
پھر دیواروں میں سوراخ

بے عد دلا حول در ہر سینہ
ہر سینہ میں بے شمار لالہ۔ تم

زاں ضلالتہائے یاوہ از نشان
ان کی بیہودہ دوز کی گڑھا بیتاں

ممکن اندائے آں دیوار نے
اس دیوار کی بپائی ممکن نہ تھی

گر خدای بیگنا ہی میدہند
اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں

جملہ در حیرت کچہ مذر آوزند
جملہ حیرت میں تھے کہ کب مذر کریں

عاقبت نمید دست لب گراں
انجام کار نہا امید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے جوئے

باز گردیدند سوائے شہر یار
شہر کی طرف واپس ہو گئے

چارق اینجا جز بے دلوش نیست

اس جگہ چلنے والے کے سوا نہیں ہے
امتحان کن خضر و کاریز را

گروہ اور نالی کا امتحان لے
خضر ہا گردند و گویاے عمیق

گروہ اور گہرے غار ڈال دیئے
کندائے خالیم لے گندگاں

اچھ گندو! ہم خالی خدقیں ہیں
کندار باز می انپاشتند

انھوں نے خدقوں کو دوبارہ بھر دیا
ہمچنین گردند از جہل و غمی

نادانی اور انہی سے اس طرح کئے
ماند مرغ حرص شاں بے چینی

ان کی حرص کا بوند بغیر سنگی کے رہ گیا
خضر و دیوار و درخت از نشان

گڑھا اور دیوار اور دروازہ ان کے چنگوچ
بایا از امکان بیج انکار نے

ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا
حائط و عرصہ گواہی میدہند

دیوار اور زمیں گواہی دے رہے ہیں
تا ازیں گرداب جاں بیر دانند

تاکہ اس بھروسے جان کر باہر نکالیں
چوں ناں دودست بر سر ہا زان

مردوں کی طرح دوجہ ستر چراتے ہوئے
پرز گرد و زوئے زرد و شرمسار

غروب کے بھرتے ہوئے، چہرے زرد اور شرمندہ



باز گشتن تماشا از حرمہ ایا ز بسوئے شاہ تو برہ تہی و خجل محو
 چنانچہ اس کا ایا کے حرم سے بادشاہ کی دولت خالی تو برہ اور شرمندہ ہو کر ہٹا گیا
 بدگماناں در حق انبیا علیہم السلام در وقف ظہور برأت و
 کر انبیاء علیہم السلام سے بدگمان کرنے والے ان کی برأت اور پاک کے ظاہر
 پاکی ایشاں کہ یوم تبیض و وجوہ و تسود و وجوہ و
 ہر ماہ کے وقت کس دن جبکہ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہوں گے اور
 قولہ تعالیٰ یوم النبیامہ تری الذین کذبوا علی اللہ و وجوہہم مسودۃ
 اس آیت کے قول تہات کے روز قیامت میں ان لوگوں کو جنہوں نے خدا پر جھوٹا گواہی دیا ہے وہ

کہ نقلا ز زرو میاں تہیت
 کہ تہا کی تہیتیں بیانی اور سرائے سے خالی ہیں
 فرو شادی در رخ و رخسار کو
 تو نہ اور رخسار پر نشان اور خوشی کہاں ہے؟

برگ سینا ہم و وجوہم اخضرست
 سبز پتے ان کے چہروں پر خاقان ہے اکاسم لعل میں
 نک منادی می کند شاخ بلند
 اب بلند شاخ بیکار رہی ہے
 برگہائے سبز براشجا صیت
 درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟
 شاخ دست پا گواہی میدہد
 شاخ، اقد پاؤں میں جو گواہی دیتے ہیں
 پچھو سایہ پیش منہ ساجد شند
 سایہ کی طرف پانہ کے ملنے سجدہ کرنے کے جگتے
 پیش شہ رفتن دایغ و کفن
 تلواریں اور کفن لے کر جہاں کے سامنے گئے
 ہر یکے می گفت کے شاہ جہاں
 ہر ایک کہ راجا کو لے شاہ جہاں!
 ورنہ بخشی ہست انعام نوال
 اگر فرمان کر دے انعام اور نوال ہے

شاہ قاصد گفت میں احوال صیت
 بادشاہ نے قصہ کا بیان کیا احوال ہیں؟
 ورنہاں کر دید دینار و تسو
 اگر تم نے اشرافان اور مہراں چھپا رکھی ہیں
 گرچہ پنہاں بیخ ہر بیخ اورست
 اگرچہ ہر جزا اور دست کی جڑ ہر شہید ہے
 آنچہ خورداں بیخ از زہر و زقند
 جو کچھ زہر اور شکر اس جزا نے کھا ہے
 بیخ اگر بے برگ از مایہ تہیت
 جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرائے سے خالی ہے
 بزبان بیخ گل مہرے نہد
 چونکہ زبان پر سنی مہر کا دھڑ ہے
 آں امیراں جملہ در عذر آمدند
 ان سب سرداروں نے معذرت کی
 غدر آں گرمی دلاف و ماوس
 اُس جوش اور دشمنی اور اناجیت سے مڈر کے لئے
 از خجالت جملہ انگشتاں گراں
 شرمندگی سے انگلیاں کانٹے ہوئے
 گر بریزی خوں حلاالت طلال
 اگر تو خون بہائے جسے نے طال ہی طال ہے

تھے۔ باز گشتن۔ وہ لوگ خالی
 تھا اور شرمندہ جس طرح تھے
 جس طرح کفار مومن تھے جبکہ انبیاء
 اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوئی
 اور یہ اعلان کے چہرے سیاہ
 اور نیکو کاروں کے سفید ہو
 جائیں گے۔
 گئے قاصد کے قصہ کا بیان
 صیغہ کیا کہ تہا کی تہیتیں
 بیانی اور سرائے سے خالی
 خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہہ دو
 ہم نے چھپائے ہیں تو بھی ان
 کے آثار چہروں پر ضرور پڑنے
 پائیں گے۔
 لے کر تے۔ جزا میں ہیں
 چھپی ہوئی ہوتی ہے مگر
 اس کے آثار چہروں پر پڑا ہر
 ہوتے ہیں بزرگ چھپے ہوئے
 اعلان کے اثرات ظہور کے
 چہروں پر پڑا ہر جوں کے جوں
 پاک کر رہا ہے۔ سینا ہم و وجوہ
 و وجوہ ہم میں آخری اشعار
 میں صیغہ کے آثار رنگ چہروں
 سے نمایاں ہیں۔ آنچہ پتوں و
 جڑوں حقیقت واضح ہر حال
 ہے۔
 لے فتح جو میں اگر زندگ
 نہ ہو تو دوست پر سبز پتے نہیں
 آتے ہیں۔ جڑوں میں مٹی نے
 جڑ کے منہ پر ہر گھڑی کر
 لیکن اس کی شاخیں جاس
 کے اقد پاؤں میں گویں وہ
 رہے ہیں۔ قند مجرم کے لئے
 قاصد حاکم شہنشاہ کے کر
 بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور
 اس طرح پر سبز پتے آتے تھے
 کہ قاصد۔
 لے از خجالت ہر شخص شرمندگی
 سے انگلیاں کانٹا راجا اور
 بادشاہ کے کہ راجا حاکم اگر

تاچہ فرمائی تو لے شاہ مجید
اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟
شب شبیہا کردہ باشد روز روز
آزاد ہوا، کرات رات میں کیا دن لے دیں
ورنہ صد چوں مافدا لے شاہ باد
ورنہ ہم سے سیکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں
من خواہم کردہ ہست آن ایاز
میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ٹھیکیت ہے

کردہ اکیم آنہا کہ از مامی سزید
ہم نے نہ کیا، جو ہمارے لائق تھا
گر نہ بخشی جرم ما اے دلفروز
لے دن کو روشن کر دینا لے! اگر تھا باجم بخندہ
گر نہ بخشی یافت نو میدی کشا
اگر تو حق رکھتا تو ایسا لے کشادگی ماسن کی
گفت شے ز ایں نواز و ایں گدا
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا

ہیں تہل کر دیا جائے تو ہم
اس کے قاب میں آکر آپ
معاذ کریں تو آپ کا کرم
ہے شہتہ شہسار۔ رات اپنا
کام کرتی ہے اور دن اپنے
جاسکے تارک کاٹنے میں
اور آپ کی سمانی پر فورے
غریب بخشی۔ اگر آپ معاف
کریں گے تو ہماری ایسا

آئینہ بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ
میں سزا و عطا سزا کام نہیں ہے۔ ایاز کا کام ہے۔

حوالہ کردن بادشاہ قبول تو بہ نماں و حجرہ کشایاں و سزا
بادشاہ کا چٹھروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا
دادن و ادب کردن ایساں با ایاز کہ یعنی اس جنایت بر
دینا اور اُن کو تنبیہ کرنا۔ ایاز کے سپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی
عرض اور فتنہ است عذر را و پذیرد
اس کی آبرو پر چوٹی تو اس کا غلہ وہ قبول کرے

ایں جنایت بر تن عرض و سیت
زخم بر رکھائے آن نیکو پست
ظاہر ادویم ازیں سود و زیاں
اسی نوع اور نقصان کے اعتبار سے ظاہر ہم دور ہیں
جز مزید حلم و استظہار نیست
مزید ہم اور دور سے کے سوا کیا نہیں ہے
بیگنہ را تو نظر کن چوں کند
تو جو کر کے غور کر کہ کیا بنائے گا؟
مائع انہا راں حکم سٹے بس
اُنکے ظاہر کرنے کے لئے فقط ہم مانع ہے
لا ابالی وار الا حلیم او
لا بردانی کے ساتھ سوائے اُن کے ہم کے

ملہ حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز
کو بل کر ان میں سے کو اُنکے
حوالہ کر دیا۔ ایاز جنایت۔ بادشاہ
نے کہا تمہارا حکم و زیادتی
ایاز کے ہم اور آبرو پر چوٹی
ہے۔ اگرچہ ایاز اور میں
دو ہیں میں کیا اس معاملہ
میں لگاتکت نہیں ہے۔ جیتے
اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی
تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل
نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل
ہوتا ہے لہذا اس معاملہ کا
تعلق باجوہر لگاتکت کے ایاز
ہی ہے۔

ملہ حوالہ۔ اگر کوئی شاہ فخر
بھی کرتا ہے تو وہ اُن کے ہم
کے بعد سر پر کرتا ہے۔ شاہ
شاہ کو ہم کا حکم ہی ہوتا ہے
تو اپنے ہم کی وجہ سے اُن کا
انہما نہیں کرتا ہے۔ حق خدا
چونکہ بادشاہ کو ہم کا حکم اور حکم
ہوتا ہے تو سفارش صرف
اُس کے حکم کی جاتی ہے۔ اُن گتہ
شاہ کے حکم کی وجہ سے خطاکر
کو جہت ہو جاتی ہے ورنہ
ہیت اُس کو خطا کرنے کا
موقع نہ دے۔

آں گنہ اول ز حلمش میچید

ظلم، پیچیدہ پس لکے م کی بنا دیے صادر ہوئی ہے

خوئیہائے جرم نفس قاتلہ

قاتل نفس کے جرم کا خونبہا

مست و بخود نفس مازاں ظلم بود

ملاؤ نفس اس علم سے مست اور بخود تھا

گر نہ ساقی ظلم بودے بادہ ریز

اگر علم کا ساقی شراب چھکانے والا نہ ہوتا

گاہ ظلم آدم طانک را کہ بود

طانک کے اعتبار سے آدم کے علم کا جو مرتبہ تھا

چونکہ در جنت شراب ظلم خود

چونکہ انھوں نے جنت میں ہم کی شراب پئی

آں بلا ڈرہائے تسلیم و ذود

اللہ (تعالیٰ) کی تسلیم کے جھلاؤں نے

بازاں ایون حکم سخت او

پھر افس کے انتہائی علم کی ایون نے

عقل آدم سوئے حلمش بتجیر

عقل آدم کے ہم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی تھی

ورنہ ہیبت آں مجاش کے ہد

ورنہ خوف اس کو کب گنہائش دیتا؟

ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

انکی ہدایت پر (جیسا کہ) عاقلہ پر دیت

دیو درستی کلاہ ازوے ربوود

نستی میں، شیطان اس کی ٹوپی لے بھاگا

دیو با آدم کجا کر دے ستیز

شیطان آدم سے کب جگڑا کرتا؟

اوستا د علم و نقاد نقود

علم کے استاد اور نقد کو کہنے والے تھے

شد زیک بازی شیطان نوی نزد

شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے

زیرک دانا و حیتش کر وہ بود

انکو پس اور عقلمند اور جست کر دیا تھا

زور را آورد سوئے زحمت او

انکو کے سامنے کی جانب چور کو روانہ کر دیا

ساقیم تو بودہ دستم بگیر

میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

سے خوئیہائے ابروئی قتل

میں نے ظلم پر تو افس کے رشتہ داروں کو دیت دیا

پڑتی ہے چونکہ قاتل انہی

رشتہ داروں کے سہارے کی

امید پر قتل کرتا ہے ایسی طرح

ظلم کا شاہ کے علم کے سہارے

ظلم کر رہے تو اسکی ظلم کی

زور داری بھی شاہ کے علم پر

آتی ہے بدست شاہ کے علم

کی قسمی ظلم کا بر ملا ہو جاتی

سلہ گاہ آدم کو ظلم سے

زیادہ علم حاصل تھا لہذا

شیطان انکو دھوکہ دے

سکتا تھا انکی جوں کا آدم

نے جنت میں اللہ کے علم کا

جام پئی لیا تھا تو اس سے

ظلم سزد ہو گئی بقدر ہوشیاری

اس کو نہ تر کہ کھانا ذہن کے لئے بہت مفید ہے۔ آخر اس حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ کے علم کی ایون کی ملی جس سے ان پر غفلت طاری ہو گئی قتل پھر اس فعلی سے ہی کی عقل نے انکی ہدایت سے پناہ پکڑی۔

فرمودن شاہ ایاز را کہ اختیار کن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز سے فرمایا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کرے کیونکہ انصاف و لطف ہر چیز گہنی لینا صواب است در ہر یکے را مصلحت است

اور ہر بات میں سے جو بھی تو کرے اس مقام درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں

کہ در عدل ہزار لطف و رحمت و لکم فی القصاص نیما

اے لوگو! انصاف میں ہزاروں مہربانیاں دے دیں اور تمہارے بدلے لینے میں زندگی ہے

آنکس کہ گراہست میدارد قصاص را دریں یک حیات

جو شخص بدلے لینے کو تائبند کرتا ہے اس میں قاتل کی ایک زندگی

قاتل نظر می کنند و در زندہ ہزار حیات کہ معصوم و مخوف

پر نظر کرتا ہے اور وہ ان لاکھوں زندگیوں کو جو سزاوارکے خوف کے

خواہد شدن در حصن ہم سیاست نمی نگرود

قلعے میں محفوظ اور مامون ہوگی، انہیں دیکھتا ہے

لیکن ان جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ذریعہ محفوظ رہتی ہیں۔
 سنا کہ وہ صدر ان کی جوش میں راہ اعتدال چھوڑ بیٹھا ہے لیکن ایاز نے یہ ممکن نہیں ہے۔

اے زامتحان۔ غلط بات کا امتحان کر کے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی اسی طور پر شرمندہ ہیں۔ تجھ ایاز صرف دیا ہے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تحاشہ دریا ہے وہ صرف بڑا ہی نہیں بلکہ بڑا ہی کا بڑا اور درسا ہے گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا ہر توبہ کی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی جیل اور پوسٹیں ہے۔

اے مجاہدین۔ حدیث شریف ہے من عرف نفقہ نفقہ عرف و شکہ و جس نے اپنے آپ کو سچا پایا اس نے اپنے خدا کو سچا پایا۔ چارکت۔ جس طرح ایاز کی جیل اور پوسٹیں اس کی ابتداء تھی اور بقیہ عروج شاہی عطیہ تھا اسی طرح اس کی اصل مرگ کا لفظ اور موت کے دم کا خون ہے۔ جہر کہ یہ دنیاوی عطا اس لئے کی کہ تاک تو آنکھ دیکھ کر فری عطا کا طلب گار ہے۔ زان۔ دنیاوی عطا آخرت کا نونہ ہے جس طرح چند سبب بارگ کے پونے کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔ سنا گفت۔ گیسوں کے ڈبیر کی آگنی دکھادی جاتی ہے جتنے استاد ایک معمولی گفت بیان

کن میان مجرماں حکم اے ایاز

اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر گزرو و صد بار ت مجھ کو شرم در عمل اگر میں جیسے دوستو بار بھی کام میں دشمن دلائل

زامتحان شرمندہ خلق بے شمار

آنا جس بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے مجھ بے فقرست تنہا علم نیست صرف علم ہی نہیں ہے بلکہ اچھا سمندر ہے گفت من دائم عطا تست ایس

اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آگنی دین ہے بہتر ایس پیغمبر ایس را شرح خست

اسی لئے پیغمبر نے اس کی شرح کی ہے چارقت لطفہ آد خونت پوسٹیں تیرا جیل لطفہ ہے اور تیرا خون پوسٹیں ہے

بہر آں را دست تا جوئی و گزر مجھے اگلے درجے تک اور طلب کرے

زاں نماید چند سبب گن غباں

باغیاں چند سبب اس لئے دکھاتا ہے گفت گندم زاں دہد خریار را

ایک ٹٹھی گیسوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے نمکتہ زان شرح گوید اوتار

انتہا اس شرح میں ہے ایک نمکتہ بیان کر دیتا ہے ور گونی خود ہمیشش بو دو بس

مگر تو کہے کہ اس کے پاس بس۔ ہی تھا

اے ایاز انکوں بیا و داد وہ

اے ایاز! آپ آ اور انصاف کر

مجرمانت مستحق کشتند تیرے مجرم گردن زدنی ہیں

اے ایاز پاک با صد احتراز

سیکھوں پر یہی حکاموں کے ذریعہ پاک اے ایاز در کف جوشت نہایم یک نعل تیرے جوش کے جگہ اس ایک نعل خالی (بھی) نہ پاویں

زامتحانہا جملہ از تو شرمسار

آزما شکوں کی وجہ سے سب تجھے شرمندہ ہیں کوہ و صد کوہ است ایس خود علم نیست

یہ علم ہی نہیں ہے، پہلے اور سیکھوں پہاڑ ہے ورنہ من آں چارم و اں پوسٹیں

ورنہ میں تو وہی جیل اور وہی پوسٹیں ہوں ہر کہ خود شناخت نیز دل را شناخت

جس نے اپنے آپ کو سچا پایا اس نے خدا کو سچا پایا باقی اے خواجہ عطاءے اوستایں

اے جناب! باقی اس کی دہی ہے تو ملگو کر نیستش جزایں قدر

تو نہ کہ کر لکے پاس ایکے سوا نہیں ہے تا بدانی دخل و خل بوستان

تاک تو باغ کی آمدنی اور رفتی کو سمجھ سکے تا بداند گندم انبار را

تاک وہ ڈبیر کے گیسوں کو سمجھ جائے تا شناسی علم اورا مستنزداد

تاک تو اس کے علم کو مزید سمجھ جائے دورت انداز دچناں کریش خس

تجھے اس طرح دور ہو چکے وہاں جس طرح دایمی ہوگا داد نادار در جہاں بنیاد نہ

دنیا میں عجیب انصاف کا بنیاد رکھ دے ذر طبع بر عفو و جلالت می تندد

اور تیری معافی اہم کے لالچ پر قائم ہیں

تاکر رحمت غالب آید یا غضب
تاکر (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غضب
از پے مردم ربانی ہر دو مست
ان دونوں کی کشیش کے لئے دونوں ہیں
بہر ایں لفظ انت متبیین
اسی لئے واضح لفظ انت متبیین
زانکہ استفہام اثبات است ایں
کیونکہ استفہام = اثبات ہے
ترک کن تا ماند ایں تقریر غلام
رہنے دے تاکر یہ تقریر ناقص رہے
قہر و ظفے چوں صبا و چوں ببا
قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے
میکشد حق راتن راتا رشد
اللہ (تعالیٰ) چوں کو ہدایت کیجاں کینیا
معدہ حلوانی بود حلوا کشد
حلوس والا معدہ ہو تو حلوس کو کینیا
فرش سوزاں سردی از جاش بُرد
گرم فرش بیٹھے والے کی تشنگ دور کرتا ہو
دوست مینی از تو رحمت می جہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھے رحمت دیتی ہو

آب کوثر غالب آید یا لہب
آب کوثر غالب آتا ہے یا لہب
شارح علم و شتم از عہد انت
علم اور شتم کی شارح عہد انت کے وقت کو
لفی و اثبات است در لفظ قرین
لفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے
لیک دوے لفظ لیس شد و فیں
لیکن اُس میں فیں کا لفظ چھا ہوا ہے
کاشہ خاصاں منہ بر خوان عالم
خواص کا پیالہ عوام کے دست خوان پر نہ رکھ
آں یکے آہن ربا دیں کھربا
ایک مقناطیس اور یہ کھربا ہے
قسم باطل باطلان را میکشد
باطل فریق، برے لوگوں کو کینیا ہے
معدہ صفرائی بود سر کا کشد
صفراء والا معدہ ہو تو سر کو کینیا ہے
فرش افسردہ حرارت را خورد
خشک فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے
خضم مینی از تو سطوت می جہد
تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں خود بہہ چمکتا ہے

کرتا ہے تاکر شاعر انکے علوم
کو جان کر ان کا طالب ہے
قد اگر شاعر استاد کے غنہ
کو سن کر یہ کہہ دے کہ بس
استاد کے پاس اس لکت کے
ملاوہ اور کوئی علم نہیں ہے
تو استاد اُس کو درس سے نکال
دیتا ہے۔ اسے آواز بادشاہ نے
ایاز سے کہا۔
جو کائنات یہ پختہ قتل کے
محق ہیں یکسی تیری رہبری
اور شعور کے طالب ہیں۔

لہب تاکر آب = دیکھتا ہے
تو اُن پر دم کرتا ہے یا دھکتا
نازل کرتا ہے، دم آب کوثر
اور صابا لیس ہے۔ ازلے
روز نازل سے علم و شتم دور
مفتیں لوگوں کو اُنشاء تعالیٰ
کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔
بہر ایں علم اور شتم کی صفت
کی طرف اشارے کے لئے
آئینہ کو دیکھ میں نفی نہیں ہے
اور اثبات لکھا ہے۔ زانکہ
آئینہ میں جزو استفہام
انکار کے لئے برائے کینیا
میں داخل ہے جو خود انکار کے
مستحق ہیں اور انکار کا انکار
اثبات ہوتا ہے لہذا اس کے
انکاری رویت ثابت ہو گئی
جس کا معنی علم ہے اللہ
شک ہو کہ کون کے معنی ہیں میں
تہہ دار رب نہیں ہوں تو
رویت کے انکار کا معنی
غضب ہے لہذا یہ آئینہ بظلم کا
جملہ دونوں معنوں کی طرف
اشارہ ہے۔

لہب تاکر آب = دیکھتا ہے
تو اُن پر دم کرتا ہے یا دھکتا
نازل کرتا ہے، دم آب کوثر
اور صابا لیس ہے۔ ازلے
روز نازل سے علم و شتم دور
مفتیں لوگوں کو اُنشاء تعالیٰ
کی جانب متوجہ کرتی ہیں۔
بہر ایں علم اور شتم کی صفت
کی طرف اشارے کے لئے
آئینہ کو دیکھ میں نفی نہیں ہے
اور اثبات لکھا ہے۔ زانکہ
آئینہ میں جزو استفہام
انکار کے لئے برائے کینیا
میں داخل ہے جو خود انکار کے
مستحق ہیں اور انکار کا انکار
اثبات ہوتا ہے لہذا اس کے
انکاری رویت ثابت ہو گئی
جس کا معنی علم ہے اللہ
شک ہو کہ کون کے معنی ہیں میں
تہہ دار رب نہیں ہوں تو
رویت کے انکار کا معنی
غضب ہے لہذا یہ آئینہ بظلم کا
جملہ دونوں معنوں کی طرف
اشارہ ہے۔

ہے جو نرم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ آہن کیا مقناطیس چمک کر کینیا ہے۔
لہب کہتا وہ پھر چمک کر اپنی طرف کینیا ہے۔ میکشد۔ دنیا میں حضرت حق کو دونوں معنوں کا ظہور ہے
اسکا ادبی ہونا راست باؤں کی کشیش کرتا ہے اور اسکا معنی ہونا غلطکاریوں کی کشیش کرتا ہو فرض کر
آجیاں تاپکیں جسکی استعداد ہے انکے مطابق اسکا میلان جو مقدمہ۔ دنیا میں ہر چیز کی کشیش اپنی ہم نہیں
کی طرف جو مقدمہ کا ہی حال ہے فرض کا ہی حال جو دوست اور دشمن کا ہی حال جو نور و تاریکی کا ہی حال ہے۔

لے خصم عرض کو کلمات
 میں سے ہر ایک چیز ایسی
 کی کوشش کر رہی ہے۔ تعبیل
 فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے
 کہا کہ مجھ کو کا جلد فیصلہ کر
 انتظار کی تکلیف موت سے
 زیادہ ہے مشہور عقول ہے
 اُن انتظار آتش میں المیت
 و اُلیام۔ مصداق کوٹالے کا
 داہیہ بھی ہوتا ہے کہ انسان
 سوچتا ہے کہ اس کام کے کو
 کا بہت دقت ہے۔ تراکم۔
 مجرم کو انتظار میں رکھا بھی
 ایک قسم کی سزا ہے۔
 لے گفت۔ ایاز نے مذکور
 کہ مجھ کو کا فیصلہ کرنا شاہ
 کا کام ہے، شاہ کے سامنے
 میری مثال ایسی ہی ہے جیسی
 زہرہ اور غلط انداز شہزادہ
 تاقب کی سوج کے سامنے
 کوئی حقیقت نہیں ہے۔
 گرز دق۔ اگرچہ اپنی حقیقت
 چیل اور گدڑی سے زیادہ
 سمجھتا تو اس چیل اور گدڑی
 کی حفاظت کر کے اس حالت
 میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن
 مجھے ملامت کریں اور صدمہ
 طرح طرح خیالات قائم کریں
 لے دست در در کہیں۔ ان
 ماسدوں کی حالت تو اس
 شخص کی سی ہے جو نہر میں
 ہاتھ اپنے ڈالے کہ انہیں کو
 خشک ڈھیلہ نکال لے ہیں۔
 نہر میں خشک ڈھیلہ تلاش
 کرنا اور مچھلی کو خشک زمیں
 میں تلاش کرنا یکساں ہے۔
 ریشمی ان ماسدوں نے
 مجھ صاحب چٹا کھسا اور
 ایسا بے دانا سمجھا جس سے
 ونا کو خرم آئے۔

نور بنی روشنی بیرون جہد
 تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے

نصم و یارو نور و نار و فخر و عار
 دشمن اور دوست، نور اور نار، فخر اور عار
 سور و مار و پود و تار و زیر و زار
 چیزتی اور سانپ، آنا اور بانا، کھانا اور دونا

نار بنی یا دغاں ظلمت نہد
 تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

تخت و دار و برد و حار و سرد و خار
 تخت اور سولہ، تختہ اور گرم، بھول اور کشتا
 ہر یکے باہر جس خود بزمی شمار
 ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ جن لے

تعبیل فرمودن بادشاہ ایاز را کہ زود ایس حکم را بفصل رسان
 بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کرے
 و منتظر مدار و الایام بیننا لکھو کہ الانتظار موت آخر و جواب
 اور منتظر نہ کہ اور ہمارے پاس بہت دقت ہے۔ ذہک کیونکہ انتظار شرح موت ہے اور ایاز
 گفتن ایاز بادشاہ را و عجز آوردن او
 کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

لے ایاز اس کار را زودتر گذار
 اے ایاز! یہ کام جلد کرے

گفت اے شہ جنگی فرمان تیرا
 اُس نے کہا اے بادشاہ! اس حکم آپ کا ہی ہے
 زہرہ کو یو یا عطا زو یا شہاب
 زہرہ یا عطا زو یا شہاب کون ہوتا ہے؟
 گرز دق و پوستیں بگذاشتے
 اگر میں گدڑی اور پوستیں سے (لگے) بڑھتا

تقل کردن برد و حجرہ چہ بود
 حجرہ کے دھانے پر قفل لگانا کی تھا؟
 دست در کردہ درون آبجو
 نہر کے پانی میں ہاتھ ڈوبنے ہوئے
 پس کلوخ خشک ز رنج کے بود
 تو نہر میں خشک ڈھیلہ کہاں رہتا ہے؟
 بر من سکیں جفا دارند ظن
 مجھ ایسے عاجز پر تاقی بدگمانی کرتے ہیں

زانکہ نوع انتقام است انتظار
 کیونکہ انتظار (بھی) ایک اہم کام بدل ہے
 باوجود آفتاب اختہ و فاست
 سورج کے ہونے ہونے و سناہ معدوم ہے
 کہ بروں آید بہ پیش آفتاب
 کہ سورج کے سامنے راہر آئے
 کہ چنیں تخم ملامت کشتے
 تو ملامت کا ایسا بیج کب جوتے؟

در میان صد خیالات حسود
 حاسد کے صد خیالوں خیالات کے درمیان
 ہر یکے زیشان کلوخ خشک بخو
 ان میں سے ہر ایک خشک ڈھیلہ تلاش کرنے والا
 ماہی با آب عاصی کے شود
 مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟
 کہ وفار اشرم می آید ز من
 کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

گر بنوئے زحمت نامحرے
اگر نامحر کی پریشانی نہ ہوتی
چوں جہانے شبہت اشکال بخت
چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی دنیا ہے
گر تو خود را بشکنی مغزے شوی
اگر تو اپنے آپ کو شکست کر دیا، مغز بھانجا
جز را در پستہا آواز ہست
اگر توں کے پھلکوں میں درپتے ہوئے آواز ہیں
دار و آوازے نہ اندر خورد گوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے
گر نہ خوش آوازی مغزے بود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی
ثر غریغ آں زان تحمل میکشی
اُس کی کشت کشت کو تو ایسے برداشت کرنا پڑے
چند گاہے بے لب بے گوش شو
چند گاہے بے لب بے گوش شو
کہ بہت تک بغیر ہونٹ اور کان کے ہیں جا
چند گفتی نظم و نشر و از فاش
تو نے نظم اور نشر اور راز کھل کر بہت کہے
تو نے کچھ بلیغ و تیسر و شور و گز
تو نے کڑوی اور تیز اور گھاری اور کھلی بہت کہاں
چند عودی چرب شیریں از طعام
تو نے بٹھا اور روغنی بہت کھا کھایا
چند شبہا خواب را گشتی اسیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا
روز با بُردی بسر در ہزل و جد
تو نے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں بسر

چند حرفے از وفا واگفتے
تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا
حرف میرانیم با بیروں ز پوست
ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں
داستان مغز لغزے بشنوی
تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا
مغز و روغن را خود آواز کجاست
مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے
ہست آوازش نہاں رگوش ہوش
اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے
ثر غریغ آواز قشری کہ شنود
چھلکے کا کھلکا کون سنتا !
تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی
تا کہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے
وا نگہاں چوں لب یف نوش شو
پھر ہونٹ کی طرح شہد کا سانس ہی نہ
خواجہ یک در امتحان کن گنگاں
صاحب ! ایک لفظ آوازے ہو گونگا ہیں جا
ہم کیے بار امتحان شیریں پزیر
ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) بکالے
امتحان کن چند روزے در صیام
چند دن روزے میں آزمائے
یک شبے بیدار شو و دولت بگیر
ایک رات بیدار رہ، دولت حاصل کرے
روز کے دو جہد را شو مستعد
دو روز کوشش کے لئے مستعد ہیں جا

لے کر تجھ سے بولا نا حرف
ہیں سننے والے، بل نہیں ہیں
دہ میں وفا کے مصمم کو
واضح کہے بیان کرتا چوتھی
جہانے چونکہ عوام حقائق
کے بیان میں شبہ اور اشکال
پیش کرنے لگے ہیں اس لئے
ان کو وہ سمجھانا مشکل ہے
لہذا ہم معمولی باتیں ان کو
سناد پتے ہیں مگر تو اگر تم
مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ہم
کے چھلکے کو توڑ دو گے تو مغز
میں جاؤ گے پھر مغز کی بات
سمجھ لو گے۔
کچھ جہد جب تک اثرات
کی گری چھلکے میں ہے تو وہ
بہت جہد چھٹا ٹوٹ
جائے تو پھر وہ کڑوا کر اڑا
ختم ہو جاتی ہے۔ واکند مغز
میں بھی آواز پتے ہیں جہم کے
کان سے سننے کے ہیں یہ وہ
عقل کے کان سے سننے کی جو
گرتہ۔ اگر مغز میں آواز نہ
ہو تو چھلکے کی آواز کو سنتا
کون پسند کرے۔ ثر غریغ۔
چھلکے کی آواز اس لئے
برداشت کی جاتی ہے کہ
مغز تک رسائی ہو جائے۔
کچھ چند گاہے۔ انسان
مجاہدوں سے لب و
لشون میں جاتے تب اس
کاتب اسرار کا شہد چھٹتا
ہے۔ چند گفتی۔ انسان ہر وقت
بولتا ہے کسی نظم کہتا ہے
کسی نشر کسی دن آزمائشی
طور پر وہ خاموش بھی ہو کر
دیکھے تو خاموشی کے فوائد
سائے آئیں گے۔

چونکہ۔ روزمرہ کی عادت کے خلاف کہ مجاہدہ کرنا نہ بکھلنے بہت کھلنے ہیں کہ دن روزے رکھ کر دیکھ
راتوں کو خوب سوچا ہے کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر
لے روزانہ عمارت زیادہ جہد و منزل میں گذارے اب کہ مجاہدہ کر کے دیکھ

شرح

اب مولانا پھر قصہ ایاز کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسرار
ایاز کے جگرہ کے دروازہ پر گئے اور خزانہ اور زر اور مال کے

مٹکے کے متلاشی ہوئے ان میں سے چند آدمیوں نے بہت ہوشیاری سے مال کی ہوس
میں قفل کھولا۔ ”بہت ہوشیاری سے“ ہم نے اسلئے کہا کہ جگرہ کو بہت مضبوط قفل لگا ہوا
تھا جو کہ بہت سے قفلوں میں چھانٹا گیا تھا۔ اس استحکام کا منشا چاندی، سونے اور
مال و دولت کے متعلق بھل نہ تھا۔ بلکہ اس کا سبب راز کا عوام سے چھپانا تھا کیونکہ اس
کو خیال تھا کہ افشائے راز کی صورت میں کچھ لوگ مجھ پر ذلت طبع کا الزام لگائیں گے اور
کہیں گے کہ اس ریاست پر بھی یہ پُرانے لیٹروں اور پوستین کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتا
اور کچھ لوگ مجھے مکار کہیں گے اور کہیں گے کہ یہ عجز و انکار اس کا محض دکھاوے کے لیے
ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارباب ہمت اسرار کی جو کہ منزلہ جان کے ہیں محل کافی
سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں کیونکہ احمق لوگ مال کو جان سے اچھا سمجھتے ہیں اور عالی ہمت
لوگ مال کو جان کا صدقہ جانتے ہیں اسکے بعد مولانا پھر قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ وہ لوگ مال طمع میں سرگرم سعی تھے مگر ان کی عقل کہہ رہی تھی کہ اتنی جدوجہد نہ کرو۔
کیونکہ تمہاری محنت تمام برباد جائے گی۔ قاعدہ ہے کہ حرص تو سراپ اور بے حقیقت
اشیاء کے لئے فضول جدوجہد کرتی ہے اور عقل اُس سے کہا کرتی ہے کہ غور سے دیکھ
یہ مال ... اور مطلوب واقعی نہیں ہے محض دھوکا ہے پس تو فضول کوشش نہ کرو۔
مگر ان پر حرص کا غلبہ تھا اور مال فرط محبوبیت سے بمنزلہ جان کے ہو گیا تھا اسلئے عقل
کی آواز مخفی ہو گئی تھی اور سنائی نہ دیتی تھی اور جان کی مانند عزیز سونے کی حرص غالب
تھی اور کہہ رہی تھی کہ ایسے مال مفت یہ موجود ہے جلد لو۔

الحرص! حرص اور اس کا شور بہت بہت بڑھ گیا اور عقل اور اس کا
فتوے اس شور میں دب گیا تھا۔ اور وہ اسکو نہ سنتے گو اس وقت وہ عقل کی نصیحت
نہیں سنتی مگر جب ان کی جان پر بنے گی اسوقت اس کی ملامت سنیں گے کیونکہ
قاعدہ ہے کہ جب آدمی دھوکے کے کنوئیں میں گرتا ہے اس وقت وہ عقل کی ملامت

(جو کہ وہ اس کو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے کجھت! میں تجھے روکتی رہتی مگر تو نے میری
 ایکٹ سنی) سنتا ہے اور جبکہ جال کے پھندے میں پھنس کر اس کا جوش و خروش
 ختم ہو جاتا ہے اس وقت عقل کی طرح نفس کو آمہ ہی اس پر قابو پاتا ہے اور اسے
 ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے بہت بُرا کیا کہ ایسا کام کیا لیکن سے جب تک اس
 کا سر مصیبت کی دیوار سے نہیں ٹکراتا اس وقت تک اس کے بہرے کان دل کی
 نصیحت نہیں سنتے اسلئے اسکی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے بے سمجھ بچے کہ ان کو بادام
 کی ٹھٹھائی اور شکر کی حرص دونوں بہلنا دیتی ہے اور اسلئے وہ ماں باپ کی نصیحت
 نہیں سن سکتے مگر جب کہ اس کو پھوٹے پھنسی کی تکلیف شروع ہوتی ہے اور اس
 وقت نصیحت کے باب میں ان کے کان کھلتے ہیں اور تب وہ نصیحت سنتے ہیں۔

خیں یہ مضمون تو ہو چکا اب قصہ سُنو! اُن چند شخصوں نے جنہوں نے قفل
 کھولا تھا بہت کچھ حرص ہو س کے ساتھ جُڑے کھولا اور بھڑکے سبب جُڑے میں
 یوں اوپر تے گرے جیسے چھا چھیکال گرتی ہیں کہ وہ بہت زور کے ساتھ عاشقانہ
 اس میں گرتی ہیں اور کھا سکتی نہیں اور پر بھی بندھ جاتے ہیں اسلئے اڑ بھی نہیں
 سکتے۔ یوں ہی وہ لوگ شوق سے جمرہ میں داخل ہوئے مگر ملا کچھ بھی نہیں اور جان کے
 لالے پڑ گئے انہوں نے جمرہ میں گھس کر دائیں بائیں غرض ہر طرف نظر کی مگر ان کو کچھ
 نظر نہ آیا۔ صرف پھٹے جوتے اور پوستیں رکھا ہوا تھا اُس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس
 میں دولت ضرور ہے اور یہ لیتھڑے اور پوستیں اس کے اخفاء کے لیے ہیں تاکہ اگر کوئی دیکھے
 تو سمجھے کہ یہاں کیا ہو گا یہاں تو لیتھڑے اور پوستیں پڑا ہوا ہے ارے کوئی پھالیاں لاؤ
 اور کھود کر گرھوں کو دیکھو ان میں مال بھرا ہو گا اس کے بعد پھالیاں آئیں اور ہر طرف
 انہوں نے کھودا اور گہرے گرھے کر دیے۔ مگر یہ گرھے بزبان حال ان سے کہہ رہے تھے کہ
 ارے خبیثو! ہم تو خالی گرھے ہیں یہ دیکھ کر ان کو افسوس بھی ہوتا تھا اور ندامت بھی
 ہوتی تھی اور گرھوں کو پاٹ دیتے تھے اس کے بعد انہوں نے اپنے نادانی سے دیوار دل کو کھودا
 اور ان میں گرھے کر دیئے لیکن وہاں سے ان کو کچھ نہ ملا۔ غرض کہ جب ان کو کچھ نہیں ملا تو

دل ہی دل میں بہت کچھ لاجول دلاقوہ کر رہے تھے کیونکہ ان کے مرغ حوص کو خوراک ملی تھی یہ مصیبت تو تھی ہی اس کے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ گڑھے اور دیوار و دران کے لاجول غلط کاریوں کے چٹیاں کھا رہی تھیں۔

اور وہ نہ دیوار وغیرہ کے گڑھوں کو پر کر کے ان کو بحال کر سکتے تھے اور زیادہ کے سامنے منہ کر سکتے تھے کیونکہ اگر وہ اپنی بے گناہی ظاہر کر کے اُسے فریب دیتے تھے تو صحن حجرہ اور اسکی دیواریں ان کے خلاف شہادت دینے کو موجود ہیں لہذا وہ سب متحیر تھے کہ کیا بہانہ کریں کہ اس گرداب بلا سے جان بچالیں جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو ناامید ہو گئے اور حسرت افسوس کرتے ہوئے اور سروں پر غورتوں کی طرح دو ہتھڑیں مارتے ہوئے گرد میں بھرے ہوئے۔ منہ پر زردیاں چھائی ہوئیں نادوم و شرمندہ بادشاہ کی جانب لوٹے۔ بادشاہ گو ان کی ناکامی سے پہلے ہی سے واقف تھا۔ مگر جب اس شخص ان کو خالی ہاتھ دیکھا تو جان بوجھ کر ان کی تجہیل و تخمیت کے لئے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ تمہاری بغلیں اشرفیوں اور ان کی تھیلیوں سے خالی ہیں۔ اگر تم نے اشرفیاں اور تسو (ایک سکتے ہیں) چھپا لئے ہیں تو چہرہ اور رخساروں پر خوشی کی رونق اور بشاشت کیوں نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم کو کچھ ملا ہی نہیں۔ ورنہ تم لاکھ چھپاتے و مگر وہ چھپ نہیں سکتا تھا اور تمہارا چہرہ کہہ دیتا کہ ان کے پاس مال ہے۔ دیکھو! اگرچہ ہر جرڈار کی جڑ زمین میں چھپی ہوتی ہے مگر اس کے پتے جو کہ سینماھم فی وجوہہم کا مصداق ہیں سبز ہوتے ہیں اور جڑ کی حالت ظاہر کرتے ہیں۔ ایضا۔ جڑ نے جو کچھ موافق یا مخالف غذا کھائی ہے اسکی اپنی شاخ بیاںگ و پل اس کا اعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ ہری بھری ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جڑ کو غذائے موافق ملی ہے ورنہ ثابت ہوتا ہے کہ جڑ نے غذائے ناموافق کھائی ہے۔ غرض کہ پتوں کے سر سبزی سے معلوم ہوتا ہے کہ جڑ ہری ہے اور اسکو غذائے موافق ملی ہے ورنہ اگر جڑ بے سامان اور بے بضاعت ہو۔ تو یہ ہرے بھرے پتے درختوں پر کیسے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ گو مٹی جڑ کے منہ پر مہر کر دیتی ہے یعنی گو مٹی میں مخفی ہونے کے سبب اسکی حالت نہیں معلوم ہو سکتی۔ مگر اس کی شاخ اس کے لئے بمنزلہ ہاتھ پاؤں

کے ہے گواہی دیتی ہے کہ جڑ کی حالت اچھی ہے پس یوں ہی اگر تمہارے پاس بھی مال ہوتا تو تمہارے حالت اسکو ظاہر کرتی یہ سنکر ان تمام امیروں نے معذرت کی اور سایہ کی طرح بادشاہ کے سامنے خاک مذلت پر گر گئے اور اپنے جوش و خروش اور لاف و گزاف اور تکبر کی معذرت میں شرم کے دانتوں میں انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے بادشاہ کے سامنے تیغ و کفن لے کر حاضر ہوئے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ اے شاہ ہفت کشور! اگر آپ ہمارا خون بہائیں تو آپ کے لیے جائز ہے۔ کیونکہ ہم نے جرم ہی ایسا کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان اور بخشش ہے ہم جس لائق تھے وہ ہم نے کیا اب جو حضور کا حکم ہو۔ اگر حضور ہمارا قصور معاف فرما دیں تو یہ آپ کی شایان شان ہے کیونکہ ہم بمنزلہ رات کے اور آپ بمنزلہ دن کے۔ رات تاریکی پھیلاتی ہے کیونکہ جو اسکو یہ ہی شایاں ہے اور دن تمام تاریکیوں کو دور کر کے دھودیتا ہے اسلئے کہ اسکو یہ ہی زیب ہے پس اگر آپ معاف فرما دیں تو ہمارے ناامیدی دور ہو جائے گی۔ ورنہ ایک ہم کیا ہم نے سینکڑوں حضور پر قربان ہم جان دینے کو تیار ہیں اسکے جواب میں بادشاہ نے کہا کہ یہ نوازش اور یہ رحم میں نہ کروں گا کیونکہ یہ ایاز کا حق ہے یہ تعدی تم نے اسکی جان اور اسکی آبرو پر کی ہے اور یہ زخم اسکی رگوں پر ہے گو جان کے لحاظ سے ہم دونوں ایک جان ہیں اور اس کا نقصان میرا نقصان ہے اور اس کا نفع میرا نفع۔ میرا عفو اس کا عفو ہے اور میری سزا اسکی سزا۔

مگر باعتبار ظاہر کے نفع و نقصان میں ایک دوسرے سے دور ہیں لہذا جو کچھ کر گیا ایاز کرے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ کیا غلام خاص سلطانی پر تہمت لگانا بادشاہ کے لئے موجب عار نہیں ہے ضرور ہے لان ضرب الغلام الامۃ المولیٰ، مگر بائیں ہمہ محمود جو انتقام نہیں لیتا اور اس معاملہ کو ایاز کے سپرد کرتا ہے۔ اس کا منشا بجز حلم اور ظہور حقیقت ایاز کی خواہش کے اور کچھ نہیں۔ یعنی ایک سبب تو اسکی بادشاہ کا نہایت درجہ حلیم ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس قسم سے ایاز کی خصوصیت اور اس کا فانی فی السلطان ہونا ظاہر ہو جائے (فائدہ

تہمت برہندہ الہ کی محبتیں نے عجیب عجیب تقریریں کی ہیں مگر میکے نزدیک یہ مطلب ٹھیک اور بے تکلف اور چہاں ہے جو میں نے عرض کیا ہے واللہ اعلم

یہاں سے مولانا حق سبحانہ کے حکم اور کرم کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ سلطان محمود کا حکم تو تم کو معلوم ہو گیا اب تم حق سبحانہ کے حکم کی کیفیت سنو! اس کا حکم اس درجہ ہے کہ وہ مجرموں کو دولت کثیر عطا فرماتا ہے پس جبکہ مجرموں کے ساتھ اس کا یہ برتاؤ ہے کہ وہ انکو دولت مند بناتا ہے تو اب تم غور کرو کہ پاکبازوں کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ ہوگا اور ان کو کیا کچھ عطا نہ فرمائے گا تم یہ نہ سمجھنا کہ مجرموں کو جو اس دولت مند بنایا ہے تو شاید اسلئے بنایا ہو کہ اسکو ان کے جرائم کا علم نہ ہو کیونکہ وہ کسی کے کام غافل نہیں ہے (وَمَا اللہُ بِغافل عما تعملون) لیکن وہ جو لوگوں کے جرائم کو ظاہر نہیں کرنا اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کا حکم اُسے ایسا کرنے سے روکتا ہے پس جبکہ وہ ایسا علیم ہے تو یہاں کس کی مجال ہے کہ اس کے علم محیط کے سامنے بے باکانہ کسی کی سفارش کرے کیونکہ ایسا وہ کر سکتا ہے جو خود مجرم نہ ہو یا اسکی جرم کا علم حق سبحانہ کو نہ ہو اور ایسا کوئی ہے نہیں۔ لہذا کوئی سفارش ہی نہیں کر سکتا۔ مجبوراً اس کے حکم کے وہ بے شک سفارش کر سکتا ہے اور وہی کرتا ہے اور کرے گا۔ کیونکہ ابتداء میں گناہ حکم ہی کے سبب صادر ہوتا ہے۔ ورنہ ہیبت حق سبحانہ کسی کو گناہ نہیں کرنے دے سکتے۔ پس نفس قاتل یعنی مجرم کے جرم کا خون بہا اور اس کی تلافی یوں ہی اسکے حکم کے ذمہ دیت عاقلہ پر ہوتی ہے اور وہ خون بہا اور تلافی شفاعت ہے پس شفاعت اس کے ذمہ ہوگی۔

آخاٹدا: آن گنہ اقل ز حملش می جہد ورنہ ہیبت آن بحالش کے دہد۔
 خون بہائے جرم نفس قاتلہ ۛ ہست بر حملش دیت بر عاقلہ۔ یہ دونوں
 شعر مولانا کے لیے ہیں جیسے کوئی قصور دار کسی سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے تو کہتا
 ہے۔ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔ پس جس طرح اس قصور دار کا مقصود اس
 مقولہ سے اپنی برائت ظاہر کرنا۔ اور گناہ کو مخاطب کے سر رکھنا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے

قصور کا اقرار اور مخاطب کے مزید کرم کا بیان کر کے اسکو مہربان کرنا ہوتا ہے یوں ہی مولانا کا مقصود بھی یہ نہیں ہے کہ بندہ کو بے قصور قرار دیکر اسکے جرم کا بارِ حلم حق سبحانہ پر رکھ دیا جائے۔ بلکہ مقصود اس حق سبحانہ کے حلم بے غایت کا بیان اور اس امر کا اظہار ہے کہ ذنوبِ عباد کی معافیِ حلم حق ہی سے ہو سکتی ہے ورنہ نہ حلم حق سبحانہ اس درجہ میں گناہ کا سبب ہے کہ بندہ بے قصور قرار پا جائے اور گناہ کا بارِ حلم پر چا پڑے اور نہ تلافی کا بارِ حلم کے ذمہ ہے کیونکہ گو حلم حق سبحانہ ایک درجہ میں گناہ کا سبب ہے مگر اس کا اختیارِ عبد پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جو کہ مناطِ جسم ہے۔ اور جبکہ حلم حق ملتی نہیں ہے تو معافی اس کے ذمہ بھی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ ملتی تو عاقلہ قاتل بھی نہیں ہیں پس جس طرح ان کے ذمہ دیت اٹلے ہوتی ہے کہ وہ فی الجملہ معینِ جسم ہیں کہ انہوں نے سہل انکاری سے کام لیا اور قاتل کی حفاظت نہ کی۔ یوں ہی حلم حق بھی فی الجملہ معین ہے اٹلے تلافی اس کے ذمہ ہوئی چاہیئے اس کا جواب یہ ہے کہ عاقلہ مکلف ہے اس کے کہ وہ ترکِ حفاظت سے قتل پر اسکی اعانت نہ کریں۔ پس جبکہ انہوں نے حفاظت نہ کی اور اس طرح جرم پر قاتل کی اعانت کی تو وہ بھی شریکِ جسم ہوئے پس خون بہانکے ذمہ ہوا۔

رہا حلم حق سبحانہ سوا اسکے ذمہ ترکِ اعانت نہیں ہے کیونکہ اگر حلم نہ ہو تو عبادِ طاعت پر مقصور ہو جائیں اور امتحانِ عباد جو مقصود تھا وہ فوت ہو جائے اسکو خوب سمجھ لینا چاہیئے اور دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔ یہ تقریر تو اس تقدیر پر تھی کہ آں گنہ اول الخ الی البیت الثانی۔ علت ہوں شفاعتِ حلم کی۔ کما اختارہ بعض المحشین۔ اور اگر ان دونوں شعروں کو مضمون مستقل کہا جائے اور یوں کہل جائے کہ بیتِ اول سے مولانا کا مقصود حق سبحانہ کے حلم کا مزید بیان ہے اور مطلب یہ ہے کہ اوپر ہم نے مجرموں کو دولت دینے سے حق سبحانہ کے علم پر استدلال کیا تھا۔ اب ہم نفسِ صدورِ معصیت سے حق سبحانہ کے علم پر استدلال کرتے ہیں

اور بیت ثانی سے مقصود اظہار رجاء رحمت ہے اور مطلب یہ ہے کہ خونوں کے عزیز واقارب خون بہا ادا کر کے ان کو ربائی دلا دیتے ہیں اور گنہگاروں کو نجات دلانے والا علم حق سبحانہ ہے اور کوئی نہیں لہذا وہ مجرموں کے لیے ایسا ہے جیسے خونوں کے لیے ان کے عزیز واقارب۔ پس گنہگاروں کے جرم کا خون بہا یوں ہی علم حق پر ہے جیسے خونوں کے قتل کی دیت ان کے عزیز واقارب پر ہوتی ہے یعنی جس طرح خونوں کے عزیز واقارب ان کو ربائی دلاتے ہیں یوں ہی گنہگاروں کو علم حق سبحانہ نجات دلانے گا۔ تو اب کچھ اشکال نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

بات یہ ہے کہ علم حق سبحانہ نے ہمارے نفس کو مست اور بے خود کر رکھا ہے اسلئے شیطان نشہ میں اسکی سر سے ٹوپی اتار لیتا ہے یعنی علم حق سبحانہ کے سبب ہم پر غفلت طاری ہوتی ہے اور اس غفلت میں شیطان کو اپنی کارروائی کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اپنا کام کر گزرتا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو اسکی دھوکا دیا تھا وہ بھی اسے نشہ غفلت کی حالت میں دیا تھا ورنہ اگر ساقی علم خداوندی انکو شراب غفلت نہ پلاتا ہوتا تو شیطان کی کیا مجال تھی کہ وہ آدم علیہ السلام سے برسر جنگ ہوتا۔

پس سمجھنا چاہیئے کہ وہ شراب غفلت جو کہ علم خداوندی پلاتا ہے نہایت خطرناک ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام جو کہ علم کے موقع پر فرشتوں کے استاد اور کھڑے کھوٹے کے پرکھنے والے تھے جبکہ انہوں نے علم حق کے ہاتھ سے شراب غفلت پی تو شیطان کے ایک جھٹکے کے بھی نہ ہوئی اور ایک ہی چال میں آزرده ہو گئے۔ حق سبحانہ کی تعلیم کے بہلاؤوں نے انکو ہوشیار اور دانا اور چست کر دیا تھا۔ مگر اسکی بعد اسکی علم کے نیزانیوں نے ان کو مست کر دیا جس چور یعنی شیطان کو اس کے سامان طاعت کے اڑانے کا موقع مل گیا اور وہ اڑا لے گیا۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر عقل اس کے علم سے پناہ مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ میرا ساقی اور مجھے غفلت کی شراب پلانیوالا تو ہی ہے۔ پس حالت مستی و غفلت میں تو ہی میرا ہاتھ پکڑ کر اور میری مدد کر۔ کہ لغزش نہ کھاؤں۔

خیر یہ مضمون تو استطاردی تھا۔ اب سنو! کہ محمود نے عذر خواہوں کو جواب دیکر
ایاز سے کہا کہ ملے پاکباز اور نہایت محتاط ایاز تو ان مجرموں کے متعلق جو چاہے حکم
صادر کر۔ انہوں نے تجھ پر خیانت کا الزام لگایا ہے حالانکہ تو نہایت با وفا ہے اگر میں
تجھے عمل کے بارہ میں دو سو بار بھی جوش دوں۔ تو تیرے کف جوش میں ایک مرتبہ
بھی دھوکا نہ پاؤں گا۔ یعنی اگر میں تیرا دو سو مرتبہ بھی امتحان کروں گا تو ایک مرتبہ بھی
میں کھوٹ نہ ظاہر ہوگا اس لئے کہا جاتا ہے کہ بے شمار مخلوق کو امتحان سے
شرمندگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جانچنے کے بعد ان میں کھوٹ نکلتا ہے مگر میں جس قدر
تیری آزمائش کرتا ہوں سب کی سب کو تجھ سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے تیرا علم
علم نہیں بلکہ ایک سمندر ہے جس کی تہ نہیں اور تیرا علم حکم نہیں بلکہ ایک پہاڑ۔ بلکہ سو پہاڑ
ہے۔ غرض کہ تو اوصاف کمال کا مجموعہ ہے، تیرے اوصاف کہان تک بیان کروں
یہ سنکر ایاز نے عرض کیا کہ یہ سب حضور کا فیض صحبت ہے میری حقیقت تو پچھلے لیٹر سے
ادر پرانا پوستین ہے۔

دیکھو! چونکہ ایاز اپنی حقیقت کو جانتا تھا اس لئے اس محمود کو پہچانا اور سمجھا
کہ وہ میرا منعم اور محسن ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے کو جان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا
کیونکہ جب وہ سمجھے گا کہ میری حقیقت چند قطرہ مٹی اور کچھ خون حیض ہے تو وہ سمجھے گا کہ
میرے کمالات مرہوب حق سبحانہ ہیں لہذا وہ حق سبحانہ کی عظمت اور وقعت کریگا اور اپنے
کو اس کے سامنے بیچ سمجھے گا۔ پس اے لوگو! تم بنیزلہ ایاز کے ہو اور حق سبحانہ بنیزلہ محمود
کے تمہارا جو ناطفہ ہے اور تمہارا پوستین خون حیض۔ اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کا دیا ہوا ہے
رفاقت کا کہ خون اور نطفہ بھی عطا حق سبحانہ۔ مگر انکی خست اور دنائت کی وجہ سے ان کو حق سبحانہ کی
طرف نسبت نہیں کیا گیا اور یہ کمالات اس نے تمہیں اس لئے دیے ہیں کہ تمہیں اس کا خزانہ قدرت معلوم ہو جائے
اور تم اس دیگر کمالات طالب ہو سق تم بزبان حال یا زبان کہانہ کہ اسے سوا اس پاس کچھ نہیں ہے یعنی تم طلب ترک

نکرنا۔ دیکھو! باغبان چند سیب اسی لیے دکھلاتا ہے۔ کہ باغ کے درختوں اور اسکی پھلوں کی حالت معلوم ہو جائے اور تا جسہ گدھے والے خریدار کو اسنے مٹھی بھر گے ہوں دکھلاتا ہے کہ اسکی اسے گے ہوں کا ڈھیر معلوم ہو جائے اور استاد تمہارے سامنے اسنے ایک نکتہ بیان کرتا ہے کہ اسکی تمہیں اس کا علم زائد معلوم ہو جائے۔ ایسی حالت میں اگر تم یہ کہو کہ بس اسکی پاس یہ ہی تھا تو وہ تم کو یوں الگ کر دیگا جیسے ڈاڑھی سے نیکا۔ پس حق سبحانہ نے بھی تمہیں اپنے کمالات مقدورہ کا نمونہ دکھلایا ہے تاکہ تم اور کمالات کو اسکی طلب کرو۔ ایسی حالت میں اگر تم یہ سمجھو کہ اور اسکی پاس ہے ہی کیا جس کو طلب کیا جائے تو اس کا نتیجہ لامحالہ محرومی ہوگا۔

خیں یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو! محسن نے کہا کہ اے یاز آؤ اور اور انصاف کرو۔ اور عالم میں ایک عجیب انصاف کی بنیاد قائم کرو تمہارے مجرم مستحق قتل ہیں مگر وہ تم سے امیر اور حلم و معافی ہیں۔ اب دیکھیں تمہارا رحم غضب پر غالب آتا ہے یا غضب رحم پر۔ اور آپ کوثر رحمت شعلہ غضب کو فنا کر لے۔ یا شعلہ غضب آپ کوثر رحمت کو۔

اب مولانا رحم و قہر حق کے بیان کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عہد الست سے حق سبحانہ کی دونوں صفتوں علم و غضب کا ظہور ہے تاکہ کچھ لوگ غشا اس کی طرف مجذب ہوں اور کچھ لوگ رہبٹا۔ چنانچہ لفظ اَلْسْتُ بِرَبِّکُمْ جو کہ عہد الست میں استعمال کیا گیا تھا۔ اسنے ظاہر ہوا تھا کہ اسکی اسکی صفت حلم اور صفت قہر دونوں ظاہر ہوں کیونکہ ایک فقرہ میں نفی و اثبات دونوں مجتمع ہیں اسنے کہ استفہام دال بر اثبات ہے اور اس میں لفظ لیس بھی موجود ہے جو کہ دال بر نفی ہے۔ پس مدلول استفہام اثبات الوہیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے خوشنودی اور رضا پر۔ اور لیس کا مدلول نفی ربوبیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے ناخوشی اور قہر پر کیونکہ اصل جملہ اَلْسْتُ بِرَبِّکُمْ تھا جو نفی ربوبیت پر دلالت کرتا تھا اس کے بعد حرف اس پر استفہام داخل ہوا جس نے اسے منفی سے مثبت بنا دیا۔

تو صیح اسکی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب باپ اپنے بیٹے سے یا بھائی اپنے بھائی

سے یا استاد اپنے شاگرد سے نہایت ناخوش ہوتا ہے تو وہ مجازاً اپنے اس تعلق کی نفی کر دیتا ہے جو ان دونوں میں آپس میں ہوتا ہے۔ مثلاً باپ کہتا ہے کہ میں تیرا باپ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور مقصود اس کمال ناخوشی کا اظہار ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ نفی ربوبیت کے لیے لَسْتُ بِكَ فَرَمَا اس کے کمال ناخوشی پر دال ہوگا اور چونکہ انا مَرَّکَہُ ضد ہے لست بہ بکھو کی اسے وہ اس کی ضد پر دلالت کر گیا (لَمَّا مَعْدَى دَ الْمَحْشِيِّ تَقْرِیْلَاتِ اٰخِرَانِ شَتَّتْ فَاِجْعَ اِلٰی الْحَوَاشِی) اچھا اس تقریر کو چھوڑ دو کیونکہ یہ وقائن خواص کے سمجھنے کے ہیں نہ کہ عوام کے۔ پس تم اس خواص کے پیالہ کو عام دسترخوال پر نہ رکھو۔ اور علم و قہر کے متعلق عام فہم مضمون کہا کر۔

اچھا سونہا قبر اور لطف ایسے ہیں جیسے صبا اور دبا۔ یعنی ایک ان میں سے خوش گن ہے اور دوسرا تباہ کن اور ایک ان میں سے لوہے یعنی سرکشوں کو جذب کرتا ہے اور دوسرا گھاس یعنی عاجزوں اور مسکینوں کو۔ اور وجہ اس تفرق کی اختلاف مناسبت ہے۔ پس جو جس کی مناسبت ہے وہ اسی کو کھینچتا ہے اس بنا پر قبر لوہے کو کھینچتا ہے اور لطف گھاس کو۔ اور جذب مناسب للناسب کچھ قہر و لطف ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ عام ہے چنانچہ حق شیک لوگوں کو کھینچ کر ہدایت تک پہنچاتا ہے۔ اور باطل اہل باطل کو کھینچتا ہے اور معذہ اگر مناسب شیرینی ہے تو شیرینی کو کھینچتا ہے اور اگر اس میں صفر کا اثر ہے تو سنگھا کو کھینچتا ہے (خاندک) سبکا ایک قسم کا سالن ہے جو کہ سرکہ میں بھگوئے ہوئے دلیہ اور گوشت اور میوہ جات سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور فرش گرم آدمی سے سردی کو کھاجاتا ہے اور ٹھنڈا فرش آدمی کی حرارت کو کھاجاتا ہے اور اگر تم کو دوست نظر پڑتا ہے تو تم سے عنایت اور مہربانی کا ظہور ہوتا ہے اور اگر مخالفت نظر آتا ہے تو تم سے حملہ کا ظہور ہوتا ہے اور اگر تم سرد دیکھو اس سے روشنی نکلے گی اور اگر آگ لگد نہواں دیکھو تو اس کی تاریکی پیدا ہوگی۔ (دھونیں سے تو تاریکی پیدا ہونا ظاہر ہے رہی آگ سوا اس تاریکی کا پیدا ہونا واسطہ ظہان ہے)

الحاصل دشمن اور دوست، نور اور مار۔ شق اور غار۔ تخت اور سولی مرزا و گم سنگی اور خار چوٹی اور سانپ۔ تانا بانا، خوشی و غم۔ غرض کہ جو کچھ بھی ہے سب کو ان کے مجازات

کے ساتھ شمار کر لو۔۔۔۔۔ یہ مضمون استطرادی تھا اب قصہ سننا محمود نے کہا کہ اے ایاز اس کلام کو جلد کر دو۔ کیونکہ انتظار بھی گونہ انتقام ہے پس اگر تم نے ان کو بالکل معاف کرنا چاہا تو ایسا کرنا ناممکن ہو جائے گا کیونکہ ایک حد تک یہ لوگ سزا بھگت چکے ہونگے۔ ایاز نے کہا کہ آپ کو اختیار کلی ہے آپ کے سامنے میں کیا چیز ہوں کیونکہ آفتاب کے سامنے ستارے فانی ہوتے ہیں اور ان کے آثار کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ زہرہ یا عطارد یا شہاب کی کیا محال کہ وہ آفتاب کے سامنے طلوع ہو سکے۔ حضور والا اگر میں ایسا کرتا اور اپنے پھیستروں اور پوستان کو چھوڑ دیتا تو میں یہ ملامت کا بیج ہی کیوں بوتا اور حجرہ کے دروازہ پر ان حساد کے گونا گوں خیالات کے درمیان جس کی حالت بیان ہو گئی تھیں ہی کیوں لگتا اور ان کو بدظنی کا موقع کا پکے دیتا۔ اُن حاسدوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ندی میں ہاتھ ڈال کر اس میں خشک ڈھیلہ ڈھونڈتے ہیں یعنی وہ میرے اندر نافرمانی شاہ عالی جاہ کو فضول تلاش کرتے ہیں کیونکہ ندی میں خشک ڈھیلہ اور مجھ میں نافرمانی کہاں۔ میں تو پھیلی ہوں اور آپ پانی۔ بھلا پھلی بھی پانی کی نافرمانی کرتی ہے۔ یہ لوگ مجھ غریب پر بے وفائی کا گمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ میری وفا کی یہ حالت ہے کہ خود وفا مجھ سے شرماتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس شخص کے عوصلہ کے مطابق نہیں ہوں۔ اگر ناخرووں کے مصیبت نہ ہوتی تو میں وفا کا کچھ بیان کرتا لیکن نا محرم نہیں سیلے میں اس کا بیان ترک کرتا ہوں۔

کے لائق نہیں ہوتے بلکہ وہ عقل کے کان میں غنمی ہوتی ہے اور اس آواز کو عقل کے کان سنتے ہیں۔ وہ آواز نہایت دل کش ہوتی ہے جو عقل کے کان میں پہنچتی اور آدمی کو پھلکے کی چٹا چٹ سننے پر مجبور کرتی ہے۔ ورنہ اگر مغز کے رسیلی آواز نہ ہو تو پھر پھلکوں کی بیہودہ چٹ چٹ کون سنے۔ پس مغز بزبان حال اپنی خوبی بیان کرتا ہے اور عقل اس کا احساس کرے اور مغز کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور طریق حصول یہ ہوتا ہے کہ پھلکے کو توڑ جائے اور اس میں سے مغز نکال جائے پس آدمی پھلکے کو توڑتا ہے اور اس کے آواز سنتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مغز میں بھی آواز ہے اور اسی آواز کے سبب آدمی پھلکے کی چٹ چٹ سنتا ہے۔ پس اگر تم مغز حاصل کرنا چاہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ کچھ دنوں ایسے ہو جاؤ جیسے کہ نہ تمہارے ہونٹ ہیں نہ کان یعنی خلوت اختیار کرو نہ کسی سے کچھ کہو نہ کسی کی سنو۔ جب ایک معتد بزمانہ تک ایسا کرو تو پھر مزے سے غذائے روحانی یوں کھاؤ جیسے لب غذائے جسمانی کھاتا ہے۔

دیکھو! تم بہت عرصہ تک نظم اور نثر اور اسرار کو واضح طور پر بیان کر چکے ہو اب کچھ عرصہ کے لئے گونگے بھی ہو جاؤ اور خاموشی کا بھی امتحان کرو اور تم بہت کچھ کڑے اور تیز اور کھاری اور کیلے کھانے پکا چکے ہو۔ ایک بار امتحان کے لیے میٹھا ہی پکالو یعنی تم بہت کچھ باتیں کر چکے ہو۔ جو کہ فی الحقیقت بد ذائقہ ہیں۔ اب ذرا سکوت بھی اختیار کر کے دیکھ لو جو کہ نہایت لذیذ شے ہے اور تم نہایت مرغن اور شیریں کھانے کھا چکے ہو کچھ دنوں رونے بھی رکھ کر دیکھ لو۔ دیکھو تو سہی ان میں کیا لطف ہے اور تم بہت راتوں میں سو چکے ایک رات جاگ کر ہی دولت حاصل کرو۔ اور بہت سے دن تم نے ہزل وجد میں بسر کر لیے ہیں اب ذرا دو ایک دن مجاہدہ کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔

ختم شد ربح ثانی کلید مشنوی